

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ

اِنَّ ابی ابراہیم اس ماہ کی ایک کتاب میں
لکھی ہوئی تھی یہ عطا کا مہینہ ہے

بجائش کا مہینہ ہے برکت کا مہینہ ہے
رمضان بڑی شان و شوکت کا مہینہ ہے

فضائل رمضان

مع وعظ مبارک

ماخوذ از مواعد

حضرت مولانا مولوی الحاج ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ صاحب
نقشبندی وقادری رحمۃ اللہ علیہ ابن حضرت مولانا مولوی الحاج
حافظ سید مظفر حسین صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ حیدر آبادی

مسلک کاپت

مینار بک ڈپو بک سیلر اینڈ پبلشرز

چارکمان حیدر آباد (اے۔ پی)

فون (۵۲۶۵۲۶)

Rs. 15-00

قیمت ۱۵ روپے

فضائلِ رمضان

بخشنش کا ہمینہ ہے، برکت کا ہمینہ ہے
 رمضان بڑی شان و شوکت کا ہمینہ ہے
 اس ماہ کے بارے میں سرکارِ دو عالم کا
 ارشاد ہے یہ میری امت کا ہمینہ ہے
 اس ماہ مبارک کے جتنے بھی فضائل ہیں
 ان سب سے یہ روشن ہے رحمت کا ہمینہ ہے
 یہ ماہ وہ ہے جس کا ترانہ میں نام آیا
 اس سے بھی یہ ثابت ہے عزت کا ہمینہ ہے
 یہ بات مسلم ہے، قدر کی شب اس میں
 ظاہر ہے کہ یہ کیسی نعمت کا ہمینہ ہے
 قرآن بھی اُترا ہے اس ماہ کی اک شب میں
 کہتی ہے فضیلت یہ عظمت کا ہمینہ ہے
 ہر ایک فضیلت خود دیتی ہے گواہی یہ
 محبوب کی امت پر شفقت کا ہمینہ ہے
 اس بارے میں حضرت کی تالیف جو ہے مرزا
 پڑھے تو کھلے گا یہ رحمت کا ہمینہ ہے

خادم الخدام
 مرزا شکور بیگ مرزا
 (نقشبندی القادری)

۶ جمادی الآخر ۱۳۹۳ھ
 مطابق
 ۷ جولائی ۱۹۷۳ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ تَمْهِيد

صاحبو! ارشاد باری ہو رہا ہے پٹ - ع ۲۴ سورہ بقرہ میں "يَسْأَلُونَكَ
عَنِ الْهِجَلَةِ ط" (اے محمدؐ) لوگ تم سے سے پانچ دن کے بارے میں دریافت کرتے ہیں (کہ گھٹنا
بڑھتا کیوں ہے) اس آیت میں اللہ تعالیٰ احکام بیان فرما رہے ہیں کہ رمضان کیا ہے؟
نو صاحبو! شَهْرُ رَمَضَانَ رمضان ایک مہینہ کا نام ہے، اس کی نسبت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر روزہ چھوڑ دو اس پر لوگ
پوچھنے لگے کہ چاند کبھی کامل روشن، کبھی باریک اور تاریک، کبھی مشرق سے ظاہر، کبھی مغرب
سے طالع - یہ کیوں ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا "يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْهِجَلَةِ" آپ سے
ہلال کی حالت یعنی ہر مہینہ میں چاند کے گھٹنے اور بڑھنے کی وجہ لوگ پوچھتے ہیں قل ھی
مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ" پٹ - رکوع ۲۴ سورہ بقرہ - ترجمہ: کہہ دو کہ وہ لوگوں کے کاموں کی
میں دین ہیں۔ آپ ان سے فرمادیجئے کہ اس میں مصلحت یہ ہے کہ اس سے لوگوں کے معاملات
جیسے مطالبہ حقوق اور عبادات جیسے حج، روزہ، زکوٰۃ، عدت وغیرہ معلوم ہوتے ہیں کیونکہ
دنوں سے مہینہ اور مہینوں سے سال بنتا ہے اس سے حساب، تاریخ و ماہ معلوم ہوتے ہیں
یہ سوال حکمت اور کسی نہ کسی وجہ سے کیا گیا تھا اور جواب بھی مصلحت سے دیا گیا اور
وہ مصلحت یہ ہے کہ سوال کرنے کا طریقہ، اس کے آداب سکھایا اور بتلادیا کہ چھوٹا منہ اور
بڑی بات نہ کیا کرو۔ بندہ کو حکمت الہی اور مصلحت شہنشاہی میں دخل نہیں دینا چاہیے۔

اسور مصلحت خویش خسر وال دانشد

ترجمہ: بادشاہ اپنے کاموں کی مصلحت آپ جانتے ہیں۔

گداے گوشہ نشین کو حساب مخروش

ترجمہ : اے حافظ تمہاری پسند فقیر کو مت پیھڑو۔

تم کو تمہارے کام کی باتیں بتلائے ہیں اور تم کو بھی اپنی ضرورت اور فہم سے زائد باتیں نہیں پوچھنا چاہیے، جیسا کہ بعض لوگ علماء سے ایسے مسائل پوچھتے ہیں کہ جن کا عمر میں کبھی کام ہی نہ پڑے، ایسا نہ کرنا چاہیے۔

حساب دو طرح سے ہوتا ہے :-

(۱) شمسی (۲) قمری

طریقہ شمسی میں ایک شکل رہتی ہے، مطلع مختلف رہتے ہیں، یہ ایک امر مخفی ہے، ایک مدت تک فرق ظاہر نہیں ہوتا، بخلاف اس کے طریقہ قمری میں شکل مختلف ہے، ہر ماہ میں ایک ہی منابطہ ہے اور اس کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے، مہولت کی وجہ سے قمری حساب شریعت میں لیا گیا بعض احکام کو اس حساب پر لازم کیا گیا ہے، جیسے حج، روزہ، عیدین، زکوٰۃ، عمت وغیرہ، اور بعض کو لازم نہیں کیا بلکہ مستحب قرار دیا جیسے زرخشن کا مطالعہ وغیرہ۔ اگرچہ شمسی حساب ناجائز نہیں ہے مگر شعائر اسلام نہیں ہے بلکہ قمری حساب شعائر اسلام ہے صحابہ اور سلف صالحین کا طریقہ ہے، اسی پر احکام شرعی کا دار و مدار ہے اس لئے جہاں ضرورت ہو، جیسے سرکاری دفاتر وغیرہ، اس میں شمسی حساب لکھیں، اس کے برخلاف روزمرہ کے کاموں میں قمری حساب لکھیں۔

سنو صاحبو، ایک بات سنو !

”وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْبُدُوا وَلَا تَدْعُوا ذَا قُرْبَىٰ“

ترجمہ : جب تم کوئی بات کہو تو انصاف کرو، اگرچہ قریبداروں کا معاملہ ہی کیوں نہ ہو۔ یوں اتفاقی طور پر بغیر کوشش کے کسی کو دیرانے سے خزانہ مل جائے تو یہ اور بات ہے لیکن اگر مل بھی جائے تو ایسا مال پھینکا کم ہے بلکہ عبادت اللہ ایسی ہی جاری ہے کہ انسان کو اتنا ہی ملے گا کہ جتنی اس نے کوشش کی۔ یہ ہیں کہتا ہوں، خود خدائے تعالیٰ فرماتا ہے ”وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ“ (پاک۔ رکوع ۱۰ سورہ نجم، ترجمہ، اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے کہ جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔

اگر وہ شخص کاشت کر رہے ہوں ان میں سے ایک شخص کچھ کوشش کیا ہی نہیں، صرف زمین میں بیج بویا، دوسرا ہل چلا کر بیج ڈالا ہے، کیا دونوں کو برابر مانجے گئے گا، ہرگز نہیں، جتنی کوشش اتنا ہی مال پیدا ہوگا۔ اس کو یوں بھی سمجھئے کہ ایک شخص صرف ہل چلایا، اور دوسرا شخص ہل بھی چلایا اور کھاد بھی ڈالا، اس کی کوشش بھی بڑھی ہوئی ہے، اس کا مال بھی زیادہ نکلا گا یا یوں سمجھئے کہ ایک شخص ہل چلایا اور کھاد بھی دیا، اور دوسرا شخص ہل بھی چلایا، کھاد بھی دیا اور ضرورت کے وقت باؤلی سے پانی بھی دیا تو چونکہ اس کی کوشش بھی زیادہ ہے اس دوسرے شخص کا مال بہت زیادہ نکلے گا۔ غرض جتنی کوشش اتنا ہی مال نکلے گا۔

یا یوں سمجھئے کہ ایک جاہل ہے جس کو پانچ روپیہ ماہوار ملتی ہے، دوسرا علم پڑھا اور ڈگریاں رکھتا ہے، اس کی کوشش کا یہ نتیجہ ہے کہ سوا پچاس لکھ ملے گا۔ اسی طرح ایک اور شخص ہے اس نے بھی کوشش کی اور اعلیٰ درجہ کی سند رکھتا ہے سینکڑوں روپے اس کی ماہوار ہے۔

اس کے برخلاف ایک شخص ولایت جا کر آیا ہے وہ ہزار پانچ سو کا ماہوار یا بھو جاتا ہے۔ غرض انسان کی جتنی کوشش اتنا ہی اس کو ملتا ہے، یہ ہمارا رات دن کا مشاہدہ ہے اور اس کا ہر شخص قائل ہے، اسی لئے کوشش میں لگا ہوا ہے مگر افسوس کہ انسان کا یہ خیال صرف دنیا ہی کے معاملات میں ہے، اور آخرت کے لئے اس کا الٹا سمجھا ہوا ہے کہ کوشش کی ضرورت نہیں، بغیر کوشش کے سب کچھ مل جائے گا۔

ایں خیال است و محال است و جنوں

ترجمہ: ایسا خیال مشکل ہے اور جنوں ہے۔

ایک ٹہا کٹا، خدا کا نازان، رمضان کا چور، کیا اس کو آخرت میں وہی مراتب ملیں گے جو خدا کے فرماں بردار، رمضان میں دن کو بھوکا، پیاسا رہنے والے، رات کو نیند ضائع کرنے والے کو ملتے ہیں۔ جب کھاد ڈالی اور کھاد نہ ڈالنے والا دونوں برابر نہیں ہو سکتے تو آخرت میں بھی یہ دونوں کیسے برابر ہو جائیں گے مگر انسان کو نفس و شیطان کچھ ایسا سبق سکھائے ہیں کہ وہ دنیا کے لئے تو بڑا محنتی ہوتا ہے لیکن آخرت کے لئے احمق ہوتا ہے۔

حکایت

واجد علی شاہ کے زمانہ میں دو احدی تھے، ایک روز ایک لیٹا ہوا تھا دوسرا اس کے بازو بیٹھا ہوا تھا، ان کے قریب سے جب ایک سوار گذرا تو لیٹے ہوئے احدی نے کہا میاں سوار! میرے سینہ پر سیر پڑا ہوا ہے ذرا تکلیف کر کے میرے منہ میں ڈال دو، سوار نے کہا کہ تیرے پاس جو بیٹھا ہوا ہے وہ ڈال دے گا۔ بیٹھے ہوئے احدی نے کہا بس جناب رہنے دو! کل میں لیٹا ہوا تھا میرے منہ میں کتا پیشاب کر رہا تھا اس نے ہٹایا نہیں تو کیا میں اس کے منہ میں سیر ڈالوں گا۔

آخرت کے لئے انسان ایسا ہی احدی، سست اور آرام طلب ہو جاتا ہے اور چاہتا ہے کہ لکھنؤ کے احدی کی طرح ہاتھ ہلائے نہ پاؤں اور منہ میں سیر پڑ جائے، مفت میں جنت مل جائے، اس لئے خدائے تعالیٰ فرماتا ہے **وَإِنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ** میرے دوستو! سنو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ دو دو مہینے ہمارے پاس چولہا نہیں سلگتا تھا۔ لوگوں نے دریافت کیا بی بی! پھر کیسے گزر ہوتی تھی تو آپ فرماتی ہیں کہ دو چار کھجور کھائے، پانی پی لے، اور رات گزر گئی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کئی کئی دن کا فاقہ گذرتا، پیٹ پر پتھر باندھتے، ایک روز حضرت عائشہ نے دیکھا کہ مارے بھوک کے پیٹ پیٹھ کو لگ گیا ہے تو رو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ دنیا سے اتنا تو لیجئے کہ پیٹ کی یہ حالت نہ رہے تو حضرت نے فرمایا عائشہ! مجھے دنیا سے کیا کام مجھے یہی اچھا معلوم ہوتا ہے کہ یہی حالت رہے اور صبر کروں۔

صاحبو! عمر بھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھوکے رہے، تم کیسے رسول اللہ کے چاہنے والے ہو، ایک مہینہ بھوکے رہ کر رسول اللہ کی شکل نہیں بناتے ہو۔ کیا محبت کرنے والے ایسے ہی ہوتے ہیں، راتوں کو نماز میں کھڑے کھڑے حضرت کے قدم مبارک دم کر گئے تھے، ہائے تم کیسے رسول اللہ کی محبت کرنا والے ہو، تم سے بیش رکعت تراویح نہیں پڑھتی دوستو! سنو، مسلمان کی علامت بتلائی گئی ہے **وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ** (پک۔ رکوع ۱۔ سورہ بقرہ) ترجمہ: لیکن جو لوگ ایمان والے ہیں وہ تو خدا ہی کے سب سے زیادہ دوست دار ہیں۔

مسلمان خدا کی محبت میں سب سے زیادہ سرشار رہتے ہیں، حدیث میں ہے کہ لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَا مَحَبَّةَ لَكُمْ؛ جس کو رسول اللہ کی محبت نہیں اس کو ایمان نہیں۔ اور حدیث میں یوں بھی آیا ہے کہ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ نَفْسِهِ وَمَالِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگوں میں سے کوئی شخص پورا مومن نہیں ہوتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی جان سے اور بیٹے اور باپ اور سارے جہاں کے لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

سب سے زیادہ رسول اللہ کی محبت ہو۔ دوستو! کیا محبت کر نیوالے ایسے ہی ہوتے ہیں اپنے محبوب سے ملنے کے لئے اور اپنے محبوب کو راضی کرنے کے لئے کیا کیا کوششیں نہیں کی جاتیں۔ غرض مسلمانوں کے محبوب کی آمد آمد ہے جس کے لئے ایک سال سے ترس رہے تھے بعض انتظار انتظار ہی میں قبروں میں جا کر سو گئے، وہ محبوب کون ہے وہ مبارک رمضان ہے صاحبو! ارشاد باری ہو رہا ہے وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ رکوع ۲ سورہ اعراف ترجمہ: اور (دیکھو) غافلوں میں سے نہ ہو جاؤ۔ کبھی ہمارے یاد سے غافل نہ رہنا، اسی کو پاس اٹھاس کہتے ہیں کسی کی غلامی سے یہ بات آسانی سے حاصل ہو جاتی ہے، غافلوں میں ذکر ایسا ہے جیسے سرسبز درخت خشک درختوں میں اور جہاد میں بھاگنے والوں میں وہ شخص جو کفار پر اکیلا جہاد کر رہا ہے اور پانی کی طرح اپنا خون بہا رہا ہو، اس پر خدا ایسے تعالیٰ ہمیشہ نظر رحمت سے دیکھتا ہے اور وہ ایسا ہے جیسے روشن چراغ اندھیرے گھر میں۔ اس طرح کا ذکر مجھے فرشتہ کا مشابہ بتا دیتی ہے، ایسا بننے میں تجھ کو بار بھی نہیں، اور فرشتوں کے وصف سے تجھ کو ہمیشہ متصف ہونے کا حکم دیتے ہیں، ایک اور وصف ہے کہ جس سے تو ہو ہو فرشتہ ہو جائے، یعنی جیسے فرشتہ کھاتے پیتے اور سوتے نہیں ہیں۔ تیری مجبوریوں کا خیال کر کے اس کا برس میں ایک مہینہ کے لئے حکم دیتے ہیں کہ تو بھی بھوکا پیاسا، بے نیند کے رہے۔

اب اس کا زمانہ آگیا، اب فرشتہ بنانے والے مہینہ کی آمد آمد ہے۔ مسلمانو! خوش ہو جاؤ، اب وہ مہینہ آگیا۔

حدیث جو شخص رمضان کے آنے پر خوش ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے بدن کو روزخ کی آگ پر حرام کر دیتا ہے۔

غرض صاحبو! اب اس مہینہ کی آمد آمد ہے کہ جس میں مسلمان کی روزی فراخ ہوتی ہے جو کچھ کھائے خواہ بے حساب ہو یہ سب کھانا پینا طاعت میں شمار ہوتا ہے۔

صاحبو! اس مہینہ کی قدر کر دو تو اچھا ہے ورنہ تمہاری کچھ پرواہ نہیں، اس لئے کہ ہماری عبادت کرنے والے، تسبیح و سجدہ کرنے والے بہت ہیں، مسلمانو! خدائے تعالیٰ جن کو "اپنے" فرماتا ہے کیا تم ان میں شامل ہونا نہیں چاہتے، اس لئے روزہ رکھ کر تراویح پڑھ کر اور نیکیاں کر کے خدا کے بندوں میں ہو جاؤ۔

اب اس اجال کی تفصیل سنئے:-

رمضان المبارک کی فضیلت بیان کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ سے کچھ شعبان اور شب رات کے بارے میں عرض کیا جائے کہ وہ رمضان سے قبل آتے ہیں۔ اس لئے اب شعبان اور شب رات کے متعلق سنئے:-

شب رات سنو صاحبو! ارشاد باری ہو رہا ہے وَمَا الْخَلْقُ إِلَّا لِمَتَاعٍ
الْخُرُودِہ (پک۔ رکوع ۱۹۔ سورہ ال عمران) ترجمہ: اور دنیا کی زندگی تو دھوکہ کا سامان ہے۔

نیا کی
نیت

بیماریوں میں وہ بہت بڑی بیماری ہے کہ جس کی وجہ سے سینکڑوں بیماریاں پیدا ہوں، اور لائق ڈاکٹر وہ ہے کہ اس بیماری کا علاج ایسا کرے کہ دوسری بیماریاں خود بخود کم ہو جائیں، آج خدائے تعالیٰ ان آیتوں میں ایک ایسی بیماری کا علاج بتلاتا ہے کہ اگر اس سے شفا ہو جائے تو بہت سی بیماریوں سے خود بخود شفا ہو جاتی ہے۔ اس تقریر سے آپ کو شب ہو رہا ہو گا کہ دو اقدانہ کام آج مسجد میں ہو رہا ہے، ہم تو صبح اور تندرست ہیں، ہم کو آج کی تقریر سننے کی کیا ضرورت ہے۔

سنو صاحبو! بہت سی بیماریاں ایسی ہیں کہ جو تو خود بیمار کی سمجھ میں آتی ہیں، اور نہ دیکھتے والے سمجھتے ہیں کہ وہ بیمار ہے، بیمار ایسی غفلت میں رہتا ہے اور وہ بیماری سمجھ

میں آتی ہے تو اس وقت آتی ہے جب کہ وہ بیماری لا علاج ہو گئی ہو، بجز موت کے کوئی اور صورت نہیں۔ ایسے وقت معلوم ہونے سے کیا فائدہ، سو اے پچھتائے کے کوئی نتیجہ نہیں، ہاں اگر اس وقت کسی ڈاکٹر سے تشخیص کروالی جائے تو وہ کہے گا کہ بیماری بہت بڑھ گئی ہے جلد علاج کرو، ورنہ بات ہاتھ سے جاتی ہے۔

اسی طرح آپ بھی ایسے ہی بیمار ہیں کہ اس بیماری کو نہ تو آپ ہی خود سمجھتے اور نہ دیکھنے والے اسی غفلت میں گزر رہی ہے البتہ موت کے وقت سمجھ میں آئے گا، اس وقت سمجھ میں آنا بے کار ہے۔

صاحبو! آپ جسمانی بیماری کے علاج کے لئے کبھی انگریزی ڈاکٹر کو بتلائے تو کبھی یونانی حکیم کو۔ اسی طرح کبھی آپ روحانی بیماریوں کے لئے روحانی حکیم طریقت کی طرف بھی رجوع ہوئے ہو کہ ذرا دل کی نبض دیکھو کہ یہ بیمار ہے یا تندرست، وہ کہے گا جیسے جسم کی بیماریاں پہلے معمولی ہوتی ہیں پھر لا علاج ہو جاتی ہیں، جیسے طاعون، افسلونسرا وغیرہ ایسا ہی روحانی بیماریاں آغاز مرض میں تو ان کا علاج ہو سکتا ہے مگر آج لا علاج بیماریاں ہو گئی ہیں۔ پہلے مریض دل شروع ہی سے حکیم روحانی کے زیر علاج رہتا تھا اور آج ایسے وقت آتا ہے کہ دل بیمار قرار دینا مرنے کے ہے یا مر گیا ہے ایسا علاج ہو تو کیسا ہو، اگر آج بھی کیا تو کچھ اس طرح کہ نبض دکھایا (یعنی ہاتھ میں ہاتھ دیکر مرید ہوا) پھر صورت نہیں دکھاتا، ایسا نہ ہو کہ کڑوی دوا پینا پڑے، تو کیا صرف نبض دکھانے سے مرض جاتا رہے گا، کیا صرف ہاتھ میں ہاتھ ملائے سے مرض جائے گا، نبض اس لئے نہیں آتے کہ کبھی حکیم جسمانی کی طرح حکیم روحانی کی ناز برداری کرنا پڑے گا، یہ کون کرے تو خیر کبھی ایسے مجمعوں میں جایا کرتے رہو، جہاں دل اور روح کی بیماریوں کا بیان ہوتا ہے (جیسے مجلس وعظ) وہاں تو کسی کی ناز برداری کرنا نہیں پڑتا ہے، اس سے اتنا تو معلوم ہوگا کہ فلاں فلاں بیماریاں ہیں اور اس کی یہ علامتیں ہیں، پھر یہ سوچ سکتے ہو کہ ہم بھی اس بیماری میں مبتلا ہیں یا نہیں، اگر اتنا بھی نہ کر سکو تو بس علاج ہر سکا۔ اور بیماری جا چکی، اس وجہ سے کہ بیمار لا پرواہ ہے، طبیب اپنا مطلب بند نہ کرے گا۔

مکن ہے کوئی نہ کوئی علاج کو آ رہی جائے گا، اس لئے مدینہ کے افسر الاطباء کا دوا خانہ کھلا ہوا ہے، بیماریاں بتلائی جا رہی ہیں، علامتوں سے واقف کرایا جا رہا ہے، نسخے بھی دیے جا رہے ہیں، اب جس کا جی چاہے علاج کرائے یا نہ کرائے۔

صاحبو! اپنی چھپی ہوئی بیماریوں کو سنو، خدا کے لئے سنبھلو اور اپنی خبر لو۔ اور اگر یہ مرض ہو تو اس کے علاج کی کوشش کرو۔ مختصر تقریر کے بعد وہ مرض میں آجائیں گے۔

حکایت ایک باپ اپنے نادان بچہ کو ایک روپیہ دیا کہ جس پر سیاہی لگی ہوئی تھی، لڑکا اس کو لے کر باہر نکلا۔ کسی ٹھگ کو معلوم ہو گیا، ٹھگ کے پاس کتھل

کا روپیہ تھا، اس میں ظاہری چمک و دمک تو بہت تھی، اس بچہ کو دھوکہ دے کر اسی روپیہ لے کر کتھل کا روپیہ اس کو دے دیا۔ بچہ خوش ہے کہ میرے پاس کیسا چمکتا ہوا روپیہ ہے، باپ غصہ ہو رہا ہے کہ کم بخت بچہ کو ٹھگ نے دھوکہ دے دیا، لڑکا اس کو غلط سمجھ رہا ہے۔ جب بچہ بازار میں بیوہ والے کی دکان پر پہنچا اور وہ روپیہ اس کو دیا تو دکاندار نے روپیہ اٹھا کر پینک دیا۔ اس وقت خبر ہوئی کہ سچ ہے، ٹھگ نے دھوکہ دے دیا۔ ایسا خدا سے تعالیٰ نے تم کو اصلی چاندی کے جیسا دل دیا، تم اس کو لے کر جو یہاں آئے، دنیا نے جو مثل ٹھگ کے بے دل خود لے کر کتھل کے روپیہ کے جیسا نفس تم کو دیدیا ہے، تم خوش ہیں کہ بڑی دمک و کمبختی نفس ملی مگر خدا سے تعالیٰ غصہ میں ہے، اور فرما رہا ہے ”وَعَسَىٰ أَنتُمْ أَكْثَرُ الظَّالِمِينَ“ (پاک۔ رکوع ۲۔ سورہ انعام) ترجمہ اور دنیا کی زندگی نے ان کو دھوکہ میں ڈال رکھا ہے۔

دنیا کی زندگی نے تم کو دھوکہ دے دیا۔ پھر جب قبر اور قیامت کے بازار میں پہنچو گے اور نفس کو اٹھا کر پینک دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ دل لاؤ تو اس وقت خود ہی بلو گے ”وَعَسَىٰ أَنتُمْ أَكْثَرُ الظَّالِمِينَ“ سچ ہے دنیا نے دھوکہ دے دیا۔

حکایت ایک گراہنے پر اعلیٰ درجہ کے قایلین کا نریش بچھا ہوا تھا اور اس کے نیچے خوشنوار گرہا تھا، ایک شخص بچھا کہ اس قایلین پر بیٹھ کر دلف اٹھاؤنگا قایلین پر پاؤں رکھتے ہی ابھی مزہ تو کچھ مذا ہی نہیں، قایلین دب گیا اور وہ گر پڑے میں

گر گیا جس میں طرح طرح کی اذیت دینے والی اشیاء ہیں ایسا ہی دوزخ۔ گڑھے پر دنیا جو مثل قالین کے پُر لطف ہے، پچھی ہوئی ہے، انسان اس پر قدم رکھتا ہے کہ کچھ مزہ ملایا نہ ملا کہ دنیا ہٹ جاتی ہے اور یہ دوزخ میں گر جاتا ہے، اس وقت خود کہتا ہے ”غَرَّتْهُمْ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا“

تعجب تو یہ ہے کہ دیکھتا ہے کہ دنیا کا قالین ہٹا ہوا ہے لوگ گڑھے میں گرتے جاتے ہیں، پھر خود بھی قالین پر پاؤں رکھتا ہے۔

حدیث | قیامت میں ایک بڑھیا آئے گی، بد صورت، نیلی آنکھیں بڑے بڑے دانت باہر نکلے ہوئے، تمام خلق کہے گی نعوذ باللہ یہ کون کم سخت ہے، سب منہ پھیر لیں گے حکم ہوگا یہاں کیوں منہ پھیر رہے ہو، یہی تو دنیا ہے کہ جس پر تم کیسے گرتے تھے، اسی چڑیل کی وجہ سے آپس میں حسد و دشمنی کرتے تھے، اسی کی وجہ سے آپس میں خون خرابہ ہوتا تھا۔ نہ قرابت کا پاس ہوتا تھا نہ دوستی کا خیال، اس وقت سب کو یاد آئے گا: ”غَرَّتْهُمْ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا“

وہ دوزخ میں ڈال دی جائے گی تو وہ کہے گی کہ میرے دوست بھی میرے ساتھ دے دئے جائیں، اس لئے اس کے ساتھ اس کے چاہنے والوں کو بھی دوزخ میں ڈال دیا جائے گا، ہم نے مانا کہ دنیا حسین بھی ہے، ہر طرح کی اس میں راحت بھی ہے سب ہنسر ہیں، لیکن اس دنیا میں ایک عیب ایسا ہے کہ جس نے اس کے سب خدہ بیوں کو خاک میں ملا دیا۔ وہ عیب یہ ہے کہ دنیا ختم ہو جانے والی ہے، آپ دیکھتے ہوں گے کہ کیسے کیسے بڑے بڑے مکانات اجڑے پڑے ہیں، ان کے رہنے والوں کے دماغ میں کیا کیا تمنائیں ہونگی، کیسی کیسی آرزوئیں ہوں گی مگر وہ سب خاک میں مل گئے۔ دنیا ختم ہو گئی۔ صاحبو! خدا اور رسول کے جو احکام ہیں، ہر ایک میں بہت سے فائدے ہیں۔ مثلاً توحید، اسکا ایک فائدہ تو یہ ہے کہ توحید کے اعتقاد سے نجات ہوگی، اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ غیر خدا پر کبھی طمع اور خوفاً نظر نہ ہوگی، کیوں کہ یہ طبعی بات ہے، جب کسی بہت بڑے سے تعلق ہو جاتا ہے تو چھوٹوں کی ہیبت یا احتیاج دل میں باقی نہیں

رہتی ہے جیسے تعلقات دار کی محبت و تعلق، تحصیلدار کی ہیبت اور احتیاج نہ رکھے گا۔

حکایت

ایک ریاض شاہ ایک مرتبہ شکار کے لئے گئے۔ اتفاقاً تن تنہا کہیں دور نکل گئے۔ ایک دیہاتی کے پاس صہان ہوئے، جب واپس ہونے لگے تو دیہاتی سے کہا کہ اگر تم کو کوئی کام کی ضرورت ہو تو ہمارے پاس آنا، چنانچہ وہ ایک ایسے موقع پر آیا کہ اکبر نماز پڑھ رہے تھے، نماز سے فارغ ہو کر اس نے دعائ مانگی، جب دعا کر چکے تو دیہاتی نے کہا تم یہ کیا کر رہے تھے، اکبر نے کہا میں خدا سے دعائ مانگ رہا تھا، اس نے کہا کہ کیا تم کو بھی مانگنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اکبر نے کہا بے شک مجھ کو بھی ضرورت ہوتی ہے۔ دیہاتی نے کہا پھر مجھ کو تم سے مانگنے کی کیا ضرورت ہے۔ جو تمہارے شاہانہ سوالات کو پورا کر سکتا ہے تو کیا وہ میرے غریبانہ سوالات کو پورا نہ کرے گا۔

یہ استغناء، یہ توکل، توحید کا نتیجہ ہے، اسی طرح آپ کے دل سے دنیا کی محبت جو کم کی ہے اس کا فائدہ خود ہی دوسری آیت میں بیان فرماتے ہیں، بعض چیزوں سے انسان راضی ہوتا ہے مگر دلچسپی نہیں جیسے کڑوی دوا اور بعض چیزوں سے دلچسپی ہوتی ہے مگر اس سے دل راضی نہیں جیسے زنا۔ مگر وہ بہت بُری چیز ہے اور بعض چیزیں ایسی ہیں کہ جن سے راضی بھی ہوں اور دلچسپی بھی ہو تو دنیا ایسی چیز ہے کہ اس سے انسان راضی بھی رہتا ہے اور دلچسپی بھی رہتا ہے۔ کوئی سودے رہا ہے اور کوئی رشوت، کوئی کسی کی زمین غصب کر لیا ہے وغیرہ سب کو دل سے پسند ہے، کبھی جی کو برا نہیں لگتا۔ اسی واسطے دنیا کی خدمت بیان کی جاتی ہے کہ رَحُّوْا جَاہِلِیَّةَ الدُّنْیَا وَاطْمَئِنُّوْا بِهَا (دیکھو۔ رکھو!۔ سو رہو!) تریس (ترجمہ اور دنیا کی زندگی پر خوش اور اسی پر مطمئن ہو بیٹھے۔ آخرت کو بھول کر دنیا میں اول لگاؤ گئے اور دنیا دل میں گھس جائے گی، یہیں بعض کراصلی گھر کو جانے سے گھراؤ گئے، یہی بیماری ہے جو تمہارے دل کو مردہ کر دے گی۔ اسی واسطے تم کو دنیا سے روکا جا رہا ہے۔ ہر مسلمان بتلائے کہ روزانہ کتنی مرتبہ دنیا میں رہنے سے جی گھبرا رہا ہے، اگر جی گھبرا رہا تو آخرت میں جانے سے۔ حالانکہ ہماری حالت تو ایسی ہونی چاہیے تھی کہ جیسے ہم اپنے وطن سے دوسرے شہر میں کسی کام سے جائیں، تو ہوسٹل میں ٹھہرتے

ہیں مگر دل وطن میں اٹکا ہوا رہتا ہے، ایسا ہی ہم دنیا میں سب کچھ کرنا تھا، مگر دل آخرت میں رگا رکھنا تھا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم دنیا کی حقیقت نہیں سمجھے۔ ہماری ایسی حالت ہے کہ بچہ ہوٹل کو دیکھ کر وہاں کے سامان کو دیکھ کر صند کرے کہ میں تو یہیں رہوں گا، اس پر عقلمند ہنستے ہیں، ایسی ہی ہماری حالت ہے۔ اللہ والے ایسا ہی ہم پر ہنستے ہیں کہ بھائی یہ مسافر خانہ ہے، اس سے کہیں دل لگاتے ہیں، اسی واسطے حدیث شریف میں آیا ہے: "الَّذِي نَسِيَ سَجِنَ لَمْ يَمُوتْ مِنْ بَيْنِ رَجْمَةٍ: دنیا مومنوں کے لئے قید خانہ ہے، اس لئے گویا کیسا ہی عیش ہو مگر جیل خانہ میں جی نہیں لگتا، ایسا ہی مسلمان کی شان یہ ہے کہ دنیا میں دل نہ لگے، گویا ہی آرام ہو، کیوں کہ دل لگنے کی جگہ گھر ہے اور دنیا گھر نہیں ہے۔

مسلمانو! تمہارا گھر تو آخرت ہے مگر تم نے اپنے لئے دنیا کو گھر بنا رکھا ہے، بیچ فرما بیے ایک شخص کے دو گھر ہوں، ایک عاریتہ اور ایک ہبۂ کہ جس کا اس کو مالک بنا دیا گیا ہے، اب یہ اندر جا کر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ دونوں مکان خراب، خستہ ہیں دیواریں ٹوٹی ہوئی ہیں، کہیں کہیں گری ہوئی بھی ہیں۔ ہر ایک مکان کی مرمت کرانا ہے تو اب بتلائیے کہ روپیہ مکان عاریتہ میں لگائیں یا مکان موہوب میں۔ ہر شخص کہے گا کہ اپنے پاس رہنے والے مکان میں لگانا چاہیے۔ اگر کوئی مکان عاریتہ میں ہزار روپیہ لگا دے تو اس کو سب بے وقوف سمجھیں گے۔

صما حیو! دنیا اور آخرت دو مکان ہیں۔ دنیا عاریتہ اور آخرت موہوب۔ دونوں کی مرمت کی ضرورت ہے۔ عمر کاروپیہ کسی ایک مکان کی آبادی کے لئے کافی ہے اگر آپ عمر کاروپیہ چند روزہ دنیا کی تعمیر میں خرچ کر دیے تو اپنے آخرت کے مکان کو اجڑا ہوا پائیں گے تو اس وقت کس قدر حسرت ہوگی۔ بایوں سمجھئے کہ:-

حکایت کوئی شخص روپیہ بکرا لایا اور گھر پہنچ کر بیوی بچوں کو دیا، یا کوئی یوں کیا کہ روپیہ بکرا لارہا تھا راستہ میں دیکھا ایک درخت کی شاخ ٹیڑھی ہے اس نے بڑبڑی کو بلا کر سب روپیہ خرچ کر ڈالا، گھر میں منتظر ہیں کہ میاں باہر سے کما کر

لائیں گے، میاں تو یہ کام کر کے بیٹھے، سب اس کو بوقوف کہیں گے۔

غرض دنیا کے گھر کو بنانا ایسا ہی ہے جیسے راستہ کے درخت کو درست کرنا۔ اگر دنیا سے جی نہ لگائے ہو تو اتنا بھی آخرت کا شوق نہیں کہ جتنا مسافر کو ہوتا ہے، ذرا ہر ایک اپنے اپنے دل کو دیکھے کہ کیسے کیسے خیالات آ رہے ہیں کیوں رہیں گے، یوں بسیں گے، یوں جائیدادیں پیدا کریں گے، یوں نوکر ہوں گے، یوں وکالت کریں گے، یوں پاس ہوں گے، کبھی یہ بھی خیال آیا کہ ہم مر جائیں گے تو یوں خدا کے سامنے جائیں گے، یوں جنت ملے گی، یوں باغات ہوں گے، یوں مکانات ہوں گے، یوں حوریں ہوں گی۔ اگر آخرت کو سدھار لیا تو یوں بہار ہوگی، یوں عیش ہوگا، ورنہ مصیبت و پریشانی ہوگی، جس سے جی لگتا ہے، اسی کے انسان خیالات پکاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ دنیا سے جی لگا ہے اور آخرت سے کچھ بھی تعلق نہیں، جب خیال آیا تو دنیا کی مصیبت کا کہ دنیا کی زندگی کیسے کٹے گی۔ اس کے مصیبتوں سے کیسے بچیں گے، اسی طرح کبھی یہ بھی خیال آیا کہ آخرت کی زندگی کیسے کٹے گی، دوزخ کی مصیبت کیسے سہہ سکیں گے، یہ سب حالات بتلا رہے ہیں کہ ہم نے دنیا کو گھر سمجھا ہے اگر آخرت کو گھر سمجھتے تو مصیبتوں کا ہم کو غم نہ ہوتا، مسافر خانہ کے کھٹل متائیں تو یہی خیال ہوتا ہے ایک رات گزر جائے گی کل گھر میں آرام کریں گے۔ خواب میں اگر کسی شخص نے یہ دیکھا کہ سانپ بچھونے کا ٹ لیا ہے، اور خوب پیٹا جا رہا ہے، اسی وقت آنکھ کھل گئی، کیا دیکھتا ہے کہ نہایت عمدہ سبج کسے ہوئے پانگ پر ہے اور بہت بڑا محل ہے، لوگ ادھر ادھر کھڑے ہوئے ہیں، جھک جھک کر سلام کر رہے ہیں، کوئی مورچہ چھیل رہا ہے، کوئی عطر لارہا ہے، کوئی پان لارہا ہے تو کیا اس شخص کے ذہن میں اس خواب کا کچھ اثر باقی رہے گا، ہرگز نہیں۔ اسی طرح دنیا کا غم خواب کا غم ہے۔ ایک شخص خواب میں دیکھے کہ تخت سلیمان پر ہوں اور تمام لوگ میرے سامنے دست بستہ کھڑے ہیں، لوگ اپنی اپنی حاجتیں میرے سامنے پیش کر رہے ہیں میں ان کو پوری کر رہا ہوں۔ غرض تمام شاہی ٹھاٹھ جسا ہوا ہے، آنکھ کھولتے ہی چاروں طرف کیا دیکھتا ہے پچیس بیڑیاں لئے کھڑی ہے، جیل خانہ لے جانا چاہتی ہے، طرح طرح کی سزائیں دی

جاء ہی ہیں۔ غرض دنیا کی خوشی، خواب کی خوشی کی طرح ہے کسی نے خوب کہا ہے

حال دنیا را پر سیدم من از فرزانہ

ترجمہ: میں نے ایک عقلمند سے دنیا کی حقیقت دریافت کیا۔

گفت یا خوابی است یا بادیت یا افسانہ

ترجمہ: اس عقلمند نے کہا کہ یا تو وہ ایک خواب ہے یا ہوا ہے یا ایک کہانی ہے۔

واقعی دنیا کی مثال خواب کی سی ہے، اگر دنیا میں عمر بھر عیش کئے اور مرنے کے ساتھ ہی پکڑے گئے تو وہ عیش کیا کام آئے گا۔

صاحبو! آخرت میں مرنے کے بعد دنیا کی چیزیں کیا یاد آئیں گی، دنیا ہی میں

دیکھ لیجئے کہ عمر گزشتہ کا آرام و تکلیف اس وقت خواب سے زیادہ نہیں۔ اسی واسطے

حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت میں اہل مصیبت کو بڑے بڑے درجے عنایت

ہوں گے تو اہل نعمت کہیں گے کہ کاش دنیا میں ہمارے چمڑے تینچی سے ٹکڑے ٹکڑے

کرتے اور آج ہم کو یہ درجہ ملتے تو اچھا تھا۔ سبح تو یہ ہے کہ ہم نے جنت کو دیکھا ہی نہیں

اس لئے اس کی کچھ قدر نہیں، جب دیکھو گے تب حقیقت کھلے گی۔ اب رہا یہ شبہ کہ

یہ سب تو دیکھنے کے بعد ہوگا۔ اس وقت تو ہم مصیبت میں ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ

”اَلَا بَدَا لَكَ اللَّهُ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ“ (پہلا رکوع ۱۰۱۔ سورہ رعد) ترجمہ: اور سن

رکھو کہ خدا کی یاد سے دل آرام پاتے ہیں، کا مصداق نہ بننے سے مصیبت میں ہیں ورنہ

یہ مصیبت نہیں۔ یعنی تبم مصیبت میں اور دل آرام میں ہے، اب رہی یہ بات کہ آخرت

کو بھی تو کچھ سدھارے نہیں ہیں، آخرت کا کیسا خیال آئے گا یہ سچ ہے مگر میں آپ سے

پوچھتا ہوں کہ ایک شخص کا ذاتی مکان ٹوٹا پھوٹا پڑا ہے اور پختہ مسافر خانہ بھی ہے تو وہ

اپنے ٹوٹے پھوٹے گھر کی کو پسند کرے گا اور سوئے گا کہ اس وقت میرا گھر ٹوٹا پھوٹا ہوا ہے تو

کیا ہوا اس کو میں پختہ کروں گا ایسا ہی دنیا مسافر خانہ ہے اس سے آپ کو کیا، آخرت

آپ کا گھر ہے تو کیسا ہی ہو اسی میں دل بکائی، اسی کے حاصل کرنے کی فکر کیجئے۔

اسی واسطے اولیاء اللہ یہاں کی نسبت کو آخرت کی خوشی کا سبب سمجھتے تھے۔

حکایت

ایک شخص نے سوتے اپنی بی بی سے پانی مانگا وہ پانی لانے تک غاوند سو گیا وہ یہ سوچتی رہی کہ میں شوہر کو نہ اٹھاؤں تو وہ پیاسا رہتا ہے اور اگر اٹھاتی ہوں تو تیند خراب ہوتی ہے، اسی شش و پنج میں صبح تک کھڑی رہی صبح کو غاوند اٹھا اور بی بی کو کھڑا دیکھا۔ یہ بات غاوند کو بہت بھلی معلوم ہوئی اور غاوند کے دل میں بیوی کی بہت وقعت ہوئی۔ جوش محبت میں کہا تمہاری جو خواہش ہے کہو میں اسے پوری کروں گا عورت نے کہا اگر یہی ہے تو میری خواہش یہ ہے کہ مجھے طلاق دے دو۔ غاوند کو بہت حیرت ہوئی کہ یہ کیا بات ہے دونوں میں جھگڑا ہوا۔ عورت نے کہا تمہارا اور میرا فیصلہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہو گا۔ دونوں چلے راستہ میں شوہر کو ٹھوکر لگی، گر اور ٹانگ ٹوٹ گئی۔ عورت نے کہا اب گھر چلو طلاق کی ضرورت نہیں ہے۔ مرد نے کہا آخر یہ کیا بات ہے، عورت نے کہا کہ حدیث میں آیا ہے کہ جسکے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کرنا چاہتا ہے اسے کسی نہ کسی مصیبت میں مبتلا کرتا ہے۔ خدا کے دوستوں پر مصیبت آیا کرتی ہے، جب سے میں تمہارے پاس آئی ہوں تم پر کوئی مصیبت نہیں آئی تو معلوم ہوا کہ تم خدا کے دوستوں میں سے نہیں ہو۔ میں ایسے شخص کے پاس نہیں رہنا چاہتی جو خدا کا دوست نہیں ہے، اب تمہاری ٹانگ ٹوٹ گئی تو معلوم ہوا کہ خدا کے دوست ہو، اب طلاق لینے کی ضرورت نہ رہی ان عورت کی یہ حالت اس واسطے تھی کہ وہ دنیا کو گھر نہیں سمجھتی تھیں بعض لوگ ایسے ہیں کہ وہ دین کا کبھی ذکر کر دیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم کو دین کی فکر ہے اور آخرت کو ہم گھر سمجھتے ہوئے ہیں۔

صاحبو! اس سے کیا ہوتا ہے دیکھو اگر کسی کے پاس آطا بھی ہے اور تو ابھی ہے اور لکڑیاں بھی ہوں اور وہ نہ پکائے مگر ان چیزوں کا ذکر کیا کرتا ہے اور سوچتا ہے تو صاحبو اس ذکر اور اس سوچنے سے کیا ہوتا ہے، تدبیر تو یہ ہے کہ ہمت کر کے اٹھے اور پکا نا شروع کر دے اور جب بھوک لگے کھالے۔ ایسا ہی اگر آخرت کا ذکر ہی کرتا رہے اور آخرت کو سوچتا رہے تو کیا ہوتا ہے۔

صاحبو! ذرا ہمت سے کام لو، دین کے کام کرنے لگو اور جب آخرت میں جاؤ۔

اس سے نفع اٹھو۔ دنیا کے کام میں تو محض فکر پر بس نہیں کرتے ہو، پھر اس کی کیا وجہ ہے؟
 کہ آخرت کے کام میں محض فکر کو کافی سمجھ رہے ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ سب باتیں ہی باتیں
 ہیں حقیقت میں آخرت کا خیال نہیں ہے اگر آخرت کا خیال ہوتا، اور آخرت کے لئے کچھ کام
 کرتے تو اس کے اثرات خود نظر آتے۔

آخرت کو گھر سمجھنے کا ایک اثر تو یہ ہے کہ کسی سے عداوت و رنج نہیں گو معمولی
 لڑائی ہو گئی ہو دل میں عداوت نہیں، جیسے کوئی شخص ریل گاڑی کے ذریعہ سفر کرنے کے لئے
 کھڑا ہے ریل گاڑی آگئی۔ اگر اس وقت پلیٹ فارم پر کسی سے چل گئی تو لڑائی کو ایک طرف
 رکھ کر ریل گاڑی میں سوار ہونے کی فکر کرے گا۔ ورنہ ریل گاڑی چلی جائے گی اور یہ چھوٹ
 جائے گا۔ اسی طرح دنیا کے جھگڑوں میں الجھ کر آخرت کے سفر کو کھوٹا نہیں کرتے۔

چند نیچے ریت جمع کر کے کھیلنے کے لئے گھر بناتے ہیں، پھر ایک اس کو توڑ دیتا
 ہے تو دوسرا اس سے لڑتا ہے کہ تو نے ہمارا گھر توڑ دیا۔ ہم کو ان کی لڑائی پر ہنسی آتی ہے
 کہ یہ بھی کوئی مکان ہے کہ جس کے توڑے جانے پر لڑائی ہو۔ ایسا ہی اللہ والے ہماری
 لڑائی جھگڑے دیکھ کر مہنتے ہیں، اس لئے کہ ان کو دنیا کی ہر چیز کھلونا نظر آتی ہے۔
 دوسرا اثر آخرت کو گھر سمجھنے کا یہ ہوگا کہ دنیا کے سامان پر نہ اتراؤ گے، اس لئے کہ
 کہیں مسافر خانہ کے سامان پر کوئی اترتا ہے۔

تیسرا اثر یہ ہوگا کہ آخرت کے کاموں میں سستی و کاہلی نہ کرے گا، ہم دنیا کو گھر سمجھے
 ہوئے ہیں اس واسطے آخرت کے کاموں میں سست و کاہل ہیں۔

چوتھا اثر آخرت کو گھر سمجھنے کا یہ ہے کہ دنیا کو اپنا گھر نہ سمجھے گا، اس لئے نہ بکتر ہوگا نہ شیخی۔

حکایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زہر چوری گئی، ایک یہودی کے پاس ملی، آپ

نے اس کو پہچان کر فرمایا کہ یہ زہر میری ہے، یہ وہ وقت ہے کہ آپ خلیفہ

وقت ہیں، بادشاہ ہیں، یہودی کی وقعت دھڑے سے بھی گری ہوئی ہے وہ بادشاہ

وقت سے کہتا ہے کہ گواہ لاؤ۔ یہ ہے رعایا کو آزادی دینا، جو کہا کر کے دکھلایا، آج

کل کا زمانہ ہوتا تو دو چار غنڈوں کو لے جا کر زہر چھین لیتے۔ اللہ سے صحابہ انہوں

نے دنیا کو اپنا گھر نہیں سمجھا تھا اس لئے آپ خاموش رہ کر باضابطہ نالش کر دی۔ قاضی شریح کے پاس مقدمہ پیش ہوا، حضرت علیؑ عدالت میں خود آگئے، پس بادشاہ وقت عدالت میں آگئے ہیں مگر کیا مجال کہ کچھ ہل چل پڑ جائے، عدالت میں بھی اس نے انکار کیا تو علیؑ سے گواہ طلب کیا گیا۔ انھیں کسی سلطنت کا ایک قاضی بادشاہ وقت سے وہ بھی ایسے حضرت سے کہ جو ہرگز خلاف واقعہ کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ گواہ مانگتا ہے، حضرت علیؑ امام حسن اور قزیر کو گواہی میں پیش کرتے ہیں۔ حضرت علیؑ کے پاس بیٹے کی گواہی جائز تھی، شریح کے پاس ناجائز۔ اس لئے شریح نے کہا قزیر آزاد شدہ غلام اس کی گواہی ہو سکتی ہے۔ حسن آپ کے بیٹے ہیں ان کی گواہی نہیں ہو سکتی۔ آج کل کے محبان علیؑ ہوتے تو شریح کو کافر کہتے مگر وہاں دنیا کے واسطے کوئی کام نہ تھا۔ آخر گواہ نہ ہونے سے مقدمہ خارج ہو گیا، اگر کوئی شریح سے پوچھتا تو وہ قسم کھا کر کہتے کہ علیؑ سچے ہیں مگر سب مذہب پر جان دینے والے تھے، نہ شریح نے خلاف کیا نہ علیؑ نے برا مانا۔ یہودی نے جو غور کیا تو حضرت علیؑ پر ذرا سی بھی ناگواری نہیں حکومت پر رہ کر یہ کیا بات ہے اس کے دل نے کہا یہ مذہب بالکل سچا ہے۔ زرہ قدموں پر ڈال دی، اور کہا یہ آپ ہی کی ہے اور کہا لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اور مسلمان ہو گیا، آپ فرمائیے ہم نے زرہ بھی تجھ کو دے دی، وہ ہمیشہ آپ کی غلامی میں رہا۔

پانچواں اثر یہ ہے آخرت کو گھر سمجھنے کا کہ خدا سے ایسی لو لگی رہتی ہے کہ مخلوق سے ڈرتا ہی نہیں۔ مولویوں پر یہ تہمت مت لگاؤ کہ وہ دنیا چھڑاتے ہیں وہ جو کہتے ہیں اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دنیا مت کماؤ بلکہ وہ کہتے ہیں، وہ کیا کہتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کہتے ہیں کہ دنیا کماؤ مگر بالکل دنیا میں کھپ مت جاؤ۔ ورنہ دنیا کو گھر سمجھنے لگو گے، آخرت کو بھول جاؤ گے۔

دنیا میں کھپ جانا بولویا حیات دنیا کہو، وہی ہے جس میں ترکِ آخرت ہو۔ کسبِ دنیا کو نہ حیات دنیا کہتے ہیں نہ دنیا میں کھپ جانا۔ پس دنیا کما نا جائز ہے، دنیا میں کھپ جانا ناجائز۔ جیسے پانچخانہ کما نا برا نہیں، پانچخانہ کھانا برا ہے۔

دنیا میں کھپ جانے سے خدائے تعالیٰ سے غفلت ہو جاتی ہے، پھر اس سے جو بڑا کام ہو، وہ تھوڑا ہے۔ سنئے مولانا فرماتے ہیں۔

چیت دنیا از خدا غافل بودن

ترجمہ: دیکھو دنیا کیا ہے (وہ صرف خدا سے غافل ہونا ہے۔

نہ تماش و نفقہ و سرزند و زلت

ترجمہ: سونا، چاندی، گھر کا اسیاب، بیوی بچے، دنیا ہنسی ہیں۔

دیکھو حضرت علیؑ یوں بھی زدہ چھوڑ دے سکتے تھے اس لئے کہ کھویا ہوا، گھیا ہوا

ہی ہے لیکن زدہ حاصل کرنا ایک قسم کی کسب دنیا تھی، اس کا بھی حکم الہی ہے اس لئے دعویٰ کر دیے مگر دنیا میں کچھ ہوئے نہیں تھے اس لئے نہ بزور حکومت لئے اور نہ کسی ظلم کے ذریعہ سے لئے یہی دنیا میں نہ کھینے کا اثر تھا کہ باوجود حق پر ہونے کے جب مقدمہ ہار دیئے، زدہ نہ ملی تو کچھ پرواہ نہ کئے۔ بخلاف دنیا میں کچھ ہوئے لوگوں کے کہ وہ کیا کرتے، وہ یہ کرتے کسی نہ کسی ظلم سے زدہ حاصل کرتے ہیں اس سے بالکل نہ ڈرتے۔

غرض پانچواں اثر آخرت کو گھر سمجھنے کا یہ ہے کہ اس کی لود خدا سے ایسی لگی رہتی ہے کہ وہ مخلوق سے ڈرتا ہی نہیں جیسے حضرت خالدؓ کا واقعہ ہے کہ آپ ہامان ارمنی کے دربار میں (۱۰۰) سو آدمیوں کو ہمراہ لے کر تشریف لے گئے وہاں ہامان ارمنی نے حریر کا فرش بچھوایا تھا۔ حضرت خالدؓ نے اس کو اٹھوا دیا۔ ہامان نے کہا خالدؓ! میں نے تمہاری عزت کے لئے یہ فرش بچھوایا تھا۔ حضرت خالدؓ نے فرمایا کہ خدا کا فرش تیرے فرش سے بہت اچھا ہے۔

اب غور کیجئے کہ سنت خالدؓ کے ساتھ صرف سنت آدمی ہیں اور ہامان ارمنی کے پاس دس لاکھ فوج ہے۔ نتیجے میں حضرت خالدؓ کیا گفتگو کرتے ہیں۔ ہامان ارمنی نے کہا اسے خالدؓ! میرا بی چاہتا ہے کہ تم کو بھائی بناؤں۔ حضرت خالدؓ نے کہا بہتر ہے کہو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ ہامان ارمنی نے کہا یہ تو نہیں ہو سکتا۔ حضرت خالدؓ نے فرمایا ایسا نہ ہو تو ہم نے اپنے شفیق جہانمیں کو چھوڑ دیا، تمہارے کیا بھائی بناتے۔ پھر حضرت خالدؓ نے

فرمایا ہامان تو مسلمان ہو جا ورنہ وہ دن قریب نظر آ رہا ہے کہ تو حضرت عمرؓ کے سامنے اس طرح حاضر کیا جائے گا کہ تیرے گلے میں رسی ہوگی اور ایک شخص تجھ کو گھٹیتا ہوگا۔ اس پر ہامان آگ ہو گیا غضب ناک ہو کر کہا کہ ان لوگوں کو پکڑو۔ حضرت خالدؓ فوراً کھڑے ہو گئے ہمارا جیوں سے کہا خیر اب ایک دوسرے کو مت دیکھنا اب ان شاء اللہ حوض کوثر پر ملاقات ہوگی۔ فوراً نیام سے تلوار کھینچ لی یہ ہدیت دیکھ کر ہامان ڈر گیا اور کہا میں تو ہنسی دلی کر رہا تھا تب کہیں حضرت خالدؓ درست ہو کر بیٹھے۔

یہ جھٹا اثر آخرت کو گھر سمجھنے کا یہ ہے کہ اس پر خوف الہی اس قدر غالب ہوگا کہ اس کا دل دنیا سے سرد ہو جائے گا، کیا ایسے شخص سے کوئی برائی ہو سکتی ہے، اسی واسطے دنیا کی مذمت کر کے آپ کا دل دنیا سے سرد کرتے ہیں کہ آپ دنیا کریں مگر دل اتر اہوا ہو۔ کیوں کہ دنیا میں دل کھپا دینا ہی زہر ہے۔ یہ وہ بلا ہے کہ مرتے وقت یہی غالب ہو جاتی ہے، اللہ اور رسولؐ سے بے تعلق ہونے لگتی ہے، اس لئے آپ کو سکھاتے ہیں کہ آپ کو شش کریں کہ دل دنیا میں لگا ہوا نہ ہو۔ اللہ ہی سے دل لگاؤ۔ ہاتھ سے کام کرنے میں حرج نہیں ہے۔ یا با دنیا کرنا مگر دنیا میں کھپ نہ جانا۔ آئیے میں آپ کو اس کا نمونہ بتلاتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس قدر محبت تھی کہ دنیا میں کسی کو اپنی بیوی سے اتنی محبت نہیں ہوگی، یہ تو دنیا کرنا ہے اب آگے دیکھئے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ”فَاِذَا الْوُدُّ قَامَ كَاَنَّكَ لَا يَفْرُقُنَا“ ترجمہ: (ہم سے آپ ہنستے بیٹھتے) جب ازاں ہو جاتی تو اس طرح اٹھ جاتے کہ گویا ہم کو پہچانتے ہی نہیں۔

یہ تھا دنیا کرنا اور دنیا میں نہ کھیننا، بخلاف دنیا میں کھینے ہوئے لوگوں کے کہ وہ جب کسی کام میں لگ گئے تو بس اسی میں لگ گئے، نہ نماز کی نکر ہے نہ روزے کی۔ صنا حیو! مولویوں پر یہ بھی اعتراض نہ کرو کہ حیب دیکھو وہ آخرت کی اصلاح کی تدبیر بتلاتے ہیں کبھی دنیا کی اصلاح کا طریقہ بھی تو بتلاتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مولویوں سے دس قدم تو خود آگے بڑھے ہوئے ہیں، اب مولوی اور کیا خاک بتلائیں گے

دوسری بات یہ ہے کہ دنیا آنکھوں کے سامنے ہے اس کا کرنا آسان ہے آخرت
نظروں سے چھپی ہوئی ہے، اس کا طریقہ بتلانا ضروری ہے اس لئے بتلاتے ہیں قطع نظر
اس کے ایک حکیم صاحب کے پاس کوئی جائے اور وہ نسخہ لکھ دیں، نسخہ لے کر باہر آیا
وہاں کھڑا تھا ایک چمار، اس نے کہا حکیم صاحب نے کیا بتلایا ہے۔ بیمار نے نسخہ دکھلایا
تب چمار نے کہا تمہاری جوتی پھٹی ہوئی ہے اس کے متعلق کیا بتلائے۔ بیمار نے کہا کچھ
نہیں تو چمار نے کہا پھر کیا خاک بتلائے۔ بیمار کہے گا یہ وہ حکیم صاحب کو دیکھ اور
جوتے سینے کی ترکیب بتانے کو دیکھ تو مولویوں سے دنیا کے اصلاح کی ترکیب پوچھنا
بھی ایسا ہی ہے جیسے حکیم صاحب سے جوتے سینے کی۔ ہاں حکیم صاحب جوتے سینے سے منع
کریں تو وہ مجرم ہیں، ایسا ہی اگر مولوی آپ کو دنیا کی اصلاح سے منع کریں تو وہ مجرم
ہاں اگر کھال میں سے ستالی نکلنے لگے تو حکیم صاحب اس طرح جوتا سلانے سے روکیں گے،
اور کہیں گے کہ زخم ہو کر سارا جسم بٹ جائے گا۔ اسی طرح آپ دنیا کی اصلاح ایسا کرنے
لیگیں گے کہ جس سے آخرت بگڑنے لگے تو اب مولوی روکیں گے اور کہیں گے کہ بھائی
آخرت بگاڑ کر دنیا لے کر کیا کرے گا۔ یا یوں سمجھیے کہ ایک شخص جیب میں اثرفیاں
بھرے اور جیب جگہ خالی رہے تو کوڑیاں بھرنے لگے اور اس کے بوجھ سے جیب پھٹنے
لگے، کوڑیوں کے ساتھ اثرفیاں بھی گرنے لگیں تو اگر کوئی اس طرح کوڑیاں بھرنے
سے منع کرے تو وہ خیر خواہ ہی ہوگا۔ ایسا ہی آپ دنیا کی چند کوڑیوں کے واسطے
دین کو کہ جو اثرفیوں سے زیادہ قیمتی ہیں برباد کریں تو مولوی آپ کو اس سے روکیں گے
تو وہ بھی خیر خواہ ہی سمجھے جائیں گے، ہاں آپ کوڑیاں اس طرح رکھیں کہ اثرفیوں کو نہ کھویں
تو وہ آپ کو کوڑیاں رکھنے سے منع نہیں کریں گے، اس پر نظیر اودہ واقعہ ہے کہ حضرت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نہ کھجور کے پھول مادہ کھجور پر رکھنے سے منع کئے حالانکہ اس کا رواج تھا اس
سال درخت کو بارناقص آیا تو آپ نے فرمایا دنیا کی اصلاح کے متعلق تم جانو تمہارا کام
جانے۔ ہاں جب دنیا کی ایسی اصلاح کرنے لگو گے کہ جس سے آخرت بگڑے تو اس سے
روک دیے جاؤ گے، اب رہا مولویوں پر یہ الزام کہ یہ دنیا سے بے خبر ہوتے ہیں، سچہ کا

کمال یہ ہے کہ وہ بالکل بھولا ہو، اسی طرح مولویوں کو بھی دنیا سے بالکل بے خبر رہنے دو، اگر ان کو دنیا کا کام آجائے تو ان کے ساتھ بھی تو نفس ہے تو وہ بھی دنیا کی اصلاح کرنے لگیں گے تو پھر آخرت کی اصلاح کون بتائے گا۔ ڈرائیور کو درجہ دوم کا ڈبہ سفر کرنے کیلئے لے تو وہ کبھی انجن پر نہ بیٹھے گا۔ آپ کے آرام کے لئے انجن میں بیٹھ کر بدن اور کپڑے سیاہ کریں اور آپ یہ قدر کریں کہ یہ درجہ دوم کے ڈبہ میں کیوں نہیں بیٹھتا۔ یہی مثال مولویوں کی ہے۔ غرض سب خرابیوں کی جڑ دنیا کھانا نہیں ہے بلکہ دنیا کی محبت ہے۔ اس محبت کو دل سے نکالنے کا علاج یہ ہے کہ آخرت کو کثرت سے یاد کرو تھوڑی دیر بیٹھ کر سوچنا کہ وہ ایک دن ہم کو مرنا ہے اور خدا کے سامنے جانا ہے، اے نفس تو دنیا کو چھوڑنے والا ہے، تھوڑی سی زندگی ہے اس نے تجھ کو دھوکہ میں ڈال رکھا ہے۔ یہ چند روزہ زندگی ہے، دنیا کا عیش و نشاط آخرت کے رنج و عذاب کے مقابلہ میں جس دوام کے قیدی کے لئے رات کا اختتام ہے۔ اے نفس پھر اس پر یہ غور، یہ غفلت آخرتاً بلکے۔ کیا بوڑھا ہو کر پھر جوان ہوتا ہے۔ تجھے آخرت کا کچھ خیال نہیں وہاں کے سامان کی کچھ فکر نہیں، دیکھ اب وقت جاتا ہے ایک دن وہ آتا ہے کہ تو قبر کے گڑھے میں پڑا ہو گا اور تجھ سے سوال ہو گا اگر اچھے جواب دے گا تو ابد الابد کا چین ہے ورنہ سدا کی تکلیف ہے کیا تجھ کو اس کی خبر نہیں کہ اسرافیل علیہ السلام صور منہ میں لئے کھڑے ہیں، کان لگائے ہوئے، نگاہ جائسے ہوئے ہیں کہ حکم ہوتے ہی صور پھونک دیں اے نفس جب یہ حالت ہے تو پھر تجھ کو کیسے چین آتا ہے، جب صور پھونکا جائے گا تو جو جس حال میں ہو گا وہ اسی حال میں رہے گا، قبر لیا ہوا نکل نہ سکے گا۔ کپڑا پہن رہا ہے تو پہن نہ سکے گا۔ پانی پیا ہے تو پی نہ سکے گا۔ ادھر تر اتر ہر چیز ٹوٹنے، پھوٹنے لگے گی اور اپنی روئیں گے۔ ہائے ہماری وہ موجیں کہاں ہیں، خدا کا امر آچکا وہ فنا ہو جائیں گے وقت آگیا فنا ہو جاتے ہیں، زمین چلائے گی کہ ہائے ہائے میری وہ شادابی، وہ سرسبزی کہاں گئی، اے وہ درخت میں نہ وہ پھریں ہیں، فنا کا وقت آگیا، جو کچھ عالم میں ہے سب نیست و نابود ہو جائے گا۔ ابیس اب تک رہ گیا تھا وہ بھی تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا ہو گا جب کوئی

باقی نہ رہے گا تو ملک الموت کو کہا جائے گا "كُلِّ نَفْسٍ ذَا نَفْسٍ الْمَوْتِ" (رپک رکوع ۱۹ سورہ ال عمران) ترجمہ: ہر تنفس کو موت کا فرہ چکھنا ہے۔ تم سن چکے ہو اب اپنی جان آپ نکالو اس وقت وہ بھی فرمائیں گے کہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ موت کی ایسی تکلیف ہے سب فنا ہو جائیں گے۔ سوائے خدا کے کوئی نہیں رہے گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا "مَلِكِ الْمَلَكِ الْيَوْمَ مَا رِپْکَ" (رکوع ۲ سورہ یونس) ترجمہ: آج کس کی بادشاہت ہے۔ وہ کہاں ہیں جو ہمارا خلافت کیا کرتے تھے، دنیا پر مرے تھے، اس دن کو بھولے ہوئے تھے پھر خود ہی فرمائے گا "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْفَصَارِ" (رپک رکوع ۱ سورہ یونس) ترجمہ: (آج) خدا کی (حکومت ہے) جو اکیلا اور غالب ہے۔

پھر دوسری بار حضور پھونکا جائے گا۔ سب اپنی اپنی قبروں سے اٹھیں گے۔ نامہ اعمال دیکھ جائیں گے، پہلی صراط سے گزرنا ہوگا۔ پھر آگے جنت ہے یا دوزخ۔ اس طرح روزانہ سوچا کریں، اس سے آخرت کے ساتھ تعلق پیدا ہوگا اور دنیا سے دل سرد ہوتا جائے گا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ دنیا پھر دھوکہ نہیں دے گی۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب یہ دنیا ایسی شے ہے تو یہاں سے جانے کی فکر ہونی چاہیے نہ کہ رہنے کی، خصوصاً جب کہ (۱۵) شعبان شبِ برات کو اس سال مریضوں کا نام مرنے والوں کے رجسٹر میں لکھ دیا جاتا ہے، کیا معلوم کہ کس کس کا نام لکھا جاتا ہے۔ ایسی حالت میں تو اور زیادہ فکر ہونی چاہیے۔ یہ رات بڑی عظمت و عزت کی رات ہے۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ پچھلی رات کو اور اس رات کو غروب آفتاب ہی سے اسے اپنی دنیا پر برآمد ہوتا ہے۔ تمام رات آسمان کے اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جنت کے رہنے والے جنت کے کنارہ آکر مسلمانوں کی عبادت کو دیکھتے ہیں۔ ایسا ہی شہدائے روحوں میں خوشیاں رہتی ہیں، تمام رات خدائے تعالیٰ کا خطاب ہوتا رہتا ہے کہ کوئی ہے مغفرت مانگنے والا کہ اس کو بخش دوں، کوئی طالب رزق ہے کہ اس کو رزق دوں، کوئی بتلائے مصیبت ہے کہ اس کو غائبیت دوں، رات ختم نہیں ہوتی کہ بہت سے گنہگاروں کی مغفرت ہو جاتی ہے مگر مشرک، برغت والا، جامعیت سے الگ رہنے والا، ظلم سے محض

لینے والا، کینہ والا، غیب کی خبریں بتلانے والا، حاکم کو ناجائز طریقے بتلانے والا، باجا بجانے والا، نزدیکیلے والا، قاطع رحم، ماں باپ کو ایذا دینے والا، دائمی نشہ باز، سود خوار، چغل خور، کہ ان کی مغفرت نہیں ہوتی۔

غرض شعبان کا مہینہ تبرک مہینہ ہے۔

حدیث شام روع | رمضان کی فضیلت دوسرے مہینوں پر ایسی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی فضیلت بندوں پر اور شعبان کی فضیلت دوسرے مہینوں پر ایسی ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت دوسرے پیغمبروں پر۔

حدیث | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ شعبان میرا مہینہ ہے۔ یہی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شعبان میں پانچ حروف ہیں، ہر حرف کے بدلہ مسلمان کو ایک ایک چیز عطا ہوئی ہے۔ شیون سے شرف و شفاعت، عین سے عزت و کرامت، اور ب سے جزا (نیکی)، الف سے الفت (محبت) اور نون سے نور۔

حکایت | ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جب میرے دوست ابو حفص کبیر کا انتقال ہوا تو آٹھ مہینے کے بعد خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ابو حفص کا چہرہ متغیر ہو گیا ہے اور رنگ زرد ہے میں نے سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب نہ دیا میں نے کہا سبحان اللہ میں سلام کرتا ہوں اور آپ جواب نہیں دیتے۔ فرماتے کہ سلام کا جواب دینا بھی عبادت ہے اور ہم کو عبادت کی ضرورت نہیں میں نے کہا کہ آپ تو بہت غریب صورت تھے، چہرہ کا رنگ ایسا کیوں ہو گیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ جب مجھ کو قبر میں رکھے تو ایک فرشتہ میرے سر ہانے آکر کھڑا ہوا اور کہا ”اوپر سے بڑھے“ اور میرے سانسے گناہ گننے لگا اور گزرتا جاتا تھا اور تمام بدن میں آگ بھڑک گئی۔ پھر قبر نے مجھ سے کہا کہ تجھے خدا سے شرم نہیں آئی، یہ کہہ کر قبر نے ایسا دیا یا کہ پھلیا اور میری اُدھر موکر چور چور ہو گئیں، شعبان کی پہلی رات تک میں اسی عذاب میں تھا شعبان کی پہلی تاریخ کو ایک آواز آئی کہ فرشتو! اس سے عذاب اٹھاؤ، اس نے تمام عمر شعبان کی راتیں جاگ کر گزاری ہیں اور اکثر روزہ رکھا ہے، اس لئے شعبان کی برکت سے اس سے عذاب دور کر دو، اور اس کو جنت اور رحمت کی خوشخبری سناؤ۔ شعبان کی

برکت سے اب میں آرام میں ہوں۔

صاحبو! یہ ادنیٰ فضیلت ہے شیطان کی، پھر اس شعبان میں ایک رات ہے جسکو شبِ برات کہتے ہیں وہ پندرہویں شب ہے، جس کی شان میں قرآن کی یہ آیت اتری ہے "إِنَّمَا أَفْزَلَتْهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ" (پہ۔ رکوع سورہ دخان) ترجمہ: ہم نے اس کو (لوح محفوظ سے) ایک برکت والی رات میں اتارا ہے۔

شبِ برات کا نام اللہ تعالیٰ نے مبارک رات رکھا ہے اور اس رات قرآن اتارا ہم نے، ایسا ہی شبِ قدر کے لئے فرمایا کہ ہم نے قرآن اتارا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ شبِ برات میں قرآن اتارنے کی تجویز ہوئی اور شبِ قدر میں آسمانوں پر اتارا، پھر ۲۳ سال تک تھوڑا تھوڑا کر کے دنیا میں اترتا رہا، یہ مبارک رات شیطان کی پندرہ کو آتی ہے، ہر رات اللہ تعالیٰ پچھلی رات کو آسمان دنیا پر برآمد ہوتا ہے اور شبِ برات میں غروبِ شمس سے ہی آسمان دنیا پر اللہ تعالیٰ برآمد ہوتا ہے تمام ملائکہ خلیفہ قدس میں جمع ہو جاتے ہیں، اس رات خدا کے تعالیٰ کی غاص تجلی ہوتی ہے جو اور راتوں میں نہیں ہوتی۔ فرشتہ رحمت بچھایا جاتا ہے، اس رات خدا کے یاد کرنے والوں پر رحمت و قرب کے پھول نچھاور کئے جاتے ہیں، آسمان کے دروازہ کھول دیئے جاتے ہیں، جنت عدن اور فردوس کو آراستہ کر کے ان کے دروازہ کھول دیتے ہیں۔ جنت کے رہنے والے جیسے جو وغیرہ جنت کے کنارے آ جاتے ہیں تاکہ خدا کی یاد کرنے والوں کا تماشہ دیکھیں، انبیاء اور شہداء کی روحیں، اعلیٰ علیین میں خوش خوش رہتے ہیں، یعنی عالمِ ماسوت میں ہونے والے معاملات عالمِ ملکوت میں فرشتوں پر ظاہر کر دیئے جاتے ہیں۔ مثلاً کسی کا مرنا، کسی کا پیدا ہونا، امیر ہونا، فقیر ہونا، بیمار و تندرست ہونا، تھکا و اذاتی کا ہونا، سلطنت و حکومت کا تغیر و تبدل، غرض سال بھر کی برآمد و مرتب ہو کر عمل کرنے کے لئے دے دی جاتی ہے، دعا کر نیوالوں کی دعا قبول ہوتی ہے، مانگنے والوں کو جو کچھ وہ مانگیں دے دیا جاتا ہے۔ کوشش کر نیوالوں کی مدد کی جاتی ہے یعنی کوشش کا صلہ دیا جاتا ہے، اطاعت کرنے والوں کو اطاعت کا بدلہ دیا جاتا ہے، گناہ کرنے والوں کے گناہ کی سزا میں کمی کی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ سے

محبت رکھنے والوں کو کراست عطا ہوتی ہے

پھر خدائے تعالیٰ تمام رات ارشاد فرماتا ہے کہ کون بتلائے مصیبت ہے کہ اسکو عافیت دوں، کون مغفرت مانگے والا ہے کہ اس کی مغفرت کر دوں، کون رزق مانگے والا ہے کہ اسکو رزق دوں۔

لوگ سمجھتے ہیں کہ خدا کی اطاعت سے رزق کم ملتا ہے، خدا کی اطاعت سے اور طلب مغفرت سے رزق میں برکت ہوتی ہے۔ پھر میں عرض کرتا ہوں کہ انسانی طبیعت کا بھی ناطہ کیا جاتا ہے، اگر نہ بھی مانگیں تب بھی دیتا بلکہ اگر تم یہ کہو کہ الہی روٹی مست دے، تب بھی یہ دعا قبول نہیں ہوتی۔ وہ جو کچھ قسمت میں ہے وہ پہنچ کر رہتا ہے، اگر قسمت میں جو کچھ ہے نہیں گے تو جبر سے دیا جائیگا۔ صاحبو! اپنا رمضان المبارک مکے پار سے ہی منجیے :-

صاحبو! ماہ رمضان آگئے یہ وہ مہینہ ہے جو آپس کو فرشتہ جیسا بنانے والا ہے اس میں مسلمانوں کی روزی زیادہ ہو جاتی ہے جو کچھ کھائے اس کا حساب نہیں، کھانا پینا سب طاعت، بھائی عبادت پر بڑا ثواب، فرشتے دعا و مغفرت کر رہے ہیں، شیاطین بند ہو گئے ہیں، رحمت کا دریا بہہ رہا ہے، جنت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ دوزخ کے دروازے بند ہیں، ہر روز گروڑ مار کی مغفرت ہو رہی ہے، اللہ تعالیٰ خوش اور راضی ہے۔ صاحبو! اس مہینہ کی قدر کرو، ناراضی ہو کر مصائب بھیجا تھا اب تمہارے تملک

سے مصائب مٹ گیا ہے، چار تو بہ کر کے نماز، روزہ، تراویح سے خدائے تعالیٰ کو خوش کرو اس مہینہ کی عزت کرنے سے خدائے تعالیٰ راضی اور عزت نہ کرنے سے ناراض ہوتا ہے۔

ایک بار بھی تم اپنے پیٹھے کو دیکھو کہ رمضان کے مہینہ میں بازار میں کھانا جا رہا ہے جیسے پان وغیرہ تو اپنے پیٹے کو مارے اور کہے کہ مالایق! مسلمانوں کے

رمضان کی عزت نہیں کرتا کسی نے پارس کو اس کے مرنے کے بعد دیکھا کہ جنت میں تخت پر بیٹھا ہے، لا جھما کہ جنت میں کیسے پہنچے وہ کہے کہ جب میرا وقت قریب آیا۔ حکم ہوا کہ فرشتو! اس کو کفر پر مست رہنے دو، اس سے کہو کہ تو نے رمضان کی عزت کی ہے اس لئے ہم کہتے ہیں کہ تو ہماری خاطر مسلمان ہو جا۔ میں مسلمان ہونے کے بعد سکران شروع ہوئی

رمضان
مبارک

رمضان کے
احرام
ایمان مہر

صاحبو! اب ذرا دوسرے پہلو کو دیکھیے :-

حکایت

ایک شخص کو آگ کے گرزوں سے مارتے ہوئے میدان قیامت میں لائیں گے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ دوڑ کر آئے گا اور حضرت سے چمٹ جائے گا۔ آپ پوچھیں گے کہ اس کا کیا قصور ہے۔ عرض کیا جائے گا کہ اس نے رمضان کا مہینہ پایا مگر اس کی عزت نہیں کیا، گناہوں میں رہا۔ حضرت شفاعت کرنا چاہیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا آپ کس کی شفاعت کر رہے ہیں اے اللہ کے رسول! رمضان اس کا دشمن ہے۔ آپ فرمائیں گے رمضان جس کا دشمن ہے میں بھی اس کا دشمن ہوں اور اپنے پاس سے ہٹا دیں گے۔

مگر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے :-

حکایت

ایک روز حضرت علیؑ ایک قبرستان میں سے گزرے، آپ نے ایک قبر کو ملاحظہ فرمایا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس میں جو مردہ ہے اس پر عذاب ہو رہا ہے، وہ حضرت علیؑ کو دیکھ کر چلائے دگا کہ حضرت میں چل گیا، آگ میں ڈوب گیا۔ حضرت علیؑ رونے لگے، عرض کئے اَعْقِرْنَا غَضَارًا (ترجمہ: اے گناہوں کے معاف کرنے والے اس کے گناہ معاف کر دے) حکم ہوا آپ اس کی شفاعت مت کرو یا علیؑ یہ رمضان کی عزت نہیں کرتا تھا۔ حضرت علیؑ سجدہ میں سر رکھ کر عرض کئے اٰلِی! اس مردہ کے سامنے مجھے شرمندہ مت کر۔ حکم ہوا یا علیؑ آپ کی آزر دگی کا خیال ہے، جاسیے ہم نے اس کو بخش دیا۔

صاحبو! اگر موسم گرما میں رمضان آئیں تب بھی روزہ رکھنا چاہیے۔

میں اس کو ایک نئے انداز سے ترغیب دلاتا ہوں سنیے: صاحبو! آخرت کے احادی خدا کے احکام کو مصیبت سمجھنے والے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی تھے، ان کو سچے مسلمان نہیں سمجھا جاتا تھا۔ کبھی احادیوں کی صحبت میں رہ کر انسان احمق ہو جاتا ہے بعض پکے روزہ دار ہوتے ہیں، مگر بے روزہ داروں کی صحبت میں رہ کر روزہ کھودیتے ہیں مگر جو سچے مسلمان ہوتے ہیں اگر صحبت نے ان کا ستیا ناس کیا تو

فوراً چونکتے ہیں، غفلت دور ہو جاتی ہے، نادم ہو کر خدا اور رسول کی تابعداری کرتے اور روزہ و تراویح شروع کر دیتے ہیں۔ جب غزوہ تبوک کی تیاری ہونے لگی تو ستر ہزار جاں نثار ساتھ ہو گئے لیکن جو نام کے مسلمان تھے، حیلہ و غدر کر کے رو گئے بعض سچے مسلمان بھی ان کی صحبت کی وجہ سے رہ گئے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ جاسکے، ان میں سے ایک ابو خیشمہؓ ہیں، حضرت تشریف لے گئے اور یہ گھر میں رہ گئے انکی دو نہایت خوبصورت بیویاں تھیں، ایک روز ابو خیشمہ گھر میں آئے، اس روز گرمی بہت تھی اور دھوپ سخت تھی انکی دونوں بیویاں انکے باغ میں تھیں یہ وہاں گئے کیا دیکھتے ہیں کہ سرسبز ٹھنڈی جگہ ہے، کوزوں میں ٹھنڈا پانی تیار ہے، مزیدار کھانا پکا ہوا رکھا ہے، خوب صورت بیویاں سامنے ہیں، یہ سماں دیکھتے ہی بے اختیار ہو کر رونے لگے اور خود سے کہنے لگے، ابو خیشمہؓ تو سایہ میں ہو، ٹھنڈی جگہ ہو، ٹھنڈا پانی، مزیدار کھانا کھائے اور خوب صورت عورتوں کے ساتھ لطف اٹھائے۔ ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگل میں ہیں، دھوپ سخت ہے، ہوا گرم ہے، لو چل رہی ہے، نہ کھانا برابر ہے نہ پانی، کیا یہی انصاف ہے، کیا اسی کا نام محبت ہے۔ کہا خدا کی قسم اس باغ میں قدم نہ رکھوں گا، نہ کھاؤں گا، نہ پیوں گا۔ نہ عورتوں سے باتیں کروں گا جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر نہ ملوں۔ تلوار بھالائے اور سوار ہو کر چلے۔

محمد رسول اللہ
ابو خیشمہؓ
اللہ عنہ

۹

صاحبو! معلوم ہے کہاں جا رہے ہیں، معزولی سفر نہیں ہے۔ اچی سرگٹا نے جا رہے ہیں۔ رسول اللہ کی محبت کا متوالا اور تو اور بیویاں بات کرنا چاہتے ہیں، بات بھی نہیں کرتے۔ حضرت سے جا کر مل جاتے ہیں، جیسے بچہ اپنی ماں سے دکھ درد کہتا ہے۔ حضرت سے سارا واقعہ سنارہے ہیں، حضرت ان کو دعائے خیر دے رہے ہیں۔ بخلاف نام کے مسلمانوں کے کہ وہ حیلہ کر کے حضور کے ساتھ نہ گئے۔ پھر ظالم دل میں خوش ہیں کہ سفر کی مشقت سے اور ایک زبردست سلطنت کی جنگ سے بچے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھ دھوپ میں، آؤ میں، پہاڑوں، اور میدانوں میں حیران و پریشان، پیاسے ہونٹ، منہ سوکھا ہوا ہے اور ہم باغوں کی ٹھنڈک، مکاؤں کے سایہ

میں اپنے اہل و عیال، دوست و احباب کے ساتھ لطف اٹھا رہے ہیں، یہ منہ نہیں کر باتیں کرتے تھے اور خود کو بڑا ہوشیار سمجھتے تھے، اپنی چال چل جانے پر بڑے خوش تھے اسی حالت کو ارشاد فرماتا ہے "فَرِحَ الْمُخَلَّفُونَ بِمَقْعَدِ رَسُولِ اللَّهِ" (پٹا۔ رکوع "سورہ توبہ" ترجمہ۔ جو لوگ (غزوہ تبوک میں) پیچھے رہ گئے وہ پیغمبر خدا (کی مرضی) کے خلاف بیٹھے رہنے سے خوش ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ جانے کی وجہ سے خوشیاں منا رہے ہیں "وَكِرَهُوا أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ" (پٹا۔ رکوع "سورہ توبہ" ترجمہ۔ اور اس بات کو ناپسند کیا کہ خدا کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کریں۔

خدا کے راستہ میں جان و مال صرف کرنے کو برا سمجھ رہے ہیں "وَقَالُوا مَا تَتَصَدَّقُوا فِي الْحَدِّ" (پٹا۔ رکوع "سورہ توبہ" ترجمہ۔ اور (اوروں سے بھی) کہنے لگے کہ گرمی میں مت نکلتا۔

آپس میں کہتے ہیں کہ اس لو اور دھوپ میں سفر نہ کرو، اور کہتے ہیں کہ یہ گرمی کا موسم ایسے وقت کہیں باہر نکلا کرتے ہیں حکم ہوا کہ آپ ان سے کہہ دیجئے "وَقَارِ بِهِنَّ أَشَدَّ حَرًّا" (ترجمہ ان سے کہہ دو کہ دوزخ کی آگ اس سے کہیں زیادہ گرم ہے۔

دوزخ کی آگ، معلوم ہے کیسی آگ ہے۔ جب آدم علیہ السلام دنیا میں انارے گئے تو ان کے واسطے کھانا پکانے کے لئے دوزخ کی چنگاری شتر بار پانی سے دھو کر لائی گئی جب شتر بار پانی سے دھوئی ہوئی یہ آگ ہے تو سمجھو کہ وہ اصلی آگ کیسی ہوگی۔ یہ دنیا کی آگ اللہ سے دعا مانگتی ہے کہ پھر اسے دوزخ کی آگ میں نہ ڈالا جائے۔ جب یہاں گرمی کی برداشت نہیں، گھر سے باہر نکل نہیں سکتے تو کل دوزخ کی آگ کیسے برداشت کرو گے۔ "لَوْ كُنَّا نُوْا يَفْقَهُوْنَ" کاش یہ (اس بات کو) سمجھتے۔

کچھ تو سمجھو ایسا ہی آخرت کے اجدی اس خوف سے روزہ چھوڑ رہے ہیں کہ رمضان سخت گرمیوں میں آگئے ہیں، ایسے وقت کہیں روزہ رکھا جاسکتا ہے۔ اسی

سے بھی کہئے "فَارْجَمْتُمْ أَشَدَّ حَزًّا لَوْ كُنَّا نُوَايِقُ الْمُؤْمِنُونَ"

جب یہاں کے گرمی کی برداشت نہیں، روزہ رکھا نہیں جاتا تو کل دوزخ کی آگ کی پھوک پیاس کی تکلیف کیسے برداشت کرو گے کچھ تو سمجھو، ایسا ہی جمعہ، نماز جماعت، اور کوئی احکام الہی، دھوپ اور جاڑے کے عذر سے ٹل نہیں سکتے۔ ہاں دوزخ کی آگ ٹل سکتی ہے، اسی خدا کے احکام کی پابندی سے خدا کے فرماں برداروں کو دوزخ کی آگ کچھ نہیں کر سکتی۔ رمضان کے روزہ دارو! آج پیاس کی وجہ سے دل میں آگ لگ رہی ہے کل جب قیامت میں جہنم پر سے گزرو گے تو جہنم چلائے گی کہ اے مسلمان! روزہ دار! مجھ پر سے جلد گزر جا، تیرا ایمان کا نور اور تیرے اس پیاس کی آگ، میری آگ بجھا رہی ہے۔ آدم علیہ السلام اس آگ کی کیفیت سن کر رونے لگے کہ میری اولاد اس آگ کی تکلیف کیسے برداشت کرے گی۔ حکم ہوا آدم! تمہاری اولاد جو ہماری فرماں بردار ہوگی، دوزخ کی آگ ان کا کچھ نہ بگاڑ سکے گی۔ خدا کے نافرمانو! خدا کی نافرمانی کر کے ہنس ہنس کر باتیں بنا رہے ہو، قَلِيلًا مَّا يَكْتُمُونَ اَكْثَرُ اَمْ حَٰزِلَ اَعْيُنُهُمْ اَلْبَاسُ اَمْ كَانُوا يَكْسِبُونَ (پیدا۔ رکوع ۱۱۔ سورہ قیسا) ترجمہ: یہ (دنیا میں) تھوڑا سا ہنس لیں اور (آخرت میں) ان کو ان اعمال کے بدلے جو وہ کر رہے ہیں بہت سارا دونا ہو گا۔

تھوڑا ہنسو، کئے کا بدلہ پانے کے لئے بہت رونا ہے۔

روزِ خی اس قدر روئیں گے کہ ان کے رخساروں پر بہروں کی طرح آنسو بہیں گے۔

حدیث

جب آنسو ختم ہو جائیں گے تو خون بہے گا۔

دنیا کا بھی تو محاورہ ہے کہا کرتے ہیں اللہ خیر کرے آج بہت ہنسے ہیں۔

حکایت حضرت حنن بصری رحمۃ اللہ علیہ ایک نوجوان کو دیکھے کہ وہ ہنس رہا ہے آپ نے فرمایا: بچہ کیا تو پل صراط پر سے گزر چکا ہے، کہا نہیں۔ پھر فرمایا کیا تجھے معلوم ہے کہ جنت میں جائے گا یا دوزخ میں، اس نے کہا نہیں، تو فرمائیے پھر یہ کیسی بات ہے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں جنت میں رونا تعجب کی بات ہے، ایسا ہی دنیا میں سنہنا تعجب کی بات ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صحابہ کو ہنستا ہوا دیکھتے تو فرماتے لوگو! تم سنہنتے ہو، دوزخ تمہارے پیچھے موجود ہے، جو میں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو تھوڑا سنہنتے اور بہت روتے، کھانا، پینا چھوڑ کر جنگل کی طرف نکل جاتے۔

صاحبو! دنیا مثل ریل کے ہے، لوگ چڑھتے، اترتے ہیں، اور ہر وقت گھنٹی بج رہی ہے۔ چلو بیدار ہو، تم کو یہ سفر درپیش ہے۔ کیا تم نے سوچا کہ جنازہ کی نماز میں تکبیر و اذان کیوں نہیں ہے؟ یہ اس لئے ہے کہ جنازہ کی نماز کی اذان اور تکبیر پیدا ہوتے ہی بچہ کے کان میں دی گئی ہے، اس سے بچہ کو یہ بتلا نا ہے کہ اذان و تکبیر سوچا صرف نماز جنازہ کا انتظار کرو۔ موت کو مت بھولو، ہائے یہ سماں سامنے ہے پھر کیسے سنسی آئے۔ ہائے ابھی چلتے پھرتے سنہنتے کھیلتے تھے، موت آتے ہی نہ جاننا ہے نہ کان، نہ آنکھ، نہ ناک۔ ہائے وہ حسن کہاں گیا، وہ چلنا پھرنا گیا ہوا، مٹی کا پتلا پڑا ہوا ہے، کپڑے میں لپیٹ دیا گیا ہے، مٹی میں دفن کر دیا گیا ہے۔ ہائے کیسے کیسے جوان حسین اور کیسے کیسے بااقبال، ذی اقتدار، کیسے کیسے بادشاہ ہفت اقلیم، کیسے عیش و آرام اٹھانے والے، ہزاروں من مٹی کے نیچے دبے پڑے ہیں۔

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اسے لپیٹ
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیئے

ابنہ وہ سامان عیش ہی ان کے پاس ہے نہ وہ مال و زر ہی ہے، جب آخر کار ایک رو یہ ہونا ہے تو پھر سنہسی کا کیا موقع ہے، پھر چار دن نہیں گزرتے کہ بدبودار بن جاتے ہیں۔ اعضا، الگ الگ ہو گئے ہیں، کپڑے جسم کو کھارہے ہیں، ہائے ابھی کیا تھا، ابھی کپڑوں کے پیٹ میں ہیں۔ انسان تو انسان جاؤر بھی بدبو سے گھنارہے ہیں۔ پھر آگے چل کر مٹی کا ڈھیر ہو گئے ہیں، بس مٹی سے مکان بن رہے ہیں، موجود تھے مفقود ہو گئے۔ گویا دنیا میں آئے ہی نہیں، اگر اتنا ہی ہوتا تب بھی روتے رہنے کے لئے کافی تھا، مگر ایسا نہیں ہے۔

بلکہ قبروں سے اٹھا کر کھڑا کرتے ہیں۔ زمین نئی، آسمان نیا، سورج سر پر ہے۔ جنت
آرامتہ ہو کر ترسا رہی ہے، دوزخ گرج کر ڈرا رہی ہے، خدا کے تعالے کا حکم ہے، فیصلے
ہو رہے ہیں۔ نامہ اعمال دیے جا رہے ہیں، جو کچھ کیا سب اس میں پار ہا ہے۔ دوزخ کا
ایک قطرہ ایسا ہے کہ جو تمام دنیا کو بدبودار کر دے۔ گنہگار اگر صرف دوزخ کو دیکھ لے تو
مارے وحشت کے دم نکل جائے، یہ ہونے والا ہے پھر کا ہے کی سنسی ہے۔

گم رشک برد فرشتہ بر پا کی صا

ترجمہ: میری پاکی پر کبھی کبھی فرشتہ بھی رشک کرتے ہیں

گنہ شدہ زندہ دیو زنا پاکی صا

ترجمہ: (کبھی میں ایسا ناپاک ہو جاتا ہوں کہ) دیو بھی میری ناپاکی پر ہنستے ہیں۔

ایمان چو سلامت بلب گورہ یم

ترجمہ: جب قبر میں سلامتی کے ساتھ ایمان لے جاؤں گا۔

تحقیق شود پاکی و ناپاکی صا

ترجمہ: میرے پاک ہونے یا ناپاک ہونے کی تحقیق ہو جائے گی۔

صاحبو! ابھی کیا خبر کہ مرتے وقت ہم کس حال میں ہوں گے۔ ابھی تو کشتی منجورھا

میں ہے۔ دوستو! اگر ہمیشہ یہ فکر اور ڈر رہے کہ اللہ جانتا ہے تو پھر اس کے بعد

کوئی گناہ سرزد ہی نہ ہو گا۔ اس کے ساتھ ساتھ نیکیاں بھی کرتے رہو۔ مثلاً نماز،

روزہ وغیرہ۔

اس لئے صاحبو! میں اب آپ سے روزہ کے دنیوی اور آخری فوائد عرض

کرتا ہوں سنئے:-

روزہ کے دنیوی اور آخری فوائد

میرے روزہ دار دوستو! میں آج کچھ اور دیکھ رہا ہوں، آپ کے چہروں کے رنگ

فوق ہو رہے ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ نور الہی چہروں پر برس رہا ہے، بھوک

اور پیاس کی تکلیف برداشت کر رہے ہو۔ بھوک کی وجہ سے پیٹ، پیچھ سے ملا جاتا ہے پیاس کے مارے ہونٹ اور منہ خشک ہو رہے ہیں۔ مگر بے شاء اللہ آپ کی ہمتوں میں بال برابر فرق نہیں آیا ہے اور آپ کے استقلال میں ذرا بھی کمی نہیں ہوئی اور ہر دم آپ کی نظر شام کی طرف ہے کہ کب آفتاب ڈویے اور کب ہم کھڑے ہوئے راز دنیا زکریں، کچھ دل کی سنائیں اور خود مزہ دار باتیں سنیں۔ ادھر شام ہوئی دن بھر کے بھوکے پیاسے کچھ کھائے کچھ نہ کھائے کس شوق سے در محبوب پر دوڑتے آتے ہو۔

صاحبو! آپ نے سوچا کہ آخر یہ ہے کیا؟ آپ کے دلوں میں کیا دھن بندھی ہوئی ہے کس کے کا دن آپ یوں کھانا، پانی، نیند اور آرام سب چھوڑ بیٹھے ہو، اس کے سوا کچھ اور جواب نہیں اور آپ بھی یہی کہیں گے کہ جب سے ہمارے محبوب نے فرمایا ہے ”يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ“ (پ۔ رکوع۔ سورہ مائدہ) ترجمہ: (خدا ایسے لوگ پیدا کر دیگا کہ جن کو وہ دوست رکھے اور جسے وہ دوست رکھیں۔

اللہ کو ان سے محبت ہے اور ان کو اللہ سے۔

الَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ (پ۔ رکوع۔ سورہ بقرہ) ترجمہ: جو لوگ ایمان والے

ہیں وہ تو خدا ہی کے سب سے زیادہ دوست دار ہیں۔

مسلمان سب سے بڑھ کر اللہ سے محبت رکھتے ہیں، اس محبت بھرے خطاب کے مزہ

میں کچھ ایسے بے سدھ ہیں کہ نہ بھوک اور پیاس ستاتی ہے اور نہ نیند۔ جب یہ خیال آتا ہے کہ

میدان قیامت میں ہر ایک کو یوں پکارا ہوگی۔ اے امت موسیٰ! اے امت عیسیٰ! اور ہم کو

پکارا جائے گا اے خدا کے چاہنے والو! چلو اپنے محبوب کے پاس چلو، تو یہ دھن لگی ہوئی ہے،

کہ کسی طرح چاہنے والوں میں ہو جائیں، اور ہم سے کیا ہو سکتا ہے جو خدا کی شان کے لائق

کچھ کریں۔ صاحبو! حکم کی تعمیل کرو، چاہنے والوں میں ہو جاتے ہو۔ جب کہا جائے بھوکے

رہو، بھوکے رہے۔ اگر کہا جائے پیاسے رہو، پیاسے رہے اس طرح بنو تو خدا کے چاہنے

والوں میں ہو جاتے ہو۔ اس لئے ہم اس طرح عبادت کرتے ہیں۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ پیارے کے جیسے بنو تو پیارے بن جاتے ہو۔ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کا بھوکا رہنا اور جاگنا یاد ہے اس لئے بھوکے رہتے اور جاگتے ہیں تاکہ خدا کے پیارے اور چاہنے والے بنیں۔

حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی پیٹ بھر نہ کھائے (حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ) آپ کے بھوکے رہنے سے مجھے

آپ پر ترس آتا تھا (میں) آپ کے پیٹ پر ہاتھ پھیرتی تھی اور کہتی تھی کہ میں آپ پر قربان دنیا سے اتنا تو لیجئے کہ بھوکے نہ رہیں۔ آپ فرمائے مجھ سے پہلے کے اولوالعزم پیغمبر دنیا سے بھوکے تشریف لے گئے بڑی بڑی اذیتیں اٹھائے بس لئے مجھے ڈر ہے کہ میں نعمت میں رہوں اور پیٹ بھر کھاؤں تو پیچھے رہوں گا۔ چند روز صبر کرتا ہوں تاکہ آخرت میں پورا حصہ پاؤں۔

صاحبو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جاگنے کی یہ حالت ہے کہ شروع رات سوتے اور ایک بجے سے جاگتے اور قبل فجر سو کر نماز فجر کے لئے جاتے اور اکثر ایسا ہوتا اور کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ ایک گھنٹہ سوتے پھر اٹھ کر مشک سے وضوء کر کے دو رکعت ایک گھنٹہ میں پڑھتے پھر سو جاتے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر اٹھ کر وضوء کر کے نماز پڑھتے پھر سوتے، اسی طرح تمام رات گزر جاتی۔ ہائے قلب مبارک میں کیا بات ہوتی تھی کہ سونے نہ دیتی تھی۔ اٹھا اٹھا کر بٹھاتی تھی۔

صاحبو! یہ سب سچ ہے جب آپ روزہ رہتے ہیں پیاس ستاتی ہے۔ بھوک ناتوان بناتی ہے اور طرح طرح کی تکلیفیں ہوتی ہیں مگر کبھی پیٹ پر پتھر باندھنے کی نوبت نہیں آتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیٹ پر پتھر باندھتے تھے۔ صاحبو! بے شک آپ کو نیند برا نہیں ملتی لیکن میرے دوستو! آپ کے پاؤں تو نہیں سو جھتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں رات کے وقت کھڑے کھڑے قدم مبارک سوچو جاتے تھے مگر ایک بار حضرت تو آپ کو یاد آجائیں گے حضرت کا بھوک سے پیٹ پر پتھر باندھنا اور راتوں کو جاگنے سے پاؤں سو جھنا یاد آکر آپ کو مزہ دے جائے گا، غرض نیند نہ ملے گی اور بہت ساری تکلیفیں ہوں گی اور ہونا ہی چاہیے ہے۔

در رہ منزل یسلی کہ خطر ہاست بجاں

ترجمہ: یسلی کے راستہ میں بہت سے خطرہ ہیں۔

آپ کا بھوکا پیاسا رہنا، وہ صورت پر مردہ، اس آتری ہوئی صورت پر وہ نور برستا ہوا، تیند پوری نہ ملنے سے آنکھوں میں تیند بھری ہوئی کہ دیکھنے والے

دیوانہ کہیں۔ دیوانہ گھلانا ہی عشق کی پہلی منزل ہے۔

در رہ منزل یسلی کہ خطر ہاست بجاں

شرط اول قدم آنت کہ مجنوں پاشی

ترجمہ: (ان خطرہوں کو برداشت کرنے کے لیے) پہلی شرط یہ ہے کہ مجنوں بن جاؤ۔

اب اس کو بھی دراسو نیچے کہ آپ پر روزہ، نماز اور تراویح کیوں مقرر کی گئی

ہے۔ دنیا کے محبوب خواہ مخواہ کی فرمائش کرتے ہیں جس میں عاشق کا کچھ فائدہ نہیں

ہوتا بلکہ محبوب ہی کا فائدہ ہوتا ہے لیکن یہاں ایسا نہیں ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ

کا کچھ فائدہ نہیں ہے، آپ ہی کے سینکڑوں فائدے ہیں، یا روزہ اور تراویح، کوئی

سخت حاکم کا حکم ہے کہ اپنی حکومت دکھانے کے لئے بے فائدہ حکم دیدیا ہے کہ اتنے

دنوں تک بھوکے پیاسے رہو، راتوں کو جاگنا اس ہبینہ میں خدا کے خزانے میں کمی ہو جاتی

ہے کہ روزہ کے بہانہ سے اپنا عیب چھپایا جاتا ہے اور ایک روزی کی تخفیف کر دیتا ہے

یہ بھی نہیں بلکہ رمضان میں مسلمان کی روزی بڑھ جاتی ہے۔

غرض روزہ اور تراویح سے خدا کا کچھ فائدہ نہیں بلکہ سینکڑوں فائدے آپ کو

پہونچانا چاہتے ہیں۔ مولانا مثنوی میں فرماتے ہیں۔

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است

ترجمہ: حق تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

قصد من از خلق احسان بودہ است

ترجمہ: میرا ارادہ مخلوق پر احسان کرنے کا ہے۔

من نکر دم امرتا سودے کنم

ترجمہ : میں مکم اس واسطے نہیں کیا ہوں کہ کوئی سختی کروں
بلکہ تاہر بندگانِ جود سے کم
ترجمہ : بلکہ میں تو اپنے بندوں پر احسان کرنا چاہتا ہوں
من نکر دم پاک از تسبیح شان
ترجمہ : میں خود پاک ہوں انکے اعمال کی وجہ سے پاک نہیں ہوتا ہوں
پاک ہم ایشاں شوند و درفشان
ترجمہ : اپنے اعمال سے یہ لوگ پاک ہوتے ہیں

صاحبو! روزہ میں صرف آخرت کا ہی فائدہ نہیں ہے بلکہ دنیا کا بھی فائدہ ہے
بیہقی میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ہے کہ جو بندہ میرے لئے روزہ رکھتا ہے تو میں اس کے جسم کو تندرست

کرتا ہوں۔

حدیث سننے کے بعد تو اور کسی کا قول سنانے کی ضرورت نہیں، مگر آج کل
زمانہ کارنگ کچھ ایسا بگڑا ہے کہ بغیر یورپ کی تحقیق کے تسکین نہیں ہوتی، وہ بھی سن لیجئے
شکاگو یونیورسٹی کے ایک پروفیسر مسٹر کارسن تین دن تک مسلسل تجربہ کرنے
کے بعد ثابت کیا ہے کہ قیامِ شباب اور اعادہٴ شباب کے لئے روزہ رکھنے سے زیادہ
کوئی چیز مفید نہیں۔

پروفیسر مذکور سب سے پہلے پندرہ دن کا مسلسل فاقہ تجویز کرتا ہے اس کا خیال
ہے کہ اس کے بعد جب انسان کھانا شروع کرتا ہے تو معدہ سے زیادہ لعاب پیدا ہوتا
ہے اور تمام اعصاب و عضلات زیادہ قوت سے کام کرنے لگتے ہیں، انہوں نے خود
پر اس کا تجربہ کیا ہے اور متعدد طویل فاقوں کے بعد وہ خود کو بہت زیادہ قوی حسیت
و چالاکی اور جوانی سے زیادہ قریب پاتے ہیں، گاندھی جی نے کہا تھا کہ برت (روزہ)
سے پاکیزگی پیدا ہوتی ہے۔ دماغ اور روح کو تقویت پہنچتی ہے، جو اس پر انسان قابو
حاصل کر لیتا ہے اس بیان پر بڑے بڑے ملحدین کی گردنیں جھک گئیں اور ان کو تسلیم

روزہ
صحیح

مردوں کی
گواری

کرنا پڑا کہ بے شک برت ایک زبردست روحانی حربہ ہے۔

لیکن آج سے تیرہ صدی پیشتر جب کہ دنیا ہر قسم کے تجربات سے خالی اللہ میں تھی ایک امی پیغمبر اٹھتے ہیں اور وہ مسلمانوں کے لئے روزہ کا روحانی نسخہ تجویز فرماتے ہیں دنیا اس کو تو ہم پرستی سے تعبیر کرتی ہے مگر مسلسل تجربوں اور عقل و دانش کے فیصلوں نے آج دنیا کو اس حقیقت کے اعتراف پر مجبور کر دیا کہ روزہ انسان کی ذہنی روحانی اخلاقی اور خیالی ترقیوں کا واحد ذریعہ ہے اور بغیر اس کے حقیقی تقویٰ تک رسائی ناممکن ہے۔

مسلمانو! رمضان المبارک کا مہینہ آگیا۔ رحمت باری کے نزول کا وقت آپہونچا۔ انابت، الی اللہ، خشوع، خضوع، نرمی اور گدازی کا زمانہ سر پہ آکھڑا ہوا، لیکن تم نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے۔

صاحبو! جب تک تم آگ میں کودنا پسند نہ کرو گے تمہاری کٹانیتیں دور نہیں ہو سکتیں، اور تم خالص سونا نہیں بن سکتے۔ روزہ ایک بھٹی ہے جو طیب کو خبیث سے اور کھڑے کو کھوٹے سے جدا کر دیتی ہے۔ مسلمان کے لئے یہ ایک معمولی آزمائش ہے۔ اس میں بھی ثابت قدم نہ رہنا، روحانی تسفل کا آخری مقام ہے۔

ایک حکمت روزہ کی حدیث پاک میں یوں بیان فرمائی گئی ہے کہ "مَنْ جَاعَ بَطْنُهُ عَظُمَتْ فِكْرَتُهُ وَ قَطُنَ قَلْبُهُ وَ رَقَّتْ عَيْنُهُ" ترجمہ: جو اپنے پیٹ کو بھوکا رکھتا ہے، اس کا مادہ غور و فکر بڑھ جاتا ہے۔ طبیعت میں رسائی، قلب میں لینت اور نرمی پیدا ہو جاتی ہے۔

اگر معذہ کی اس طرح روک تھام نہ ہو تو کثرتِ خواب و خور، سببِ شفاوتِ قلبی و کورباطنی کا ہو جاتا ہے۔

آمریکہ کے ڈاکٹروں کی تحقیق میں ثابت ہوا ہے کہ ہفتہ میں ایک دن کا روزہ جسم میں مستعدی اور عقل میں جولانی پیدا کرتا ہے، اس کے ثبوت میں بڑے وثوق سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ نسکا گو یونیورسٹی کے طلباء نے سالانہ امتحان میں جانے سے پہلے ایک

دن قاقہ کر لیا تھا۔ نتیجہ امتحان پچھلے سالوں سے بہت بہتر رہا۔ ڈاکٹروں، سائنسدانوں کی تحقیق، کروڑوں دلیں کی سرگردانی کے بعد وہاں آکر قائم ہوتی ہے جہاں ایمان بالغیب رکھنے والے بدویوں کا تاقہ پہلے ہی دن سے خیمہ لگائے بیٹھا ہے۔ کاش اگر مکہ کے ڈاکٹر وضوء نماز اور رمضان کی طرف بھی توجہ فرمائیں۔ شاید کہ ایمان بالغیب کے منکر مسلمان اس راہ سے مشرف بہ اسلام ہو جائیں۔

پہلا فائدہ روزہ کا ادنیٰ فائدہ یہ ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ماہین دو روزہ رمضان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ عدالت میں اگر مقدمہ خارج بھی کر دیا جائے تو مثل پھاڑتے نہیں داخل دفتر کرتے ہیں، اس پر لوگ کس قدر خوش ہو جاتے ہیں۔

صاحبو! خدا کی عدالت میں مقدمہ بھی خارج، مثل بھی خارج، نامہ اعمال ہی کو دھو ڈالتے ہیں تاکہ فرشتوں کو اعتراض کا موقع ہی نہ رہے۔ صاحبو! کیا رعایت ہے، اس کا کچھ ٹھکانہ ہے۔

دوسرا فائدہ حکم ہوتا ہے کہ بندہ تو ہم سے بہت دور پڑا ہوا ہے مجھ میں اور تجھ میں کوئی مناسبت نہیں، کوئی تعلق اور رگاؤ نہیں۔ تیرا جی چاہتا ہے ہماری بارگاہ کا مقرب بننا۔ اگر مجھ میں اور تجھ میں مناسبت پیدا ہو جائے تو بندہ تو مشقت فاک ہو کر ایسا ہمارا طالب ہے، ہماری رحمت سے دور ہے کہ تجھ کو محروم رکھیں، اس لئے تجھ کو ایک موٹر دیتے ہیں، اس سے خدا کا راستہ جلد طے ہوتا ہے وہ موٹر روزہ ہے، اگر تو اس موٹر میں نہ بیٹھا تو پیچھے رہ جائے گا۔

خدا احمد ہے، کھاتا پیتا نہیں، سوتا نہیں۔ تم بھی دن کو کھاتے پیتے نہیں، رات کو جاگتے ہو تو خدا اے تعالیٰ سے مناسبت پیدا ہو کر خدا کے مقرب ہو جاتے ہو، اس لئے فرمایا "اَلصَّوْمُ لِيْ اَنَا اَجْزٰی بِہٖ"

ترجمہ: روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دینے والا ہوں۔

تیسرا فائدہ صحیحین کی روایت میں ہے کہ دوزخ کی آگ کی گرمی اور جلن انتہائی درجہ پر ہے اور امام احمد کی روایت میں ہے کہ وہ (۹۹) درجہ پر ہے۔

دوزخ میں بھوک کی ایسی تکلیف ہوگی کہ دوزخ کے سب عذابوں کے برابر ہوگی۔ بھوک سے ترپ کر کھانے کے لئے قریا دکر میں گئے۔ ضریع یعنی خاردار گھانٹس جو دمڑہ، سخت ہوتی ہے، جانور بھی اس کو نہیں کھاتے اور اگر کوئی جانور کھائے تو مر جاتا ہے۔ ایلوے کی طرح کراوی، مردار کی طرح بدبو دار کھانے کو ملے گی، حلق میں پھنس جائے گی، حلق سے نیچے اتارنے کے لئے پانی مانگیں گے تو دوزخ کا پیپ، لہو اکھوتا ہوا دیا جائے گا کہ جس کی بھاپ سے منہ کا چمڑا نکل جائے گا جب پیٹ میں پیوستے گا تو اندر تکرے سے تکرے کر دے گا۔ دوزخ کے نگہبانوں سے گڑ گڑا کر کہیں گے کہ خدا سے کہہ کر ہمارا عذاب کم کرادو وہ کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس رسول نہیں آئے تھے کیا معجزہ نہیں دکھلائے اور کیا کتاب نہیں اتری تھی وہ کہیں گے کہ بے شک آئے تھے مگر سہاری کی سختی کہ ہم کو کچھ نہیں سوچھا، فرشتے صاف کہہ دیں گے کہ ہم سے کچھ نہیں ہو سکتا، تب مالک راہِ دوزخ کو پکار دیں گے کہ اس عذاب سے نجات کے لئے دعا کرے، ہزار برس کے بعد وہ جواب دے گا کہ چپ رہو، تم کو نہیں رہنا ہے، تب مجبور ہو کر خدا سے دعا کریں اے الہی! ہم بدبخت تھے کہ ہم گمراہ رہے، ہم کو یہاں سے نکال، ہم اچھے اعمال کر کے آئیں گے، اس دعا کے وقت ان کے دلوں میں کیا کیا امیدیں ہوں گی، اس آخری جواب کو بھی سن لیجئے۔ خدا نے تعالیٰ کتوں کو دھتکارنے کی مانند ان کو دھتکار دے گا اور کہے گا کہ ہم سے بات مت کرو، تب دوزخ سے جھانکیں گے اور ان کے باپ، بھائی، اقربا، بداد جو جنت میں ہیں ان کو پکاریں گے اور کہیں گے کہ ہم مل رہے ہیں، کچھ کھانا، پانی دو، وہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کا کھانا، پانی تم پر حرام کر دیا ہے، اس لئے تم کو نہیں مل سکتا۔ صاحبِ دوزخ اس وقت کی بے کسی اور ناامیدی کو اچھی طرح سوچو۔ قرابتداروں نے صاف جواب دیدیا۔ دوزخ کے نگہبانوں نے انکار کیا، مالک نے یوں کہہ دیا اور

خدا تعالیٰ نے یوں دستکار دیا اب کہیے کون سی تدبیر کی جائے کہ اس سے نجات ہو۔ یا یوں ہو کر گدھے کی طرح بے فائدہ فریاد کریں گے، ہائے ادھر جنتی کھاتے پیتے مزہ میں رہیں گے

نیت صبرت ز آب و نان این جہاں

ترجمہ: اس جہاں کی روٹی اور پانی نہ ملنے کا تجھ کو صبر نہیں ہے۔

صبر چوں داری تو نعمہائے جہان

ترجمہ: جنت کے نعمتیں نہ ملنے پر کس طرح صبر کرے گا۔

فاقہ یک روز حالت کرد زار

ترجمہ: ایک روز فاقہ کیا تو تیری حالت اتنی خراب و خستہ ہو گئی۔

چوں کنی یا فاقہائے بے شمار

ترجمہ: قیامت میں بے شمار فاقوں کو کس طرح برداشت کرے گا۔

چوں نداری طاقت یک روزہ صوم

ترجمہ: ایک روز بھوکا رہنے کی طاقت نہیں رکھتا ہے تو

آہ از جوئے کز و نبود رجوع

ترجمہ: اس روز یعنی قیامت کے دن کی بھوک کو کس طرح برداشت کرے گا؟

تشنگی ساعتے دل خوں کند

ترجمہ: ایک گھڑی کی پیاس دل کا خون بنا دیتی ہے۔

تشنگی روز محشر چوں کند

ترجمہ: روز محشر کے پیاس کو کس طرح برداشت کرے گا۔

تشنگی این جہاں چوں تاب نیت

ترجمہ: اس دنیا کے پیاس کی تجھے برداشت نہیں ہے۔

آہ از جائے کہ نام آب نیت

ترجمہ: اس قیامت کے دن میں کہ جہاں نام کو پانی نہیں ہے (کس طرح برداشت کریگا)

تشنگی ساعتے سوز و جگر

ترجمہ: ایک گھڑی پیاسا رہتا ہے تو جگر جلنے لگتا ہے۔

چوں تو انی یو در تار سقر

ترجمہ: دوزخ کی آگ میں کس طرح ہوگا۔

صاحبو! دنیا میں بھوکے پیاسے رکھ کر دوزخ کی یاد دلاتے ہیں خوش نصیب ہیں وہ بندے جو اس حسرت ناک حالت کو یاد رکھتے ہیں اسی یاد رکھنے کے لئے روزہ رکھاتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ دنیا کے بھوک و پیاس کی یہ تکلیف ہے تو دوزخ کے بھوک و پیاس کی کیا حالت ہوگی، اس لئے آئندہ متقی بنے رہیں گے۔

اس طرح روزہ کے بہت سے فائدے ہیں، تھوڑی دیر کے لئے فرض کیجئے کہ روزہ اور تراویح میں کچھ فائدہ نہیں میرے دوستو! پھر بھی آپ کو روزہ رہنا اور تراویح پڑھنا ہی پڑے گا، کیوں کہ آپ بندہ اور غلام ہیں، نوکر کو یہ حق نہیں ہے تو غلام کو کہاں حق ہے کہ مالک کے حکم کا فائدہ چھوے اور بغیر چوں و چرا کے حکم بجالا کر ہی پڑے گا جس طرح روزہ فرشتہ پن کو بڑھاتا ہے ایسا ہی زکوٰۃ اور نماز بھی فرشتہ پن کو بڑھاتی ہے۔ بھٹی میں آگ، لوہے پر اثر کرتی ہے، پھول و عطر کپڑے پر اثر کرتے ہیں۔ نمازیں ہاتھ باندھ کر کھڑے رہیں گے تو ذات مقدس بھی اثر کر کے نفس کو فرشتہ تو کیا، فرشتہ سے اعلیٰ نہ اولگا خاص کر رمضان میں دن کا روزہ اور رات کی تراویح فرشتہ بنانے میں خاص اثر کرتی ہے پھر نماز میں قرآن پڑھا جاتا ہے جو فرشتہ بنا کے چھوڑتا ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر دل زنگ کھایا ہو تو اس کو جلا دینے والی حدیث

دو چیزیں ہیں۔ (۱) قرآن (۲) موت کی یاد۔

اور رمضان المبارک کو کلام الہی سے خاص مناسبت ہے چنانچہ ابراہیم علیہ السلام پر پہلی رمضان المبارک کو صحیفہ اترنا، موسیٰ علیہ السلام کو ہر رمضان کو توریت اتری، داؤد علیہ السلام کو ۱۲ رمضان کو زبور اتری، عیسیٰ علیہ السلام پر ۸ رمضان کو انجیل اتری اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ۲۷ رمضان المبارک کو قرآن اترا۔ بندہ! جب تک تو قرآن پڑھتا، سنتا رہتا ہے تو خدا سے باتیں کرتا رہتا ہے، کیسا بد نصیب ہے وہ بندہ

جو خدا سے باتیں کرنا نہ چاہے۔

غرض روزہ رکھ کر جب بندہ خدا کے دنگ میں رنگ جاتا ہے تو جیسے خدا صمد ہے ایسا ہی یہ بندہ بھی صمد بن جاتا ہے، اس وقت خدا تعالیٰ بات کرتے ہیں اس لئے رمضان میں قرآن پڑھنے کی طبعی رغبت ہوتی ہے۔

جبریل علیہ السلام سے رمضان میں قرآن کا دور ہوتا تھا، مگر لطف تو یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو کہہ طور پر باتیں کرنے کے لئے بلاتے ہیں، چالیس دن روزہ رکھا کر آخر میں باتیں کرتے ہیں۔

حنا: اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تم سے دن کا روزہ رکھاتے ہیں

اور رات کو تراویح میں باتیں کرتے ہیں۔ کیونکہ نماز معراج المومنین ہے۔

کیسا بد نصیب ہے وہ شخص جو اس کی قدر نہ کرے، معشوقی بلا کے اور باتیں

کرے اور یہ پیٹھ پھیر کر چلا جائے، حالانکہ قرآن کی وہ شان ہے کہ ایمان ایک نور ہے،

جس قدر دل کا روزنہ صبر ہوتا ہے اسی قدر وہ نور ایمان دل میں زیادہ آتا ہے جب

قرآن پڑھا جاتا ہے تو اس کی برکت سے دل کا روزنہ بہت کشادہ ہوتا ہے اور ایمان

دل میں بہت آتا ہے یہاں تک کہ قرآن پڑھنے اور سننے والے اس نور میں غرق ہو جاتے ہیں

سنو صاجو! ارشاد باری ہو رہا ہے "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اكْتُبْ عَلَيْكُمْ

الْحَيَاتِمَ (پکھڑا۔ رکوع ۲۳۔ سورہ بقرہ)

ترجمہ: مومنو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں۔

صاجو! اصول یعنی نیکیوں کے اصول ہیں سے ایک صبر ہے اور اس کے

مواقع ہیں قتل اور موت۔

رابطہ یعنی نیکی کے آسان ہونے کی ترکیب شکم خالی رکھنا ہے اس لئے کہ معدہ

جسم کا حوض ہے اور جسم میں سے جو رگیں نکلی ہیں وہ اس حوض کی ہنریں ہیں۔ سنو صاجو

آدمی پر شہوت کا غلبہ ہوتا رہتا ہے اور اسی شہوت کا نتیجہ ہے کہ آدم علیہ السلام

بہشت سے گرا دیے گئے اور اس شہوت کا منبع معدہ ہے جو دوسرے شہوتوں سے

جانتا ہے۔ اسی لئے حیب پیٹ بھر جاتا ہے تو نکاح کی شہوت حرکت میں آتی ہے اسی طرح شہوت شکم و فرج پروردگار سے نہیں ہو سکتے بغیر مال کے۔ اسی لئے مال کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور مال حاصل نہیں ہوتا ہے بغیر نام و شہرت و جاہ کے اور مال و زیادہ نہیں پیدا ہو سکتے ہیں بغیر خصوصیت خلق کے اور خصوصیت خلق سے حسد و تعصب کہہ دیا، کینہ، غرض بہت سی آفتیں جمع ہو جاتی ہیں اور دین کی تباہی ہو جاتی ہے اور اسباب ان کا کٹھا ہو جاتا ہے پس شکم بھرنا تمام گناہوں کی جڑ ہے، اسی طرح تمام نیکیوں کی جڑ شکم خالی رکھنا اور بھوک کی عادت ڈالنا ہے۔ چنانچہ اس بارے میں جو احادیث آئی ہیں ان کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

حدیث بھوک اور پیاس سے جہاد کرو (یعنی کم کھاؤ اور کم پیو) کیونکہ بھوک اور پیاس اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرنے میں اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا کہ کفار کے ساتھ جہاد کرنے میں ملتا ہے۔

حدیث کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھوک اور پیاس کے عمل سے زیادہ محبوب نہیں ہے۔

حدیث آسمان کے فرشتے اس شخص کو راستہ نہیں دیتے ہیں جو اپنے پیٹ کو (خوب) بھر لیتا ہے۔

حدیث (حیب) بوجھا گیا کرب و میں (نیکیوں کے اعتبار سے) کون شخص شخص سے کم تو کہا جائے کہ وہ شخص بہت غور رکھتا ہے اور غور اپنے لیے۔

حدیث تم میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص زیادہ فضیلت رکھتا ہے جو بہت غور و فکر کرتا ہے اور بہت دنوں تک بھوکا رہتا ہے اسی طرح وہ شخص اللہ تعالیٰ کے پاس دشمن اور ناپسندیدہ ہے جو بہت کھاتا بہت پیتا اور بہت سوتا ہے۔

حدیث جن تعالیٰ دشمنوں سے کم کھانے والے شخص کے متعلق فرماتا ہے کہ اے فرشتو! میرے اس بندہ کو دیکھو کس نے اس کو کھانے کی خواہش (اس کی جبلت میں) دیا ہوں لیکن وہ صرف میرے لئے کھانا کھانے سے باز رہا ہے۔ اے میرے فرشتو! تم

گواہ نہ ہو۔ ہر اس لقمہ کے بدلہ کہ جو اس نے میرے لئے نہیں کھا یا ہے ایک درجہ بہشت میں دوں گا۔
حدیث زیادہ کھا کر اور زیادہ پی کر اپنے دل کو مردہ مت بناؤ۔ اس واسطے کہ پانی جب زیادہ پیاجاتا ہے اس سے دل مردہ اور پڑ مردہ ہو جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ ارشاد فرمائے کہ بہشت کا دروازہ ہمیشہ بند رہتا ہے تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا کوئی ایسا عمل ہے کہ جس کے ذریعہ جنت کا دروازہ کھلتا ہو۔ ارشاد ہوا (ہاں) بھوکے رہنے اور پیاسے رہنے سے (جنت کا دروازہ) کھلتا ہے۔

حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھاتے تھے جس کی وجہ سے شکم مبارک اندر ہو گیا تھا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ پر فدا ہو جاؤں۔ کیا مضائقہ ہے کہ دنیا سے اس قدر تو تناؤ فرمائیے کہ بھوک باقی نہ رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (یہ سن کر) ارشاد فرمائے اے عائشہ! میرے بھائی (یعنی پیغمبرانِ الاولیاء) جو مجھ سے پہلے گزرے ہیں (دنیا میں) تکالیف یعنی بھوک وغیرہ سہنے کی وجہ سے) اللہ تعالیٰ کے کرم و مہربانیوں میں رہے ہیں اس لئے میں ڈرتا ہوں کہ کہیں نعمتوں میں رہنے کی وجہ سے میرا درجہ ان پیغمبرانِ الاولیاء سے کم نہ ہو جائے اس لئے دنیا کی چند روزہ زندگی میں صبر کر لیتا ہوں اور دنیا کی نعمتوں سے ہاتھ کھینچ لیتا ہوں تاکہ آخرت کے لطف و مزہ میں کمی نہ آئے اور یہی مجھے پسند ہے الاولیاء پیغمبروں سے ملنے سے زیادہ مجھے کوئی چیز پسند نہیں ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد حضور ایک ہفتہ سے زیادہ زندہ نہ رہے۔

سنو صاجرو! ایک بار ایک بات عرض کرتا ہوں غور سے سنو۔ بھوکے رہنے میں اس وجہ سے فضیلت نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے رنج اور تکلیف پہنچتی ہے بلکہ فضیلت اس وجہ سے ہے کہ اس میں بہت سے فائدے مضمّن ہیں، اب ان فائدوں کے بارے میں سنئے:

بھوکے رہنے کے فائدے پہلا فائدہ یہ ہے کہ بھوک سے دل صاف اور روشن ہوتا ہے اس کے برخلاف پیٹ بھر کھانا لوگوں کے دل کو اندھا کر دیتا

ہے اور معدہ سے بخارات اٹھ کر دماغ کو پہنچتے ہیں اور لوگوں کو دوسو سہ اور سو پچیس
ڈال دیتے ہیں۔

دوسرا فائدہ بھوکے رہنے کا یہ ہے کہ اس سے دل میں رقت پیدا ہوتی ہے جس کی
وجہ سے دعاؤں اور ذکر میں لذت آتی ہے، یہ خلاف اس کے پیٹ بھر کھانے سے دل
میں سختی پیدا ہوتی ہے۔ اس کے بعد جو ذکر کیا جاتا ہے وہ زبان پر ہی رہتا ہے اور دل
کی سختی کی وجہ سے دل میں نہیں پہنچتا۔

تیسرا فائدہ یہ ہے کہ بھوکے رہنے سے خشوع و خضوع اور عاجزی پیدا ہوتی ہے
اور پیٹ بھر کھانے سے غفلت پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ اگر بندہ ایک لقمہ بھی کھائے تو اس
لقمہ کی وجہ سے بندہ میں عجز و انکساری باقی نہ رہے گی بلکہ قلب کی روشنی دور ہو کر
تاریکی چھا جائے گی اور اللہ تعالیٰ کی عزت اور قدرت دل سے نکل جائے گی۔

چوتھا فائدہ یہ ہے کہ اگر پیٹ بھر کھائیں گے تو بھوکوں کو بھول جائیں گے اور
خلق خدا پر شفقت باقی نہ رہے گی اور عذاب آخرت کو بھی بھول جائیں گے اور جب
بھوکے رہیں گے تو اس بھوک کی وجہ سے اہل دوزخ یاد آئیں گے اور جب پیاسے رہیں گے
تو اس پیاس کی وجہ سے اہل قیامت یاد آئیں گے۔ بھوک کی وجہ سے اہل قیامت
اور اہل دوزخ یاد آئیں گے تو مخلوق پر شفقت کرے گا اور آخرت کا شوق پیدا ہو گا۔
غرض آخرت کا خوف اور مخلوق پر شفقت کرنے سے جنت کے دروازے کھل جائیں گے۔

پانچواں فائدہ: تمام سعادتوں کا راز اپنے نفس کو مطیع رکھنے میں ہے اور بدبختی
یہ ہے کہ خود کو نفس کا مطیع کر دیں۔ چنانچہ سرکش نفس کو سوائے بھوک کے مطیع نہیں کیا جاسکتا
غرض جب آدمی نفس کو مطیع کر لیتا ہے تو اس سے کیمیا کی طرح بیشمار فوائد حاصل ہوتے
ہیں، بھوکا رہنا اللہ تعالیٰ کے خزانہ کا ایک نایاب موتی ہے لیکن وہ ہر شخص کو نہیں دیا جاتا
بلکہ صرف اس شخص کو دیا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا دوست ہے۔

چھٹا فائدہ: عمر آدمی کا سرمایہ ہے اور انسان کی ہر سانس ایک لاقیمت موتی ہے
لیکن نیند سے عمر ضائع ہو جاتی ہے اور نیند کو بھوک دور کر دیتی ہے۔ اس طرح نیند دور

ہونے کی وجہ سے آدمی کی عمر کا سرمایہ باقی رہتا ہے اور سانس کا گہر نایاب بھی سلاست رہتا ہے، ان دونوں کی وجہ سے آخرت کی سعادت حاصل کی جاسکتی ہے جو شخص پیٹ بھر کھاتا ہے، نیند اس پر غالب رہتی ہے اور وہ مردانہ کی طرح پڑا رہتا ہے اور اس کی عمر اسی میں ضائع ہو جاتی ہے۔

ایک مرشد اپنے مریدوں کو یوں پکارا کرتے تھے کہ اے میرے مریدو! اگر زیادہ کھاؤ زیادہ پیو گے اور زیادہ سوؤ گے تو یاد رکھو تیارست کے دن وہاں کی بھلیوں کی محرومی کی وجہ سے بہت حسرت کرو گے۔

ساتواں فائدہ یہ ہے کہ جو شخص کم کھاتا ہے، تندرست رہتا ہے اور رنج و بیماری سے محفوظ رہتا ہے اور کڑوی دوا میں پینے کی ذرت نہیں آتی۔

غرض بھوک و پیاس میں کثرت سے فوائد ہیں اس کو مسلمان دن کو روزہ فرض ہونے کی وجہ سے

دکا فریب مانتے ہیں مگر اس میں عقل کی پابندی سے افراط و تفریط کئے۔ بعض تو برائے تمام بھوکے رہتے مثلاً سوز، دودھ وغیرہ پیئے وہ ان فوائد سے محروم رہے، اور بعض کئی کئی دن تک بھوکے رہے جس سے ایسا ضعف ہوا کہ کوئی عبادت نہ کر سکے، اور نبوت نے متوسط درجہ تجویز فرمایا، اس لئے کہ نفس کو اس کی مخالفت کر کے تابع کرنا ہے، اس لئے نصف وقت بھوکے رہیں اور نصف وقت غذا کے لئے رکھیں اگر اس نصف وقت کو بھوک کے لئے مقرر کیا گیا ہے رات کو مقرر کریں تو نفس کی مخالفت نہ ہوگی، اس لئے کہ رات فطرتاً سکون کا وقت ہے اور شہوتوں اور لذتوں کو چھوڑنے کا وقت ہے۔ ہر شخص مردہ کی طرح خواب غفلت میں پڑا ہوا ہے نہ تو کسی چیز کو دیکھتا ہے نہ کوئی بات سنتا ہے نہ اپنے ہم جنسوں کو کھانے پینے مشغول دیکھ کر رغبت ہوتی ہے اس اگر رات کو روزہ رکھا جاتا تو نفس کی مخالفت نہ ہوتی، نہ عبادت و عبادت میں فرق آتا بخلاف دن کے کہ نیند سے اٹھتے ہی بھوک و پیاس کی خواہش تروتازہ رہتی ہے، جو اس چیز پر جاتا ہے، ہر چیز کو دیکھتا ہے اور سنتا ہے اور تخیل تیز ہو جاتا ہے، اچھی چیزوں کی آرزو کرنے لگتا ہے، اپنے ہم جنسوں کو دیکھتا ہے کہ کھاتے ہیں پیتے ہیں اور عورتوں سے

اختلاط کرتے ہیں، ان حالات میں اس وقت رک کر بھوکا رہنا، مخالفتِ نفس ہے اس لئے روزہ دن کو مقرر ہوا۔

رات آرام کا وقت ہے، اس وقت تلاوتِ قرآن و مناجاتِ نفس پر بار ہیں اس لئے تراویح اور تہجد رات کو مقرر ہوئی تاکہ نفسِ فریاد بردار ہو جائے جس سے کل بد ر یعنی ہر قسم کی نیکی حاصل ہو جائے اس لئے فرمایا "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ" (پک۔ رکوع ۲۳۔ سورہ بقرہ)

مسلمانو! اس طرح کی سینکڑوں مصلحتیں ہیں، اس لئے تم پر روزے فرض ہو یہ مشقت تم پر ہی نہیں۔ مگر ابنوہ جتنے دارو کہتا کتب علی الذین من قبلكم (پک۔ رکوع ۲۳۔ سورہ بقرہ)

ترجمہ: جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر (روزے) فرض کئے گئے۔

جس طرح تم سے پہلی امتوں پر فرض کیا گیا، تم پر بھی فرض کیا گیا ہے، بڑی مصلحت یہ ہے کہ "لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ" (پک۔ رکوع ۲۳۔ سورہ بقرہ)

ترجمہ: تاکہ تم پر ہمیز گار بنو۔

تاکہ تم نفسِ کشی کے عادی ہو کر متقی ہو جاؤ اور نفس کو مرغوب چیزوں اور خواہشات سے روکنے کی عادت ڈالو، نفس کے تقاضہ کے باوجود اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے روزہ میں جیسے ضروریات سے رکے ہوئے رہتے ہیں، اسی طرح رمضان کے علاوہ دیگر ایام میں خلاف شرع چیزوں سے گو کہ وہ بہت ہی مرغوب ہیں، اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے رکے رہو۔ غرض روزہ فرض کرنے کی مصلحت یہ ہے کہ نفس کے تقاضوں سے روکنے کی عادت ہو جائے صاحبو! سنو! کئی گناہ قوتِ شہوت و غضب سے ہوتے ہیں، قوتِ شہوت و غضب، قوتِ روح سے دفع ہوتے ہیں اور قوتِ روح کھانے اور پینے کی کمی سے زیادہ ہوتی ہے اس لئے تغلیلِ غذا اور پینے کی چیزوں میں کمی کر کے روح کی قوت بڑھاؤ تاکہ شہوت و غضب کم ہو جائے اس لئے فرمایا "لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ" ترجمہ: تاکہ تم پر ہمیز گار بنو۔

تاکہ تم روزے کی بدولت رفتہ رفتہ متقی بن جاؤ۔ ”ایَّامًا مَّعْدُودَاتٍ“

د پ - رکوع ۱۳ - سورہ بقرہ

ترجمہ (روزوں کے دن) گنتی کے چند روز ہیں۔

پھر تسلی دیتے ہیں کہ یہ روزے تم پر ہمیشہ کے لئے نہیں ہیں بلکہ چند روز کے لئے ہیں اس قدر بھی کم نہیں ہیں کہ ان میں کوئی اثر اور تاثیر باقی نہ رہے اور نہ اس قدر زیادہ ہیں کہ عبادت کرنے کی قوت نہ رہے۔ پھر بھی تمہارے لئے آسانی ہے ”فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ“ (پ - رکوع ۱۳ - سورہ بقرہ)

ترجمہ :- تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں روزوں کا شمار پورا کرے۔ اگر کوئی ایسا بیمار ہے کہ جس کے لئے روزہ رکھنا مشکل ہے یا مضر ہے یا شرعی سفر میں ہو تو اس کو روزے نہ رکھنے کی اجازت ہے اور اس کی بجائے دوسرے ایام میں اتنے ہی شمار کر کے رکھ لو، اگر کوئی سفر و مرض میں روزے رکھ لے تو افضل ہے، اگر مر جائے موعودہ قضا کا نہ ملے تو اس کے لئے فرماتا ہے ”وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ“

د پ - رکوع ۲۳ - سورہ بقرہ

ترجمہ: جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھیں (لیکن رکھیں نہیں) وہ روزے کے بدلے محتاج کو کھانا کھلا دیں۔

ف۔ اب یہ حکم منسوخ ہے البتہ جو شخص بہت بڑھا ہوا ہو، یا ایسا بیمار ہو کہ اب

صحت کی توقع نہیں، ایسے لوگوں کے لئے یہ حکم اب بھی ہے (بیان القرآن)

یعنی جو طاقت نہیں رکھتے نہ فی الحال اور نہ آئندہ، وہ قد یہ ادا کریں ”فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ“ (پ - رکوع ۲۳ - سورہ بقرہ)

ترجمہ: اور جو شخص خوشی سے (زیادہ) خیر کرے (کہ زیادہ فدیہ دے) تو اس شخص کے لئے اور بھی بہتر ہے اور تمہارا روزہ رکھنا (اس حال میں) زیادہ بہتر ہے اگر تم (روزے کی فضیلت کی) خبر رکھتے ہو۔

”شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ

مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ ۚ دِپ - رکوع - سورہ بقرہ)

ترجمہ: (وہ تھوڑے دن) مارِ رمضان ہے جس میں قرآن مجید بھیجا گیا ہے جس کا (ایک) وصف یہ ہے کہ وہ لوگوں کے لئے (ذریعہ) ہدایت ہے اور دوسرا (وہف) واضح الدلالت ہے منجملہ ان کتب کے کہ جو (ذریعہ) ہدایت (بھی) ہیں اور حق و باطل میں فیصلہ کرنے والی بھی ہیں۔ اس کے دو معنی ہیں۔

حدیث ایک نیکی کا ثواب (۱۰) سے (۷۰۰) تک ملتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے روزہ میرے لئے ہے میں خود اس کا بدلہ دینے والا ہوں " اَنَا أَجْزِي بِهِ" اس لئے فرمایا کہ روزہ میں ریا نہیں۔

حدیث بندے کے ذمہ دوسروں کے جو حقوق ہیں، صاحبِ حق، میدانِ قیامت میں اس سے اس کی ایک ایک نیکی لے لے گا، اور جب روزہ کی لذت اُلگی تو حق تعالیٰ فرمائے گا کہ اس نیکی کو چھوڑ دو کیوں کہ روزہ فالص میرے لئے ہے اور اہلِ حقوق کو ثواب دے کر راضی کرے گا۔

حدیث روزہ دوزخ کا اس وقت سپر بنتا ہے جب کہ روزہ دار جھوٹ، غیبت، فحش کلامی اور جھگڑے سے روزہ میں رخصت نہ ڈالے۔

حدیث روزہ دار کے سامنے جب دوسرے لوگ کھاتے اور پیتے ہیں تو فرشتے اس روزہ دار کے واسطے استغفار کرتے ہیں اور درود شریف پڑھتے ہیں اور روزہ دار کی ہڈیاں بھی تسبیح میں مشغول رہتی ہیں غرض "فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ" اَوْ مَنْ كَانَ مَرِيضًا اَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرًا يَدْرِيكَ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُدْرِيكُمْ الْعُسْرَ (پ - رکوع - سورہ بقرہ)

ترجمہ: سو جو شخص اس ماہ میں موجود ہو، اس کو ضرور اس (ماہ) میں روزہ رکھنا چاہیے اور جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے ایام کا (انتہائی) شمار کر کے (ان میں روزہ) رکھنا واجب ہے۔

غرض اللہ تعالیٰ احکام میں آسانی اور رعایت کرنا چاہتے ہیں، اس لئے ایسے احکام

مقرر کئے کہ جن کو تم آسانی سے بجالا سکو، چنانچہ سفر و مرض میں کتنا آسان قانون مقرر فرما دیا ہے اور تمہارے ساتھ احکام و قوانین مقرر کرنے میں دشواری منظور نہیں ہے ورنہ سخت احکام تجویز فرمادیتے۔ دنیا کی آسانی یہ ہے کہ روزہ سے فرشتہ پن پیدا ہوتا ہے اور روحانیت میں ترقی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے امید رکھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور اس معرفت کے حاصل کرنے میں روزہ کی وجہ سے سہولت ہوتی ہے اور دنیا کی تنگی یہ ہے کہ فرشتہ پن کے بجائے بشریت زیادہ ہو جاتی ہے اور روحانیت کے بجائے حیوانیت زیادہ ہو جاتی ہے۔ ”انسانی طبیعت میں جو خواہشات ہیں ان میں زیادتی ہو جاتی ہے۔ اور آخرت کی آسانی میں سنے ہے جنت، قرب، وصل، رویت وغیرہ اور آخرت کی سختیوں میں سے روزخ وغیرہ ہے۔

سنو صا حیو! خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہمارے ہر کام میں مصلحت ہے اسلئے اگر عذر شرعی کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکو تو دیگر ایام میں قضا کرنے کا حکم ہے اس لئے فرمایا ”وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ“

(پٹ۔ رکوع ۲۳۔ سورہ بقرہ)

ترجمہ: تاکہ تم لوگ (ایام ادا یا قضا کی) شمار کی تکمیل کر لیا کرو (تاکہ ثواب میں کمی نہ رہے) تاکہ ثواب میں کمی نہ ہو، اور قضا کا حکم اس لئے دیا گیا تاکہ ”وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ“

(پٹ۔ رکوع ۲۳۔ سورہ بقرہ)

ترجمہ: (لہذا تم لوگ اللہ تعالیٰ کی بزرگی و ثنا بیان کرو) اس پر گتہ تم کو (ایک ایسا طریقہ بتلا دیا۔ تاکہ تم ثواب کے برکات سے محروم نہ رہیں) اور تاکہ تم لوگ اس نعمت آسانی پر اللہ کا شکر ادا کیا کرو سو فیہا کرام فرماتے ہیں کہ ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا! آمِنُوا“ میں آمِنُوا سے یہ اشارہ معلوم ہوتا ہے یہ نہ اجمیب کی جیمیب کو ہے۔ اَيْهَصْرَفْتُمْ تَبْلِيهٍ ہے آمِنُوا کے ذریعہ جو نادر فرمایا ہے اللہ کے اس نادر کی لذت کی وجہ سے روزہ کی سختی دور ہو جاتی ہے۔ محبوب ملاقات کے لئے اگر حکم دے تو معیب خود کو آگ میں بھی ڈالنے کے لئے آمادہ ہو جائے گا۔ ”کُتِبَ عَلَيْكُمُ“ روزہ دار کے ہر ہر عضو پر روزہ فرض کیا گیا ہے مثلاً

نظر نیچی رکھنا اور جو باتیں کہ بڑی اور مکروہ ہیں ان کی طرف نظر کو نہ جانے دینا چاہیے اور جن چیزوں کے دیکھنے سے دل میں انتشار پیدا ہوتا ہو اور خدا کے تعالیٰ کی یاد سے غفلت ہوتی ہو ان سے بھی نظر کو روکنا چاہیے۔ اسی طرح زبان کا بند رکھنا یہ ہے کہ بیہودہ بات، جھوٹ، غیبت، چغلی، ظلم، جھگڑے کی بات وغیرہ نہ کرے بلکہ زبان کو سکوت، ذکر الہی اور تلاوت قرآن میں مصروف رکھیں۔ ایسا ہی کان کو بڑی بات سننے سے روکنا چاہیے کیوں کہ جن امور کا کہنا حرام ہے ان کا سننا بھی حرام ہے۔ ہاتھ، پاؤں اور دیگر اعضاء کو بڑی باتوں سے روکنا چاہیے۔ مثلاً شکم کو افطار حرام سے روکے، دوا کے خوف سے زہر نہ کھائے یعنی افطار کے وقت حلال غذا بھی اتنی نہ کھائے کہ جو رائیوں کو کھینچنے کا ذریعہ بنیں بلکہ ایسا کرنا چاہیے کہ شیطان و نفس کا داؤ کمزور و ضعیف ہو جائے اور صمدیت، فرشتوں کی صفت بھی پیدا ہو۔

دل کا روزہ یہ ہے کہ دنیا کی محبت سے دل کو بچائے رکھے اور روح کا روزہ یہ ہے کہ روحانی کیفیات اور آخرت کے نعمتوں کو دیکھے۔ سر کا روزہ یہ ہے کہ اپنے قلب کو بڑی ہمتوں اور دنیوی فکروں سے اور قدائے تعالیٰ کے سوا تمام چیزوں سے قلب کو روک دے۔ اور نفس کا روزہ یہ ہے کہ حرص، شہوت، بغض، حسد کی تمنا نفس میں باقی نہ رہے۔

”کَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنَ قَبْلِكُمْ“ میں لفظ قبل سے مراد روح اور جسم وغیرہ ہیں، پھر ضروری ہوا کہ قلب کو حب دنیا سے اور روح کو روحانی کیفیات کے دیکھنے سے روزہ رکھے۔ ”لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ“ سے مراد روزہ رہ کر متقی ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ نصیب ہوگا۔ اور شراب، طہوسے لذت ملے گی، روزہ دار کو افطار کے دیدار کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے دیدار کی فرست بھی نصیب ہوگی اور اللہ کے اس ارشاد کی فرحت نصیب ہوگی کہ میں روزہ کا بدلہ ہوں۔

صاحبو! نماز تراویح میں ایک قرآن ختم کرنا جب کہ کوئی عذر نہ ہو صیب قول مشہور سنت ہو کہ ہے، اس لئے اب آپ کو قرآن پر عمل کرنے کی ترغیب ایک نئے انداز سے دلاتا ہوں سنئے ارشاد باری ہو رہا ہے ”اتَّبِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ“

وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا تَدْكُرُونَ (پٹ - رکوع - سورہ اعراف)
ترجمہ: تم لوگ اس کا اتباع کرو جو تمہارے پاس تمہارے رب کے پاس سے آئی ہے اور خدا کے تعالیٰ کو چھوڑ کر
دوسرے رفیقوں کا اتباع مت کرو تم لوگ بہت ہی کم نصیحت مانتے ہو۔
مولانا فرماتے ہیں :-

آیہا العشاق اقبال جدید

ترجمہ: اے عاشقو! پرانی اور نئی دنیا سے

انہ جہاں کہنہ نو در رسید

ترجمہ: نیا اقبال پہونچا

اے عاشقانِ الہی خوش ہو جاؤ، اے حق تعالیٰ کے طالبو! اے حق کے شہداء
اے مدتوں سے گمراہی کے جنگل میں بھٹکنے والو! اے خدا کا مقرب بننے کا شوق رکھنے والو!
خوش ہو جاؤ، تمہارے اقبال کا ستارہ چمکا، تمہارا نصیب جاگ اگا، وہ نیا اقبال پرانے اور
نئے جہاں سے پہونچا ہے، پرانے اور نئے جہاں سے مراد عالم غیب، عالم بالا ہے۔ پرانا اس لئے
کہ اس میں کچھ تغیر نہیں۔ آسمان جو عالم شہادت سے ہے مگر عالم غیب سے قریب ہے،
اس لئے اس کی بھی یہی شان ہے کہ بہت پرانا ہے۔

مگر اس میں بہت تغیر نہیں ہے

زراں جہاں کو چارہ بے چارہ جوست

ترجمہ: تدبیر ڈھونڈنے والوں کے واسطے اس جہاں میں بہت سی تدبیریں ہیں۔

صد ہزاراں نادرہ عالم دروست

ترجمہ: اس عالم میں ہزاروں نادر چیزیں ہیں۔

وہ جہاں ایسا ہے کہ جو شخص کفر اور شرک اور گناہوں کی بیماری میں مبتلا ہو کر
لا علاج ہو گیا ہو، اور اس جہاں کے طبیبوں نے اس کو جواب دیدیا ہو تو اس کا علاج
اس جہاں سے ہوتا ہے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لانے سے پہلے ساری دنیا ایسے دل کی

بیماریوں میں مبتلا تھی جو لا علاج ہو چکے تھے، دل مسخ ہو گئے تھے، شر کو خیر اور خیر کو شر جانتے تھے، ہزاروں جہالت کی باتیں و باور عام کی طرح پھیلی ہوئی تھیں، دفعۃً اقبال کا ستارہ چمکا اور اس نے ایسا نور ڈالا کہ سب کا علاج ہو گیا اور وہ یہاں ایسا ہے کہ لاکھوں عجائبات عالم اس میں موجود ہیں، دوزخ و ہاں موجود ہے، جنت و ہاں ہے۔ عالم ارواح وہیں ہیں، صراطِ میزان وہیں ہیں۔ ایسے عالم سے نیا اقبال تمہارے پاس پہنچا۔ صاحبو! معلوم ہے وہ نیا اقبال کیا ہے وہ قرآن ہے، آپ فرمائیں گے قرآن اقبال کیوں ہے۔ آپ کو اس کی قدر نہیں۔ ذرا اس دل جلے عاشق سے پوچھو کہ جس نے وصال کی سب تدبیریں کیں اور تھک گیا، محبوبہ کو خود رحم آگیا اس نے کہا میرے عاشق۔ ارے ان تدبیروں سے میں نہیں ملتی، میرے ملنے کی تدبیریں یہ ہیں اور ان کو لکھ کر بھیج دے۔ سچ بتائیے وہ عاشق کیا کہے گا، یہی کہے گا کہ میرے اقبال کا ستارہ چمکا۔ ایسا ہی خدا کے عاشقوں نے بہت سڑکرایا۔ تم کو وصال خداوندی نہ ہوا۔ تمہارا نصیب جاگا، قرآن تم کو خدا کے وصال کی موثر تدبیریں سکھانے آیا ہے یا یوں سمجھو کہ ایک شخص بادشاہ کا مصاحب بننا چاہتا ہے مگر جو تدبیر کرتا ہے اُلٹی، اگر کوئی وہ تدبیر بتلائے کہ جن پر عمل کر کے وہ مصاحب بن چکا ہو تو اس وقت وہ شخص کیا کہے گا۔ یہی کہے گا کہ میرے اقبال کا ستارہ چمکا۔

اسی طرح بیمار کو وہ نسخہ ملے کہ جس سے اس جیسے سینکڑوں شفا پا چکے ہوں، اور ان کو شفا پاتے ہوئے یہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہو تو اس وقت وہ یہی کہے گا کہ میرے اقبال کا ستارہ چمکا۔

افس وہ بد نصیب اپنی محبوبہ کی بات نہ سن کر ان تدبیروں پر عمل نہ کرے تو اس کے متعلق آپ کیا فرمائیں گے، اس سے ہزار حصہ بڑھ کر ہم خود کو دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے ان تدبیروں کو قصداً چھوڑ دیا ہے اور چھوڑتے جا رہے ہیں کہ جن میں خدا تعالیٰ نے اپنے وصال و قرب کی تدبیریں بتلائی ہیں۔

صاحبو! قرآن نے کیا سکھایا ہے۔ صرف دو چیزیں۔ ایک تو دنیا میں اس

کی زندگی بسر کریں۔

دوسرے خدا نے تعالیٰ کے مقرب بنیں اور اس کو راضی کریں، اب آپ کو نئے طریقے پر عمل کر رہے ہیں۔ قرآن نے خدا کے قرب کے (۵) طریقے بتلائے ہیں :-

۱۔ قائد میں توبہ و رسالت کے متعلق جو کڑا پرکار رکھی ہے سب ہی جانتے ہیں۔
۲۔ دوسرا جزء دیانات، ان کے متعلق معلوم ہے کہ روزہ کتنے ادا کرتے ہیں، نماز کتنے پڑھتے ہیں، حج کن کن نے ادا کیا ہے۔

۳۔ تیسرا جزء معاملات کا ہے ان کو لوگوں نے بالکل خارج ہی سمجھ رکھا ہے ان کے یہاں نہ بیع معدوم حرام ہے نہ معاملات میں سود حرام جس طرح ہو سکے بہت سارے پیسے سمیٹ لیا جاتا کھانے میں لگی خوب ہو، کسی کی زمین غصب کر لی گئی ہو تو پرواہ نہیں، ڈگریاں مع سود کرائی جاتی ہیں۔ اس پر بھی کچھ غم نہیں، رہن کی آمدنی چکھ رہے ہیں کچھ فکر نہیں۔

چوتھا جزء معاشرت ہے، طرز زندگی کی جو دلگت ہو رہی ہے اس سے سب ہی واقف ہیں شادی میں غم میں جو جی چاہے کرتے ہیں کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہ فتویٰ لینے کی حاجت، جو کچھ عورتوں نے کہا وہ کر لیا۔ گویا عورتیں ہی شریعت کے مفتی ہیں۔

وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پائے گی جن کی سردار عورت ہو۔

حدیث

۱۔ وضع دیکھو تو یہ تمیز نہیں ہوتی کہ مسلمان ہو یا کوئی اور قوم کے فرد۔
پانچواں جزء اخلاق ہے، عوام تو عوام، مولویوں کے، مشائخوں کے اس قدر اخلاق خراب ہیں کہ گویا شریعت کی ہوا لگی ہی نہیں۔

خرابیے کس کس بات پر روئیں، کسی نے عقائد درست کر بھی لئے تو اعمال خراب عقائد اور اعمال دونوں ہیں تو معاملات کا اہتمام نہیں، تینوں ہیں تو اخلاق ندارد۔ معاشرتیری۔ آداب معاشرت میں اس کا خیال رکھیں کہ اگر ویسا ہی برتاؤ خود کے ساتھ کیا جاوے تو دیکھیں کہ اس سے ہم کو تکلیف ہوتی ہے یا نہیں۔ مثلاً رات کو اٹھے تو ایسا آہستہ اٹھیں کہ کسی کو تکلیف نہ ہو، اگر سفر میں جانے والے سے فرمائش کرو تو قیمت دے دو، یعنی فرمائش تو کر دی قیمت نہیں دیے تو وہ کیا اپنے گھر سے خزانہ لے کر

چلا تھا اس کو کس قدر دقت ہوگی، دستی خط دیے، اب وہ بے چارہ اپنا وقت خراب کر کے اس کو ڈھونڈ نکالے اور خط پہنچا دے۔ پھر فرمائش یہ کہ جواب لیتے آئے۔ غرض معاشرت ایسی ہونی چاہیے کہ کسی کو کسی سے تکلیف نہ پہنچے، اب بتائیے ان میں کو کتنی بات مشکل ہے لے بہرہ اوردہ پشرب بخواب ترجمہ شرب کی خواب گاہ میں آرام فرماتے والے حضور بیدار ہوئے خیز کہ مشرق و مغرب خراب ترجمہ کیوں کہ مشرق اور مغرب تباہ ہو گیا ہے۔

مگر عمل کسی چیز پر نہیں، پھر ہم کس منہ سے کہیں کہ قرآن پر عمل کر رہے ہیں۔ صاحبو! اگر کسی شخص کے پاس بہت سامان ہو، اس کو زمین میں دفن کیا تھا اس پر جن قابض ہو گئے اب یہ اس سے نفع نہیں اٹھا سکتا، بھیک لگ گئی ہے کیا ایسے شخص کو آپ مالدار کہیں گے، جیسے وہ مالدار ہے اسی طرح ہم صاحب قرآن ہیں، انوس ہم نے ایسی عظیم الشان دولت چھوڑ دی، پھر طفت یہ کہ ہم کو ذرا بھی غم نہیں، اس لئے ارشاد ہوتا ہے۔ "اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اَلَيْسَ كَفَرًا مَنْ تَبِعَكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِ اُولَٰئِكَ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ" (پ۔ رکوع ۱۔ سورہ اعراف)

جو تمہارے پروردگار نے تم پر نازل کیا اس کی اتباع کرو، اوروں کی بات مت سنو بہت کم سمجھتے ہو خدا کی مخالفت اور مخلوق کی موافقت یہ کس درجہ کی بے تمیزی ہے، کیا ہمارا اس آیت پر عمل ہے، کیا ہم اس کا اٹھا نہیں کر رہے ہیں۔ دنیا نظروں میں بسی ہوئی ہے کچھ سوچتا ہی نہیں۔ آخر میں فیصلہ خواہش نفسانی کی اتباع ہی کا ہوتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ بھائی ہم گنہگار بال بچے والے ہیں، ہم سے قرآن پر کیا عمل ہو سکتا ہے مگر انوس یہ نہ سمجھا کہ رزاق تو وہی ہے، نافرمانی میں دیتے ہیں تو فرماں برداری میں کیوں نہیں دیں گے وہاں تو یہ حال ہے کہ اگر تم روز کو دعا کرو کہ ہم کو رزق مست دو، تو تم سے اسی قدر محبت ہے کہ تمہاری دعا قبول نہیں کریں گے۔ ہائے کتنی اُلٹی بات ہے کہ مالک خزانہ کو راضی کرنے سے خزانہ نہ ملے اور ناراض کرنے سے ملے۔

صاحبو! یہ اتباع تھی۔

حکایت | ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، لوگ

داد مراد پھر رہے تھے آپ نے فرمایا "اجلسوا" (بیٹھ جاؤ) حضرت عبداللہ بن مسعود دروازہ پر تھے، سنتے ہی وہیں بیٹھ گئے کہ حکم خواہ کسی کو دیا جائے پھر اسکی تعمیل کیوں کیجئے؟ حضرت اویس قرنی کو کس قدر اشتیاق ملاقات تھا، کیا عشق تھا کہ حب حکایت | نے کہ حضور کا دندان مبارک شہید ہو گیا ہے تو اپنے سب دانت توڑ لئے کہ شاید حضور کا یہ دانت ٹوٹ گیا ہو، یا یہ دانت ٹوٹ گیا ہو حکم ہوا والدہ کی خدمت کرتے رہو صحابیت کے درجہ کو چھوڑ دیئے، مگر اتباع کو نہیں چھوڑے۔

صباحو! اب میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ قرآن پر عمل کیوں چھوٹا، اس کے کیا اسباب ہیں؟ اس کے کئی اسباب ہیں۔

پہلا سبب یہ ہے کہ مولوی، مشائخوں میں دینی جوش نہیں، خود کے واسطے غصہ آئے گا قرآن کے واسطے غصہ نہیں آئے گا۔ پہلے کے لوگوں کو خود کے لئے غصہ نہ آتا تھا قرآن کے لئے غصہ آتا تھا۔

حکایت | ایک مولوی صاحب تھے قرآن کا خلاف ہونے کی وجہ سے اس قدر بگڑتے تھے کہ جس کی وجہ سے وہ بدنام ہو گئے غصہ والے مشہور ہو گئے۔ آخر شہید کر دیئے گئے، مگر خود کے واسطے کچھ بھی نہیں، ایک شخص نے بھرے مجمع میں ان سے کہا کہ میں سنا ہوں کہ آپ حرامی ہیں تو آپ مسکرا کر فرماتے ہیں آپ کو کسی نے غلط باور کرایا ہے، میرے ماں باپ کے نکاح کے گواہ اب تک موجود ہیں: "الْوَلَدُ لِلْفَدَا شٍ" شرعی مسئلہ ہے میں بھلا کیسے حرامی ہوتا وہ شخص دوڑ کر قدموں پر گر گیا اور توبہ کیا۔

مولوی مشائخ نہ خود عمل کریں نہ دوسروں سے عمل کرائیں تو پھر بتائیے عوام کیسے قرآن پر عمل کریں۔ پہلے کے وہ مولوی تھے کہ جو بادشاہوں سے نہ ڈرے۔

حکایت | شاہجہاں کو ریشم پہننے کا خیال ہوا، کیا بادشاہ تھے کہ قرآن کا خلاف کرنے سے یوں ڈرتے تھے، تنخواہ دار مولیوں سے حلال ہونے کا فتویٰ مانگا، انھوں نے حلال ہونے کا فتویٰ لکھ دیا۔ شاہجہاں نے کہا کہ نہیں، ملا جیون اگر دستخط کر دیں تب پہنوں گا۔ ملا جیون کے پاس فتویٰ لکھا، آپ نے کہلا بھیجا کہ دہلی آکر جامع مسجد میں جواب دوں گا آپ

دہلی تشریف لا کر جامع مسجد میں منبر پر بیٹھ کر فرمائے کہ گناہ کرنا اور چے اور گناہ کو ملال سمجھنا اور ہے، اس لئے فتویٰ دینے والے علماء اور فتویٰ لینے والا بادشاہ سب کافر۔ بادشاہ یہ سن کر غصہ میں آیا اور قتل کا حکم دیدیا، عالمگیر دوڑتے ہوئے گئے اور کہا کہ آپ کے قتل کی تیاری ہو رہی ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے کیا بگاڑا ہے۔ پھر فرمایا اچھا پانی لاؤ تاکہ وضوء کر لوں، ہم بھی تو ہتھیار لگائیں، چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ **اَلْوُضُوْءُ سَلٰحُ الْمُؤْمِنِيْنَ** (ترجمہ: وضوء مسلمان کا ہتھیار ہے) ان حضرات کو تنہا نہیں سمجھنا چاہیے۔

بس تجربہ کر دیم دریں دیر مکافات (ترجمہ: اس بدلہ ملنے والے جہاں میں میں بہت تجربہ کر چکا ہوں) یاد رکشاں ہر کہ در افتادیر افتاد کہ اللہ تعالیٰ کے عشق و محبت کا درد رکھنے والوں کے ساتھ

جو دست بگریباں ہوتا ہے وہ بری طرح برباد ہوتا ہے)

اور حدیث شریف میں آیا ہے **كَذَّٰبُ مَنْ عَادَىٰ لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ آذَنَتْهُ بِالْحَرْبِ** (ترجمہ: جو ہمارے کسی دوست سے عداوت رکھے تو میں اس سے جنگ کرنا چاہتا ہوں)۔ شاہجہاں یہ سن کر کانپ گئے اور کہا اب کیا کروں۔ عالمگیر نے کہا میرے ہاتھ سے فلعت بھیج دیجئے۔ بہت مست کی تبت کہیں بات رفع دفع ہوئی۔ یہ لوگ مقتدا بننے کے قابل ہیں آج ایسے لوگ نہیں، اس لئے عمل قرآن پر نہیں۔

دوسری وجہ جو مسلمانوں کو غارت کر رہی ہے وہ وہ اشعار ہیں جو جی میں آیا کہدے عمل تو کرنا ہے نہیں۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ جس بستی میں واعظ یا شاعر رحمت سنا کر نڈر کر رہا ہو تو اس بستی سے شیطان چلا جاتا ہے، اب لوگ فوش ہو رہے ہوں گے نیچے شیطان کیوں چلا جاتا ہے، وہ کہتا ہے کہ میرا نائب بھکانے والا پیدا ہو گیا ہے اب مجھے یہاں رہنے کی کیا ضرورت ہے۔ رحمت کی آیتیں ان کے لئے ہیں جو مارے خوف کے کھانا پانی پھوڑے ہوں جیسے صواب نہ کہ ہم جیسے غافل۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف یا عشق و محبت میں جو اشعار ہیں وہ قابل عمل ہیں۔ شاعر نے جو کچھ لکھا، کم لکھا، حضرت اس سے بھی زائد ہیں، اس کا یہ مطلب نہیں کہ عمل ہرگز نہ کرو۔

بعض لوگ کہتے ہیں جنت کی ہم کو کیا پرواہ ہے

حکایت | ایک بزرگ کے پاس ایک شخص آیا کہ دس روپیوں سے مجبور ہو گیا ہوں
دلا دیجئے۔ پھر بیٹھ کر ادھر ادھر کی باتوں میں کہا کہ مجھے جنت کی کیا پرواہ اور

روزخ کا کیا ڈر۔ پس روپے میں تو ان کو صبر نہ ہوا، اگر خدا خواستہ کل سب کو جنت دیجائے
اور ان کو نہ ملے تو کیا ان کو صبر آئے گا۔ ابھی فوجدار ہی مقدمہ ہو تو ہوش اڑ جاتے ہیں،
پھر روزخ کا خوف نہیں کہنا کیا معنی رکھتا ہے۔

قرآن تو جنت کو قَوْزٌ عَظِيمٌ (بڑی کامیابی) فرما رہا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ مجھے
جنت کی کیا پرواہ اور کہتے ہیں کہ مجھے موت سے کیا ڈراتے ہو، موت سے تو وصال ہو گا۔
حالانکہ موت سے تو قرآن ڈرا رہا ہے اور یہ کہتا ہے کہ موت کا کیا ڈر۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا
ہے کہ انسان جو موت کے ڈر سے نیک کام کرتا ہے وہ سب چھوڑ کر بے فکر ہو جاتا ہے ابھی
موت آنے دو کو نے کو نے پھینٹ پھر دے۔

سنو صاف جو! ایک اور بات سنو۔ یہ مشہور بات ہے کہ جدھر رب ادھر سب۔

آج کل حج کا زمانہ ہے، حاجی چلے جا رہے ہیں، معلوم ہے آپ کو یہ کہاں جا رہے
ہیں، یہ غارِ کعبہ کی زیارت کو چہ طرف سے مسلمان چلے جا رہے ہیں، کیا آپ کو یہ آرزو ہے کہ
جیسے کعبہ کے طواف کے لئے لوگ تمام دنیا سے چلے آ رہے ہیں ایسا ہی ہمارے قبر کی زیارت
کو تمام جہاں کے فرشتے چلے آئیں، وہ حدیث سنو جو خطیب اور ابو نعیم، امام سیوطی روایت
کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ابو ہریرہ قرآن سیکھو اور لوگوں کو
سکھاؤ۔ قرآن سنئے، سناتے رہو تو فرشتے تمہاری قبر کی زیارت کو ایسے آئیں گے جیسے لوگ
کعبہ کی زیارت کو آتے ہیں، اس سے زیادہ آپ کو تسامع بہ چاہتے ہیں۔ قرآن کعبہ سے
بھی افضل ہے۔ کعبہ کی مخالفت ابا بیل سے کی گئی، قرآن کی حفاظت خود رب جلیل فرماتے
ہیں اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا هُمْ لَحٰفِظُوْنَ (کیا۔ رکوع ۱۔ سورہ حجر)

ترجمہ: ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم (ہی) اس کے محافظ ہیں۔

دارنی کی حدیث میں وارد ہے کہ قرآن مجید خدا کے تعالیٰ کو ساری مخلوق سے زیادہ

پیارا ہے، اگر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ سننا چاہتے ہیں تو قرآن پڑھو اور سنو۔ اگر خدا سے باتیں کرنا چاہتے ہو تو قرآن پڑھو اور تراویح میں سنو۔ قیامت کے قریب قرآن اور کعبہ دونوں اس عالم سے اٹھائے جائیں گے، غور کیجئے کہ جب یہ دونوں دنیا سے اٹھائے جائیں گے تو ان کو دنیا سے جدا کرنے والا کون ہے، اس وقت آپ کو دونوں کے مراتب کا فرق معلوم ہوگا۔ سنئے کعبہ کو ایک ہمیشی غلام حاکم ہونے کے بعد اگر زمین کے برابر کر دیگا اور قرآن کو افسر ملائکہ یعنی جبریل امین علیہ السلام اٹھا کر لے جائیں گے۔

دوستو! سچ فرمائیے کہ کیا اس شان کا قرآن ہم کو صرف اس واسطے ملا ہے کہ ہم اسکو طاق میں رکھ چھوڑیں جو خدا کی نعمت کی قدر نہ کرے فرمائیے اس کی کیا سزا ہے؟ اس کی ہی سزا ہے کہ آخرت کے سوا دنیا میں بھی ذلیل و خوار کر دیئے جائیں، طرح طرح کی مصیبتوں میں گرفتار ہو جائیں، آخر دل ہی تو ہے، اس لئے اس وقت دو سوال آپ کے دل میں پیدا ہو رہے ہوں گے :-

پہلا تو یہ سوال آپ کا دل کر رہا ہوگا کہ بے شک قرآن پر عمل کرنا چاہیئے لیکن نفس و شیطان کی وجہ سے قرآن پر عمل نہیں ہو سکتا، کوئی ایسی تدبیر بتلائیے کہ قرآن پر عمل آسان ہو جائے۔ دوستو! میں کیا تدبیر بتلاؤں، قرآن میں خدا خود تدبیر بتلا رہا ہے وہ تدبیر یہ ہے کہ چوبیس گھنٹوں میں سے بیس منٹ ہی سہی سونے وقت ہی سہی اس لئے کہ لیٹر پر لیٹتے ہی نیند تو نہیں آیا کرتی، آتے آتے ہی آتی ہے، اس لئے اسی وقت یہ سوچا کرو اور نفس سے کہا کہ وہ اے نفس تو کیوں ہلاک ہوتا ہے۔ قرآن شریف پر عمل نہ کرنے سے مجھے کچھ خبر بھی ہے، کیا نتیجہ بھگتنا پڑتا ہے، تو چاہتا ہے کہ دنیا میں اچھا رہے مگر یاد رکھ قرآن چھوڑنے سے تو کبھی اچھا نہیں رہ سکتا۔ اگر نہیں سنلے تو پھر سن: کَثْرَ مِنْ قُرْآنٍ أَهْلَكَ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا لَا يُخْرِجُ مِنْهَا نَارًا وَلَا هُمْ قَائِلُونَ (آپ۔ رکوع۔ سورہ اعراف)

ترجمہ: اور بہت بستیوں کو ہم نے تباہ کر دیا، اور ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت پہنچایا ایسی حالت میں کہ وہ دوپہر کے وقت آرام میں تھے۔ کلام الہی چھوڑنے والوں کو ہم نے تباہ و برباد کر دیا اور کر دیں گے، یکایک بلاؤں میں مبتلا کر دیا اور کر دیں گے اور سزا دینے

اے قرآن کے چھوڑنے والو! نفس اگر دنیا اچھی چاہتا ہے تو قرآن پر عمل کر، اس سے زیادہ اور واضح بات آپ کو سناؤں۔

حدیث | ایک روز کا واقعہ ہے کہ تمام کفار مکہ جمع ہو کر مشورہ کرنے لگے کہ کیا کیا جائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم کو تنگ کر دیے ہیں، ہمارا مجمع پریشان ہو رہا ہے۔ ہمارے معبود بتوں کی امانت ہو رہی ہے، ایک شخص نے کہا کہ میں نے ایک تدبیر سوچی ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ لالچ دلا کر راضی کر لیں گے، پھر وہ آئندہ کے لئے رک جائیں گے وہ احمق یہ سمجھا کہ یہ بھی طالب دنیا ہیں، اس لئے اوروں کی طرح لالچ میں آجائیں گے۔ حضرت کی خدمت میں آکر عرض کیا آپ کا اس سے مقصود کیا ہے، اگر مال ہے تو ہم چندہ کر کے اس قدر مال دیتے ہیں کہ کوئی آپ کے برابر مال دار نہ رہے، اگر عیال مطلوب ہے تو ہم سب آپ کو اپنا سرور و مالک بنا لیتے ہیں۔ اگر عورتوں کی خواہش ہے تو نہایت خوبصورت عورتیں جن کی نظر نہ ہولا دیتے ہیں، آپ یہ سب خاموشی کے ساتھ سن رہے تھے جب وہ سب کہہ چکا تو آپ اعوذ اور بسم اللہ کے بعد اس سورہ کی تلاوت شروع فرمائے "حُمِرَةُ تَنْزِيلُ مِّنَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝ كَتَبْتُ قُصَصًا ۝ اٰیٰتُہٗ (پک۔ رکوع۔ سورہ حم سجدہ)۔

ترجمہ: حم، یہ کلام رحمن رحیم کی طرف سے نازل کیا جانا ہے، یہ ایک کتاب ہے جسکی آیتیں صاف صاف بیان کی گئی ہیں، پڑھتے پڑھتے اس آیت پر پہنچے "فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ ضَبْعَةً ۚ تِلْكَ ضَبْعَةُ عَادٍ وَثَمُوْدَہٗ" (پک۔ رکوع۔ سورہ حم سجدہ)۔ ترجمہ: پھر اگر دلائل تو حید سن کر بھی یہ لوگ (توحید سے) اعراض کریں تو آپ کہہ دیجئے کہ میں تم کو ایسی آفت سے ڈراتا ہوں جیسی عاد و ثمود پر (شرک و کفر) کی بدولت آئی تھی۔ اگر یہ لوگ ہمارے قرآن کو نہ مانیں تو آپ کہہ دیجئے کہ میں تم کو ڈراتا ہوں کہ عاد و ثمود کی طرح کہیں تم پر بجلی کا عذاب نہ آجائے، وہ گہرا گیا اور بھاگا، اور اپنے لوگوں سے کہنا کہ حضرت جب "فَاِنْ اَعْرَضُوْا" کی آیت پڑھے تو مجھ پر ایسی ہیبت ہوئی کہ میں سمجھا کہ اب مجھ پر بجلی گری، اگر میں اور تھوڑی دیر بیٹھتا تو میں اپنا مذہب چھوڑ دیتا تھا۔

لے نفس! اب یہی سمجھیں آیا یا نہیں کہ قرآن چھوڑنے سے دنیا میں بھی عذاب

آتا ہے، خیر دنیا تو یوں زیادہ ہو جائے گی۔ اے نفس! خوب سوچ کہ ایک دن تجھ کو دنیا چھوڑنا ہے اور قبر میں جانا ہے، قبر میں ایک دریغہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک تک کھولتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منہ دکھانا ہے، ایسے میں اگر قرآن آکر کہے کہ یا رسول اللہ یہ ظالم دنیا میں مجھ کو چھوڑ دیا تھا۔ اس وقت کی اپنی حالت کو سوچو پھر میدانِ حشر قائم ہوگا: فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْأَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ ۝ (پ۔ رکوع۔ سورہ اعراف)

ترجمہ: پھر ہم ان لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جن کے پاس پیغمبر بھیجے گئے تھے، اور ہم پیغمبروں سے بھی ضرور پوچھیں گے۔

ہم امت سے پوچھیں گے کہ کیوں کیا ہمارا قرآن تم کو ملتا تھا پیغمبر سے سوال ہوگا کہ کیوں کیا آپ ہمارا قرآن پہنچا دیے تھے حضور تو فرمادیں گے کہ الہی میں نے پہنچا دیا ہے، اب بتاؤ ہم کیا کہیں، اگر نہیں کہیں تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلانا ہے اور اگر ہاں کہیں تو حکم ہوگا کہ پھر تم نے اس قرآن کے ساتھ کیا کیا۔

اے نفس! سچ بتا، اس وقت کیا جواب دے گا تھوڑی دیر کے لئے فرض کرو کہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلائے گا مگر وہاں تیری جھوٹ نہ چل سکے گی: فَلَنَقُصَّنَّ عَنْهُمْ بَعْلِهِمْ وَ مَا كُنَّا غَائِبِينَ ۝ (پ۔ رکوع۔ سورہ اعراف)

ترجمہ: (پھر ہم چونکہ پوری خبر رکھتے ہیں) ان کے روبرو بیان کر دیں گے اور ہم کچھ بے خبر نہ تھے ہم تم سے غائب نہیں ہیں، ہم تو تمہارے پاس ہر وقت موجود ہیں، ہم اپنے علم سے تم کو قائل کریں گے، لوح محفوظ رکھا میں گے، نامہ اعمال سنائیں گے۔ اے نفس! تو کس کسکو جھٹلائیگا نبی کو، لوح محفوظ کو، نامہ اعمال کو، فرشتوں کو، ہاتھ پاؤں کو، خود قرآن یا خداے تعالیٰ کو۔

دیکھ ایسی شرمندگی کا وقت آنے والا ہے، اب بھی موقع ہے کہ قرآن شریف پڑھ کر دوزخ یا درکھ اس پریشانی کے وقت جو میدانِ قیامت میں رہے گی، ادھر میزان یعنی ترازو کھڑا کر دیا جائے گی: وَالْوِزْنُ يُوْزَنُ الْحَقُّ ۝ (پ۔ رکوع۔ سورہ اعراف)

ترجمہ: اور اس روز وزن بھی واقع ہوگا۔

اُس روز اعمال کا وزن ہوگا، ایک پلڑے میں نیکی اور دوسرے پلڑے میں بدی رکھی جائیگی۔
 ”فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ“ (کوٹہ - رکوع - سورہ اعراف)
 ترجمہ: پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا سو ایسے لوگ کامیاب ہوں گے۔

جن کے اعمال نیک کا پلڑا بھاری ہوگا ان کو چھٹکارا اور کامیابی ہے ”وَمَنْ خَفَّتْ
 مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ“ (پٹ - رکوع - سورہ اعراف)
 ترجمہ: اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا سو وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنا نقصان کر لیا۔
 جن کی نیکیوں کا پلڑا ہلکا ہوگا وہ خسارہ میں پڑے گا، نقصان پائے گا۔ اے نفس!
 خسارہ اور نقصان کی وجہ بھی تجھ کو معلوم ہے کہ وہ کیا ہے۔ ”مَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَتَذَكَّرُونَ“
 ترجمہ: بسبب اس کے کہ ہماری آیتوں کی حق تلفی کرتے تھے۔

ہمارے قرآن کی آیتوں پر ظلم کئے یعنی اس پر عمل نہ کئے کہ جس کی وجہ سے یہ خسارہ
 بھگتنا پڑے گا اور دوزخ میں جانا پڑے گا۔ اور قرآن کو چھوڑنے والے، اے نفس سنا خدا سے تعاف
 کیا فرما رہا ہے اگر تو چاہتا ہے کہ نیکیوں کا پلڑا بھاری رہے تو اٹھ، سنبھل اور قرآن پر عمل کر،
 پھر دیکھ تیری نیکیوں کا پلڑا کس طرح بھاری ہوتا ہے، ترازو کے پاس ایک فرشتہ کھڑا ہوگا
 اور جس کی نیکی کا پلڑا بھاری ہوگا اس سے کہے گا کہ تو نیک نصیب ہے اب کبھی بد نصیب
 نہ ہوگا، اور جس کی نیکی کا پلڑا ہلکا ہوگا اس سے کہے گا کہ فلاں کا بیٹا فلاں بد نصیب ہے۔
 اس کے ساتھ ہی دوزخ کے فرشتے لپکیں گے۔

میزان

جب میزان بنائی گئی اور فرشتوں نے دیکھا کہ اس قدر بڑی ہے کہ جس میں زمین
 اور آسمان تل سکیں تب کہا کہ اہلئ! اس میں کیا چیز تولی جائے گی اتنی نیکیاں
 کہاں سے آئیں گی، ارشاد خداوندی ہوا کہ تولی کے وقت دیکھ لینا۔

اے نفس! فرشتوں کو بھی حیرت تھی اگر تو نیکیوں کے پلڑے کو بھرنا چاہتا ہے تو قرآن پر
 عمل کر، کیوں کہ ارشاد ہوتا ہے۔

اگر تم نیکیوں کی زندگی، شہیدوں کی موت، حشر کے دن نجات، قیامت کی گری
 کے دن سایہ اور مگراہی سے ہدایت چاہتے ہو تو ہمیشہ قرآن پر عمل کرو، سناؤ،

یہ کلام الہی شیطان سے محفوظ رہنے کا قلعہ اور میزان کا جھکا دیتے والا ہے۔

حدیث | دو کلمے ہیں، خدا کے پیارے، زبان پر ہلکے، میزان میں بھاری، وہ سُبْحَانَ اللہ بِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللہِ الْعَظِیْمِ ہے۔

حدیث | ایک روز موسیٰ علیہ السلام ذکر کئے کہ الہی مجھے کوئی ایسی بات سکھا کہ جس سے میں تیرا ذکر کروں فرمایا "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" کہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا الہی! یہ تو تیرے سب بندے کہتے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ تو مجھ کو کوئی خاص ذکر بتلا۔ حکم ہوا موسیٰ! تمہارا خیال کہ صرچے، اگر ساتوں آسمان اور ان کے محافظ فرشتے سوائے میرے اور ساتوں زمین ایک پلڑے میں رکھے جائیں اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ایک پلڑے میں تو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا پلڑا بھاری ہوگا۔

حدیث | حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمائے کیا میں تم کو دو باتیں بتلاؤں کہ جو عمل کرنے میں ہلکے اور میزان میں بھاری، (وہ یہ ہیں) (۱) حسنِ خلق (۲) خاموشی۔

حدیث | اہل و عیال کا نفقہ میزان میں رکھا جائے گا تاکہ نیکی کا پلڑا بھاری ہو۔

حدیث | ایک شخص کے مختصر اعمال رہیں گے، اس لئے وہ میدانِ قیامت میں گھرائے گا اتنے میں ایر کی طرح کوئی چیز اگر میزان میں گرے گی اور اس سے کہا جائے گا کہ (دنیا میں) تو جو خیر کی تعلیم دیا کرتا تھا یہ اس کا ثواب ہے۔

حدیث | میدانِ قیامت میں حضرت آدم علیہ السلام عرش کے پہلو میں کھڑے ہونگے دو سبز کپڑے ان کے جسم پر ہوں گے اور دیکھتے ہوں گے کہ کون ان کی اولاد میں سے

دوزخ میں ڈالا جاتا ہے، یکا یک آپ کیا دیکھیں گے ایک امتی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دوزخ کی طرف جا رہا ہے، آدم علیہ السلام فرمائیں گے یا احمد! آپ فرمائیں گے بے شک، آدم علیہ السلام فرمائیں گے دیکھئے آپ کی امت کا ایک شخص دوزخ میں جا رہا ہے، حضرت فرماتے ہیں کہ میں دامن کمر پر کس کر دوزخ کے فرشتوں کی طرف لپکوں گا اور کہوں گا کہ اے میرے رب! کے فرشتو! ذرا ٹھہرو، فرشتے کہیں گے کہ ہم سخت اور سنگدل ہیں اللہ کے حکم کا خلاف نہیں کر سکتے، آپ باپوس ہو کر بائیں ہاتھ سے پیشانی مبارک پکڑیں گے،

اور عرش کی طرف متھ کر کے کہیں گے کہ اے رب! مجھے وعدہ کے موافق امت کے بارے میں رسوائہ کر، فدائے تعالیٰ عرش سے ارشاد فرمائے گا اور یہ آواز آئے گی "أَطِيعُوا مُحَمَّدًا" حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو، اس گنہگار کو لاؤ میں اپنے حبیب کے پاس سے انگلی بھر کا کاغذ نکالوں گا، نیکی کے پلڑے میں بسم اللہ کہہ کر رکھ دوں گا۔ اس کے ساتھ ہی نیکیاں بھاری ہو جائیں گے تب پکارنے والا پکارے گا کہ یہ نیک نصیب ہوا اسکو جنت میں لے جاؤ۔ وہ کہے گا میرے ماں اور باپ آپ پر قربان کیا اچھا آپ کا چہرہ ہے اور کیا اچھے آپ کے اخلاق ہیں، اس بے کسی میں آپ مدد فرمائے ہیں، آپ کون ہیں میں کہونگا "أَنَا نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ" وَهَذَا صَلاَتُكَ الَّتِي تُصَلِّيُهَا عَلَيَّ۔"

ترجمہ: میں تیرا نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں اور یہ کاغذ کا تکرار جو میں نیکی کے پلڑے میں ڈالا وہ تیرا درود شریف تھا جو تو دنیا میں پڑھا تھا مجھ پر۔

حدیث | شہیدوں کے خون سے علماء کی بیاہی بڑھ جائے گی۔

حدیث | ایک شخص حضرت کے پاس خوفِ الہی سے رو رہا تھا جبریل علیہ السلام نے عرض کیا سب اعمال تو لے جائیں گے مگر آنسوؤں کا تو لانا کیا ہے، بس اس سے دوزخ کی آگ بجھائی جائے گی۔

ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ بدی کا پلڑا بھاری ہو رہا تھا کہ یکا یک اس نے دیکھا کہ ایک تھیلی نیکیوں کے پلڑے میں گری اور اس کو بھاری کر دی اور کسی نے کہا کہ یہ وہ مٹی ہے کہ جو تو ایک مسلمان کو دفن کے وقت اس کی قبر پر ڈالتا تھا۔

حدیث | ایک شخص کے میدانِ قیامت میں نیکی اور بدی کے دونوں پلڑے برابر ہونگے، ایک کلمہ بدی کے پلڑے میں گرے گا اور برائی بڑھ جائے گی اور اس کو دوزخ کی طرف لی جائے گی وہ کلمہ کیا ہوگا وہ کلمہ اُف ہوگا جو اس نے ماں باپ کو کہا تھا۔ باپ بھی اپنے گناہوں کی وجہ سے دوزخ کی طرف جا رہا ہوگا بیٹا کہے گا کہ آخر میں تو دوزخ کی طرف جا رہا ہوں، اس لئے میری نیکیاں میرے باپ کو دیجئے اور ان کو جنت میں بھیج دیجئے حکم ہوگا دنیا میں عاق تھا اور آخرت میں فرماں بردار۔ جاؤ دونوں جنت میں جاؤ۔

حدیث بہت سی نیکیاں پلڑے میزان میں واپس کر دی جائیں گی، فرشتے عرض کریں گے: "اللہ! ہم نے جو دیکھا وہ اس کے نامہ اعمال میں لکھا، اس لئے ان کو نیکیوں کے پلڑے میں ڈالنے حکم ہو گا یہ نیکیاں میرے لئے نہ تھیں، ربا کے لئے تھیں (اس لئے واپس کر دی جائیں گی)۔"

صاحبو! مذکورہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ میدانِ قیامت بڑی پریشانی کا دن ہے، اس دن اس شخص کو آرام ملے گا کہ جس سے قرآن راضی رہے، ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے: "إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا" (پہ۔ رکوع ۴۔ سورہ فرقان) ترجمہ: اے میرے پروردگار میری (اس) قوم نے اس قرآن کو (جو کہ واجب العمل) تھا بالکل نظر انداز کر دیا۔

تو اس وقت کوئی نیکی میزان میں کام نہ آئے گی۔

غرض اس طرح آپ روزانہ سوچئے تو ان شاء اللہ قرآن پر عمل آسان ہو گا۔ دوسرا سوال۔ یہ دل میں آتا ہو گا کہ قرآن پر ہم کیسے عمل کریں؟ عربی آتی نہیں، اس سے واقف نہیں۔ اس کی تفسیر یہ ہے کہ قرآن سنتے سنا تے رہو، اور ساری نفعہ عمل قرآن ہے، جو کرو یا کرو اس کی بارے میں سوچو، اس کا کیا مسئلہ ہے، اس طرح قرآن کے آپ عامل ہو جائیں گے۔

تراویح فضائل قرآن | غرض صاحبو! ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ"

پہ۔ رکوع ۱۔ سورہ انفال، ترجمہ: بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ بتاتے اور پکے مسلمانوں کی نشانیاں بیان فرماتا ہے، ان نشانیوں کو سنئے، اور پھر ہماری حالت پر غور کیجئے۔ نہ عقائد کی پرواہ ہے نہ اعمال کی فکر، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مسلمانوں! پانچ وقت نماز پڑھو، گو زبان سے نہ کہیں، مگر اپنی حالت سے تو مسلمان کہتے ہیں کہ نہیں پڑھتے، اگر اس طرح نہیں کہتے تو پھر نماز کیوں نہیں پڑھتے۔ رمضان المبارک کے مہینے میں کہہ جاتا ہے کہ روزہ رکھو، مگر نہیں رکھتے۔ نماز پڑھنا ہے، تراویح

پڑھو، یہ نہیں پڑھتے۔ اگر آپ کا بھی ذکر آپ کی ہر بات پر عمل نہ کرے تو کیا آپ اس کو نوکر سمجھیں گے، اسی طرح خدائے تعالیٰ کی ہر بات پر عمل نہ کر کے پھر کس طرح مسلمان سمجھے جائیں پھر لطف یہ ہے کہ جو جس حال میں ہے اس کو برا نہیں سمجھتا۔ بے نمازی کہتے ہیں کہ کیا نماز نہیں پڑھے تو مسلمان نہیں رہتے۔ اور بے روزہ دار کہتے ہیں کہ کیا روزہ نہیں رہے تو مسلمان نہیں رہتے۔ مسلمان کی ایک بات بھی نہ کریں، ایک عمل بھی نہ کریں، پھر مسلمان کے مسلمان اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”وَ أَطِيعُوا اللَّهَ وَ رَسُوْلَهُ اِنَّ كَثُرَ مُؤْمِنِيْنَ“ (پا۔ رکوع۔ سورہ انفال)

ترجمہ: اور اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اگر تم ایمان والے ہو۔ جو خدا اور رسول کا حکم نہ مانے وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سچا مسلمان نہ سمجھا جاتا تھا۔ جنگ تبوک کے لئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نکلے تو حضرت کی اطاعت نہ کرنے کے لئے یہ حید کہے کہ ”لَا تَقْرُؤْ اِذَا فِی الْحَرْبِ“ (پا۔ رکوع۔ سورہ توبہ)۔

یہ گرمی کا موسم ہے ایسے وقت کہیں باہر نکلا کرتے ہیں قُلِّ حکم ہوا آپ ان سے کہہ دیجئے ”فَاَرْجَمْنٰمْ اَشَدَّ حَرًّا اَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ“ (پا۔ رکوع۔ سورہ توبہ)۔ معلوم ہے دوزخ کی آگ کیسی آگ ہے، یہ دنیا کی آگ، دن میں (بہت ستر مرتبہ دوزخ کی آگ سے پناہ مانگتی ہے، پھر غور کیجئے وہ کیسی آگ ہوگی، جب یہاں کی گرمی کی برداشت نہیں ہے، گھر سے باہر نہیں نکلا جاتا، تو کل دوزخ کی آگ کو کس طرح برداشت کرو گے کچھ تو سمجھو اسی طرح بے روزہ دار کہتے ہیں کہ رمضان سخت گرمیوں میں آگے ہیں، ایسے وقت کہیں روزہ رکھا جاسکتا ہے ان سے کہیے ”فَاَرْجَمْنٰمْ اَشَدَّ حَرًّا اَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ“ (پا۔ رکوع۔ توبہ) جب یہاں گرمی کی شدت برداشت نہیں کر سکتے، روزہ نہیں رکھا جاتا تو کل دوزخ کی آگ اور وہاں کی بھوک اور پیاس کی تکلیف کیسے برداشت کرو گے کچھ تو سمجھیے۔

انسوس! لوگوں نے گرمی کو دیکھا، بھوک پیاس کو دیکھا مگر روزہ کے فائدوں کو نہ دیکھا لگتی کے چند روز جو دیکھتے دیکھتے ختم ہو جاتے ہیں۔ روزہ میں دن صلال چیزوں سے روکا جاتا ہے، رات کو اجازت ہے، دن کے

روزہ کی
برکات

وقت ترستے ہیں، حکم ہوتا ہے، خیر دار نہ کھائیں، یہ نفس پر بے حد شاق گذرنا ہے، نفس تملتا ہے، مگر حکم ہے اس لئے رکنا ہے، نفس کو رکنے کی عادت پڑ جاتی ہے رکنے کی مشق ہو جاتی ہے، پھر برائیوں سے رکنا آسان ہو جاتا ہے، شیطان مایوس ہو جاتا ہے کہ یہ بندہ صرف خدا کا حکم ہونے کی وجہ سے حلال چیزوں سے رک رہا ہے تو یہ حرام امور میں میری کیا اطاعت کرے گا۔

صاحبو! آپ نے غور کیا کہ آپ سے جو روزہ رکھا ہے، میں اس کی وجہ کیا ہے سنئے۔ آپ کا دل بیمار ہو گیا ہے اور روزہ اس کی دوا ہے۔ گوچہ پانی کو دشمن سمجھتا ہے کہ کڑوی دوا پلاتی ہے مگر یہ بچہ کی حماقت ہے بلکہ ماں کی محبت کا تقاضہ ہے کہ کڑوی دوا پلاتی ہے تاکہ صحت ہو جائے، ہمارا دل اور روح جب دنیا میں آئے تھے تو تندرست تھے یہاں آکر بیمار ہو گئے ہیں، خدا چاہتا ہے کہ روح و دل کو صحت ہو جائے، اس لئے روزہ کی دوا تجویز کی گئی۔ ہائے کس محبت سے روزہ کی دوا پلاتے ہیں۔ جیسے کوئی محبت بھری ماں بچہ کو کہتی ہے کہ میاں تم دوا پی لو، ہم تم کو ایک روپیہ دیں گے، ایسا ہی روزہ کی دوا پلاتے ہیں، تاکہ بندہ کو صحت ہو، مگر صرف دوا نہیں پلاتے بلکہ یہ کہتے جاتے ہیں، مسلمانو! یہ روزہ کی دوا پی لو، ہم تم کو جنت دیتے ہیں، حور دیتے ہیں، خود اپنے آپ کو دیتے ہیں، عقلمند سمجھتا ہے کہ پینا تو ضرور ہے ورنہ روپیہ بھی جائے گا اور دوا پینا تو ضرور پڑے گا۔ اسی طرح سمجھ دار مسلمان سمجھتا ہے کہ روزہ رہنا تو ضروری ہے ورنہ اس کا آخری نفع جو اوپر نہ کو رہا جاتا رہے گا، اس کے بارے میں مزید کچھ سنئے۔

حدیث

مخرج میں معنور علی اللہ علیہ وسلم نے ایک فرشتہ کو دیکھا جو قوی ہیکل تھا اس کے (۷۰) ہزار سر تھے، ہر سر میں (۷۰) ہزار زبان، اس کی تسبیح کی خوش

المانی سے عرش کو حرکت ہوتی ہے۔ عرش کے سید علی طرف اس کا مقام ہے معنور علی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ کون ہے؟ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اس فرشتہ کو صرف اسی لئے پیدا کیا گیا ہے کہ وہ تسبیح کرے اور اس کا ثواب آپ کی امت کے روزہ داروں کو دیا جائے گا، اور اس کے سامنے ایک صندوق ہے، اس پر نور کا قفس

پڑا ہوا ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا یہ کیا ہے۔

عرض کئے فرشتے اس میں آپ کے روزہ داروں کی دوزخ سے رات لکھ کر رکھتے ہیں،
مبارک ہو آپ کو اور آپ کی امت کو۔

حدیث | جب قیامت قائم ہوگی، لوگ قبروں سے اٹھیں گے حکم ہوگا داروغہ جنت
کو کہ رضوان! میں نے روزہ داروں کو قبر سے اٹھایا ہے، میرے واسطے وہ

بھوکے پیاسے رہے تھے، ان کو جنت میں آنے کا انتظار ست کراؤ، یہیں میدان قیامت میں
کھانا لے چلو۔ تب رضوان آواز دیتے ہی بے گنتی علما جمع ہو جائیں گے، میوے،

کھانے، شربت وغیرہ لے کر حاضر ہوں گے۔ ایک ایک شخص کی خاطر کر کے رضوان کہیں گے
”هَلُّوْا وَاشْرَبُوْا هٰذِيْنَ يَّوْمًا اَسْلَفْتُمْ فِيْ الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ“ آپ

رکوع ۱۔ سورہ الحاقہ (ترجمہ) اور حکم ہوگا کہ کھاؤ اور پیو مزہ کے ساتھ ان اعمال کے
صلہ میں جو تم نے گذشتہ ایام (یعنی زمانہ قیام دنیا میں) کئے تھے۔

غرض صرف روزہ کا حکم نہیں دیتے، روزہ کا حکم دے کر اس طرح کی ہزاروں
چیزیں دیتے ہیں، کوئی بد نصیب اس پر بھی روزہ نہ دے تو حضور فرماتے ہیں ذلیل ہوئے

رہا ہوئے، خراب ہوئے۔ صحابہ نے عرض کیا کون یا رسول اللہ! آپ فرمائے کہ جس کے پاس
رمضان آئیں اور وہ ان کی قدر کر کے اپنی مغفرت نہ کرائے۔

سب سے بڑا فائدہ روزوں کا یہ ہے کہ سچے مسلمانوں کی پہلی علامت اسی روزہ کی
برکت سے حاصل ہوتی ہے، دل کا رنگ دور ہونے اور نفس اپنی شرارت سے باز آنے کیلئے

روزہ ایک خاص نسخہ ہے، اسی لئے روزہ میں اعمال خیر کا خیال پیدا ہو جاتا ہے، کیسا ہی شخص
ہو ضرور کچھ نہ کچھ نیک کام کرتا ہے، بشرطیکہ دل پر طبع و ختم (مہر) نہ ہو گیا ہو۔ ورنہ نہ وہ روزہ

دیکھے گا نہ نیکی کی توفیق ہوگی۔

حدیث | خدائے تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا اور کہا آگے آگے آگئی۔ پھر کہا پیچھے ہٹ
پیچھے ہٹ گئی۔ پھر عقل سے کہا کہ میں نے تیرے سے زیادہ کوئی چیز مغلم و کرم نہیں

پیدا کی، پھر نفس کو پیدا کیا اور کہا آگے آگے نہ آئی، تب کہا پیچھے ہٹ، پیچھے نہ ہٹی، دوزخ سے ڈرایا، وہ مخالفت ہی کرتی رہی۔ بھوک، پیاس کی تکلیف دیا فوراً اطاعت کرنے لگی۔

دوزخ سے ڈرانے سے وہ کام نہ نکلا جو بھوکا پیاسا رکھنے سے نکلا، اس لئے روزہ مقرر کیا، تاکہ نفس کی شرارت چھوٹے، دوزخ سے جو کام نہ ہو سکا تھا وہ اصلاح نفس کا کام رمضان المبارک سے نکلا، نفس کی صفائی اسی رمضان المبارک سے ہوتی ہے، دل کی نرمی اسی رمضان المبارک سے پیدا ہوتی ہے، پھر سچے اور پکے مسلمانوں کی پہلی علامت پیدا ہو جاتی ہے یہ اور بات ہے کہ بد پرہیزی سے نفع ضائع کرتے رہیں، بد پرہیزی کا ذکر عنقریب کرتا ہوں۔ اس آیت شریف میں ارشاد ہوتا ہے: **اَتَمَّ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ** (پ۔ رکوع ۱۔ سورہ انفال)

جب اللہ تعالیٰ کا ذکر ان کے سامنے کیا جاتا ہے اس کے پیارے نام سے کچھ ایسی غفلت ان کے دل میں پیدا ہوتی ہے اور محبت اور خوف کا کچھ ایسا غلبہ ہوتا ہے کہ کانپ جاتے ہیں، نافرمانی کو رہا ہے مگر خدا کا نام لیتے ہی فوراً باز آ جاتا ہے۔

حدیث شریف | جب کسی بندے کے روئیں، خدا کے خوف سے کھڑے ہو جاتے ہیں تو اس کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جیسے سوکھے درخت کے پتے اور اللہ تعالیٰ اس پر آتش دوزخ حرام کر دیتا ہے۔

حکایت | ہارون الرشید کی بیگم زبیدہ کو اس کی وفات کے بعد کسی بزرگ نے پوچھا کہ کیسی گزری، اس نے کہا کہ خدا نے بخش دیا۔ انہوں نے کہا کہ کونسا عمل کام آیا۔ شائد نہر زبیدہ جو آپ مکہ میں کھدوائے تھے کام آئی، اس نے کہا نہیں بلکہ وہ عمل تو لوگوں میں بٹ گیا جن جن کا روپیہ خزانہ میں آکر نہر بنانے میں خرچ ہوا تھا اس کا ثواب انہیں کو مل گیا۔ پھر کہا سنتے، میری بخشش کا سبب یہ ہوا کہ ایک دفعہ میں اپنی سہیلیوں میں بیٹھی ہوئی تھی اور شراب پی رہی تھی، جام شراب میرے ہاتھ میں تھا میں اس کو منہ سے لگائی تھی کہ عین اسی وقت اذان کی آواز اللہ اکبر اللہ اکبر کان میں آئی، یہ آواز سنتے ہی کان آواز کی طرف متوجہ ہوئے

وہ عام کافروں کے راستہ سے دل میں پہنچا، نام کی عظمت سے دل لرز گیا، کانپ اٹھا، نورانی شراب کا پیالہ ہاتھ سے گرا دیا۔ مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اپنے سامنے بلایا اور فرمایا کہ زمین تو میری ہے، نہ کہ جو تو نے ہمارے نام کی عظمت سے شراب کو دُور کر دی تھی، آج ہم تیرے سے اپنے عذابوں کو دُور کرتے ہیں۔

دوسری علامت پیچھے اور پکے مسلمانوں کی یہ ہے کہ "وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اسْمُكَ زَادَ تَقْوَاهُ" (پاک رکوع - سورہ انفال) ترجمہ: اور جب اللہ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ (آیتیں) ان کے ایمان کو اور زیادہ (مضبوط) کر دیتی ہیں۔

جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو ان کا ایمان اور زیادہ مضبوط ہوتا ہے قلب میں ایک اطمینان اور سکون پیدا ہوتا ہے۔ صوفیائے کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا ہے کہ ایمان ایک نور ہے جس قدر دل کا روزن وسیع ہوتا ہے اسی قدر نور ایمان اس دل میں زیادہ آتا ہے، جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو قرآن کی برکت سے دل کا روزن بہت کشادہ ہوتا ہے، اس لئے نور ایمان بھی اس دل میں بہت آتا ہے یہاں تک کہ قرآن پڑھنے اور سننے والے اس نور میں غرق ہو جاتے ہیں۔

حکایت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب قریش نے بہت مجبور کیا اور نماز میں قرآن پڑھنے سے منع کیا، روح کی نڈا ہی بند ہو جائے تو زندگی کیسے ہو سکتی؟

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اجازت لے کر ملک حبش کی طرف ہجرت کئے، راستہ میں ربيعہ کا فرمایا۔ عرض کیا ابو بکر! کہاں جاتے ہو۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے میری قوم نے نکال دیا ہے اور کہیں ایسی جگہ جاتا ہوں کہ جہاں بیٹھ کر اللہ کی عبادت کروں، اور اطمینان سے قرآن پڑھوں، ربيعہ نے کہا کہ آپ جیسا مبارک شخص اس قابل نہیں ہے کہ وطن سے نکالا جائے، آپ کے اخلاق، آپ کی صلہ رحمی، بیوہ، یتیم کی پرورش وغیرہ اعلیٰ درجہ کے صفات آپ میں ہیں، آپ میرے امان میں آئے اور گھر چل کر خوشی سے عبادت کیجئے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سمجھا تو آپ کو گھر کے باہر، موسم گرما میں، ایک جگہ مختص کر کے مسجد کی طرف

قرآن کا
انور

پڑھنے لگے، تہجد کی نماز میں آپ قرآن بہت پڑھتے تھے، پڑھتے جاتے تھے اور خوفِ الہی سے روتے جاتے تھے، اب صدیق اکبرؓ کی نماز ہے، پھر نماز میں قرآن، پھر قرآن پڑھتے ہوئے خوفِ الہی سے روتے جاتے، یہ بہت سی بجلیاں جمع ہو گئیں، آپ کی آواز سن کر مشرکوں کی عورتیں اور بچے جمع ہونے لگے، قرآن مجید نے انکے دل میں اثر کرنا شروع کیا، کفار گھبرائے اور ربیعہ کے پاس دوڑے آئے کہ ربیعہ واہ، واہ، خوب بلا مول لائے، قرآن پڑھتے ہیں یا جادو کرتے ہیں کہ ہماری عورتیں، بچے اور غلام سب کے سب مسلمان ہو جانے کی توبت آئی ہے جلدی اس کا انتظام کرو، ابو بکرؓ کو منع کرو کہ گھر کے باہر نماز نہ پڑھیں، ربیعہ نے کہا ابو بکر یا تو قرآن گھر میں پڑھو، یا میرا امان واپس کر دو، حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا تیرا امان مجھ کو واپس کرتا ہوں۔ خدا کا امان مجھے بس ہے۔

یہ ہے قرآن، یہ ہے اس کی تلاوت جو ایمان مضبوط کرتی ہے۔ ہائے کیا مزہ آتا ہوگا کہ طرح طرح کی مصیبتیں جھیلتے تھے مگر نماز میں قرآن پڑھنا نہیں چھوڑتے تھے، یہی قرآن ہے کہ جس کی تلاوت نے ایمان بڑھاتے بڑھاتے اس درجہ تک پہنچایا۔

حدیث حضرت فرماتے ہیں کہ ابو بکرؓ کا ایمان ایک پلڑے میں رکھا جائے اور میری تمام امت کا ایمان ایک پلڑے میں رکھا جائے تو ابو بکرؓ کے ایمان کا پلڑا جھک جائیگا اس قرآن کے پڑھنے میں وہ مزہ آتا ہے کہ جانیں تک اس سلسلہ میں شتم ہو گئی ہیں۔

حکایت ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رمضان المبارک میں کھانا پکانے کے لئے مجھ کو ایک باندی کی ضرورت ہوئی، اس لئے آپ بازار گئے،

اتفاق سے ایک ایسی باندی ملی کہ جس کی صورت سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی کے فراق میں جلی بھنی ہوئی ہے، آپ اس کو خرید لائے، دو چٹا گھڑا اور حبیبہؓ رات ہوئی تو اس اللہ کی بندی نے نماز کی نیت باندھ لی، اور پہلی رکعت میں سورہ بقرہ کو اس نے اس خوبی سے تلاوت کیا کہ ہم کہیں نہیں سنے تھے اور دوسری رکعت میں اللہ تعالیٰ بقرہ میں سورہ نساء، غرض ایک ایک رکعت میں ایک ایک سورہ اس نے تلاوت کیا، حبیبہؓ سورہ ابراہیم کے اس مقام پر پہنچی کہ جہاں دو زخیوں کا ذکر ہے "وَجَلَّتْ قُلُوبُهُنَّ" بے ہوش ہو کر زمین پر گر گئی

سب لوگ اس کو اٹھانے کے لئے دوڑے گروہاں رکھا ہی کیا تھا گرتے ہی کام تمام ہو گیا تھا
مردہ پڑا ہوا تھا۔

ن۔ ہائے! اس قرآن کے مژہ نے جان تک لے لی۔

حدیث | جب رات کے وقت نماز میں قرآن آواز سے پڑھا جاتا ہے تو فرشتے قرآن کی آواز
سن کر اس کے ساتھ نماز پڑھنے کو آتے ہیں، اسی طرح جنات مسلمان جو اس جگہ
رہتے ہیں، سب قرآن سننے اور اس کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے آتے ہیں۔

امام احمد حنبلؒ خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھے عرض کئے الہی! کوئی ایسی عبادت ہے
کہ جس کے ادا کرنے سے بندہ تیرا مقرب بنتا ہے۔ ارشاد ہوا تلاوت قرآن ہے، عرض کئے
سمجھ کر تلاوت کرنے سے یا بغیر سمجھے تلاوت سے، ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ بندہ قرآن کو
سمجھ کر پڑھے یا بغیر سمجھے پڑھے، دونوں طرح کا پڑھنا مقرب بناتا ہے اور ہر حرف کے بدلے
(۱۰۰) نیکیاں اور راستے ہی درجے ملتے ہیں، اتنے ہی گناہ مٹائے جاتے ہیں، قرآن مجید کے
کل حروف ایک کروڑ (۲۷) ہزار ہیں۔ صاحبو! اس سے اندازہ لگائیے کہ کتنی نیکیاں ملیں گی
اور کتنے گناہ مٹائے جائیں گے۔ اس طرح کی نعمت بھٹی ہے، آؤ لو، اور جو اس نعمت کو
لے رہے ہیں، ان کو مبارک ہو، خدائے تعالیٰ کا اس امت پر کس قدر احسان ہے کہ اس
اس امت کے لئے کیسے کیسے گل دریاں تیار کئے ہیں، کوئی کچھ خدمت کر رہا ہے اور کوئی
کچھ، ایک حافظ قرآن ہی کو لیجئے اگر یہ نہ ہوتے تو کیا ہم اس نعمت کو حاصل کر سکتے تھے اس
لئے ارشاد ہے :-

حدیث | ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد
فرمائے ہیں کہ خدائے تعالیٰ کے نزدیک حافظ قرآن سے زیادہ کسی کی عزت
نہیں ہے۔

غرض پیغمبروں کے بعد حافظ قرآن کا مرتبہ اور درجہ ہے۔

حدیث | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیے ہیں کہ روزہ اور قرآن شفاعت کریں گے
روزہ کہے گا کہ میں نے دن کو کھانا پانی چھوڑا تھا، اس لئے خدائے

حق میں میری شفاعت قبول فرما۔ اس کے بعد قرآن شریف عرض کریں گے الہی! میں نے رات کو اس کی نیند چھڑائی تھی، اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ دونوں کی شفاعت قبول فرمائیں گے۔

اس لئے تراویح میں پورا قرآن سننا سنت موکدہ ہے۔ ایک بزرگ اس کے عجیب معنی بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ "كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ" (پک۔ رکوع ۱۲۔ سورہ ال عمران) ترجمہ: تم لوگ اچھی جماعت ہو۔

کیوں فرماتے ہیں، اس لئے کہ تم یہ کام (تلاوت قرآن) ادا کرتے ہو، بخلا اور آیتوں کے یہ بھی ہے کہ "يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ" (پک۔ رکوع ۱۲۔ سورہ ال عمران)

ترجمہ: اللہ کی آیتیں (اوقات شب) میں پڑھتے ہیں۔

اور یہ بھی ہے "وَهُمْ يَسْجُدُونَ" (پک۔ رکوع ۱۲۔ سورہ ال عمران)

ترجمہ: اور وہ نماز بھی پڑھتے ہیں۔

اور آخر میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے "أُولَٰئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ" (پک۔ رکوع ۱۲۔ سورہ ال عمران)

ترجمہ: اور یہ لوگ شایستہ لوگوں میں سے ہیں۔

یعنی خدا ان کی فضیلت کا قائل ہے کہ وہ لوگ جو نماز میں قرآن پڑھتے ہیں وہ سب اچھے اور لائق ہیں، اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے کہ:-

حَدِيثٌ "أَعَدَّ اللَّهُ لِعِبَادِهِ الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا

أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ"

ترجمہ: نیک بندوں کے لئے جنت جو تیار کی گئی، اس میں ایسی ایسی چیزیں ہیں کہ جن کو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے قلب میں اس کی وہم و گمان تک آیا۔

ذرا اہل دل سے پوچھو کہ کُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ میں کیا مراد ہے، اگر محبوب خود کے

کہ بہت اچھا آدمی ہے، اس سے بڑھ کر اور کیا ہونا چاہیے۔

رمضان مجاہدوں کا مہینہ ہے | صاحبو! رمضان مجاہدوں کا مہینہ ہے اسکی تفصیل سنئے

اصلاح نفس کا نام ہی مجاہدہ ہے، دنیا میں کوئی چیز بھی بغیر مجاہدہ کے کسی قابل نہیں بنتی، پھر تو اے غافل انسان! کیسے بغیر مجاہدہ کے کسی قابل بنے گا۔ مثلاً یا ز ایک وحشی پرندہ ہے اور انسان سے بھاگتا ہے، آپ اس کو جب شکار کے لئے تیار کراتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ یہ آپ کا فرماں بردار ہو تو پہلے اس یاز کو ایک بند کمرہ میں رکھتے ہیں اور اس کی آنکھوں پر پٹی باندھتے ہیں، یہاں تک کہ وہ اپنی تمام پہلی کیفیت بھول جائے۔ پھر اس کو تھوڑا تھوڑا گوشت دے کر خود سے انسٹ پیدا کرتے ہیں، اور اس بات کی عادت ڈالتے ہیں کہ جب مالک کی آواز سنے فوراً آجائے، اس مجاہدہ سے یاز کی فطرت تو نہیں بدلتی لیکن صرف اتنا ہوتا ہے کہ پہلے وہ اپنی رائے سے شکار کرتا تھا، اب مالک کا تامل بدار بن کر شکار کرتا ہے اور اس مجاہدہ کی وجہ سے بادشاہ کے ہاتھ پر رہتا ہے، اگر باوجود مشقت نہ اٹھاتا تو کیا اس کی اصلاح ہوتی تھی، اسی طرح نفس ایک وحشی جانور ہے، اپنے مالک خدا سے اس کو لافیت نہیں ہے، مالک کے ذکر سے اس کو انسٹ نہیں ہے، اس لئے نفس کو اول خلوت اور گوشہ نشینی میں رکھ کر پچھلی عادتیں مٹاتے ہیں جس سے سمع و بصر کی حفاظت ہوتی ہے، پھر خدا کے ذکر کی تھوڑی تھوڑی عادت ڈالتے ہیں تاکہ اس کو اپنے مالک سے لافیت ہو جائے، محبت ہو جائے، پہلے جس طرح دنیا سے انسٹ تھی دیگر خواہشات سے لافیت تھی اسی طرح اب خدا سے انسٹ ہونے لگے گی، اسی کا نام مجاہدہ ہے، بغیر مجاہدہ کے نفس راستہ پر نہیں آتا، اور اس بات کو تمام مذاہب کے لوگ سمجھے ہوئے ہیں، اس لئے نفس کی اصلاح کے لئے بڑے بڑے مجاہدے مقرر کئے ہیں، بیمنبروں نے بھی حسب مصلحت زمانہ اپنی اپنی امت کے لئے مجاہدہ بتلائے ہیں مگر وہ مجاہدے ہر انسان کے موافق نہیں، مثلاً سادھو جو مجاہدے کرتے ہیں دوسرا کوئی نہیں کر سکتا، اور نہ وہ ہرزما کے موافق ہیں۔ اس لئے اس بات کی ضرورت تھی کہ کوئی ایسا مجاہدہ بتلانے والا آئے جو ہر انسان اور ہرزمانہ کے موافق ہو۔ چنانچہ خدا کی شفقت و مہربانی سے آخر زمانہ میں اپنے پیارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج کر ایسا مجاہدہ بتلایا جو ہر زمانہ اور ہر انسان کے موافق ہے، ایسے آسان مجاہدہ سے جو بھاگے اس سے بڑھ کر کوئی کم نصیب نہیں اور اس کو خشش میں رہتے ہیں کہ یہ مجاہدہ گلے نہ پڑے۔

حکایت

ایک شخص نے سنا تھا کہ اگر رمضان کا چاند دیکھیں تو روزہ فرض ہو جاتا ہے اس لئے اس نے کہا کہ ہم چاند ہی نہیں دیکھتے پھر روزہ کیوں فرض ہو گا۔ اس لئے جس روز چاند رات ہی گھر میں چھپ کر بیٹھ گیا اور کھانا پینا پیشاب پانی نہ وغیرہ گھر میں اندر ہی کرتا رہا۔ ایک روز اس کی بیوی نے کہا کہ کم بخت یہ کیا آفت و نحست ہے کہ گھر ہی میں ضرورت سے فارغ ہو رہا ہے جا باہر نکل وہ ڈرتے ڈرتے منہ کو ہاتھ سے اور سر کو کپڑے سے ڈھانک کر باہر گیا کہ کہیں چاند نظر نہ آجائے اور روزے گلے پڑتے ہیں جب جنگل میں پانچخانہ سے فارغ ہو کر طہارت کے لئے سر نیچا کر کے تالاب پر آیا اور ڈرتے ڈرتے نیچی نگاہ کر کے آنکھیں کھولا تو پانی میں چاند نظر آ گیا تو اس نے غصہ میں آ کر یوں کہا کہ یوں کیوں نظر آتا ہے آنکھوں میں گھس جا پھر خوب روزہ فرض ہو تلے۔ جیسے یہ روزہ فرض ہونے سے ڈر رہا تھا جان بچا رہا تھا ایسا ہی ہم جان بچا رہے ہیں اس پر ہم کو ہنسی آتی ہے اس سے زیادہ ہنسی ہم پر آنی چاہیے اب تو جناب عقل کا زمانہ ہے عقل کیا اکل کا زمانہ ہے یہ پیٹ بھری چالیں ہیں۔ صاحبو! آپ کو کچھ خبر بھی ہے کہ آج کل اسلام کے احکام مٹانے کے لئے کئیٹیاں پورہ ہیں ایک کیمٹی میں یہ ظالم مشورہ کرتے ہیں کہ اب رمضان کی ضرورت نہیں وہ لوگ غیر مہذب تھے ان کو مہذب بننے کے لئے روزہ کی ضرورت تھی ہم خود مہذب ہیں۔ ہم کو کیا ضرورت ہے کیا خوب اپنے منہ میاں مٹھو اور خود کو مہذب سمجھنے لگے مالانکہ آپ میں درندہ پن موجود ہے کتا پن موجود ہے اور شیطان مجسم بنے ہوئے ہیں اور پھر مہذب کے مہذب۔ ان کی عقل پر ایک قصہ یاد آیا سنئے۔

حکایت

ایک احمق کے اونٹ پر گونیاں بھری ہوئی تھیں وہاں ایک عقلمند بھی پیدل چل رہا تھا عقلمند نے پوچھا کہ ان گونیوں میں کیا ہے احمق نے کہا کہ ایک طرف گیموں ہے اور دوسری طرف ریتی عقلمند نے پوچھا کہ ریتی کیوں بھرا ہے تو احمق نے کہا کہ پھر دونوں طرف کا وزن کیسے برابر ہو گا عقلمند نے کہا کہ ریتی نکال دے اور آدھے گیموں ایک طرف اور آدھے گیموں دوسری طرف بھر دے کہ اس سے اونٹ کو آرام ملے گا۔ یہ بات احمق کی

سمجھ میں آگئی اور اس نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد اس نے خوش ہو کر عقلمند سے کہا کہ تم بھی میرے اونٹ پر بیٹھ جاؤ، اور بہت اصرار کر کے عقلمند کو اونٹ پر بٹھایا۔ تھوڑی دیر کے بعد احمق کو خیال آیا کہ باوجود احمق ہونے کے میں ایک اونٹ کا مالک ہوں تو یہ تو عقلمند ہے اس لئے خدا جانے اس کے پاس کتنے جانور ہوں گے، اس لئے عقلمند سے پوچھا کہ تمہارے پاس کتنے اونٹ ہیں، عقلمند نے کہا کہ ایک بھی نہیں۔ پھر پوچھا کہ تمہارے پاس کتنی گائیں ہیں، کہا کہ ایک بھی نہیں، پھر پوچھا کہ کتنی بکریاں ہیں، کہا کہ ایک بھی نہیں، پھر اس نے پوچھا کہ آخر کیا ہے، اس نے کہا کہ کچھ بھی نہیں۔ سین کر احمق نے کہا کہ آپ مہربانی کر کے میرے اونٹ سے اتر جائے، میں آپ کے اس مشورہ سے باز آیا، آپ کی عقل نہایت منحوس ہے جو آپ کو افلاس سے نکال سکی، ایسا نہ ہو کہ آپ کے عقل کی نحوست سے میں بھی منحوس ہو جاؤں۔ آپ مجھے عقلمند سے میں احمق ہزار درجہ اچھا ہوں کہ ایک اونٹ کا تو مالک ہوں، یہ کہہ کر پھر سے ایک میں گئیوں اور ایک میں ریتی بھر لیا۔

اسی طرح صاحبو! وہ کم عقلی جو اللہ تک پہنچائے وہی مبارک ہے آج کل کی عقل سے ہم سے پہلے کے بھولے بھالے لوگ ہی اچھے تھے کہ جو مقصود تک پہنچ گئے اب بھی بڑھوں میں جو اہتمام روزوں کا ہے وہ نئے تعلیم یافتہ لوگوں میں نہیں ہے، ایسی عقل آپ کو ایک دن ڈوبا کر چھوڑے گی۔

حکایت ایک مرتبہ ایک بنیامع اہل وعیال کے ایک بندی پر سفر کو چلا، راستہ میں ایک ندی ملی، وہ بندی کنارہ پر رکو کر خود پانی کو بانس سے ناپنے لگا تو پانی گھٹوں برابر تھا تو کہیں کم برابر، کہیں قد آدم اور کہیں اس سے کم اور کہیں اس سے زیادہ، جھٹ وہ سلیٹ پینل لے کر حساب لگایا اور پانی کا اوسط نکال کر پانی کم برابر ہے اور اس میں سے بندی جاسکتی ہے اور اس نے بندی والے سے کہا کہ لے چل، اب جو بیج میں بندی پہنچی اور لگی غوطے کھانے تو یہ سمجھے کہ حساب میں غلطی ہو گئی ہے، جھٹ حساب نکال کر دیکھے تو حساب صحیح تھا تو کہنے لگا کہ لکھا جوں کا توں، پھر کنبہ ڈوبا کیوں۔

ایسا ہی یہ عقل والے کہیں گے کہ مہذب تو جوں کا توں، پھر دوزخ میں ڈوبے کیوں۔

اس لئے صاحبو! اللہ کی اور اس کے رسول کی عقل پر چلو، دوسروں کی عقل بچ چل کر خود کو مت ڈیو دو۔

ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ حضرت ایسا مجاہدہ بتلائے جو ہر انسان اور ہر زمانہ کے موافق ہے بطور مثال کے روزہ ہی کو لیجئے:

حکماء

(۱) برسوں ترک لذات کرتے تھے جس کا اثر یہ ہوتا تھا کہ ضعیف الجسم ہو جاتے تھے اور انکی نسل منقطع ہو جاتی تھی۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
(۱) ہماری عمر کا صرف بارہواں حصہ یعنی سال میں ایک مہینہ ترک لذات کرتے ہیں جس سے نفس کی سرکشی کم ہوگی، مادہ عصیان مغلوب ہوگا ایسا ہلکا مجاہدہ، پھر نفع میں ان کے مجاہدے سے بڑھا ہوا ہے، سب کام کرتے ہو اور پھر مجاہدہ بھی ہوتا ہے۔

بجز صاحب وحی کے اور کسی کی عقل یہاں تک نہیں پہنچ سکتی۔

(۲) صرف دن کا روزہ، کیوں کہ شریعت کا مقصود قوائی شہوائیہ کا ازالہ یہ ہے بلکہ تعدیل ہے (یعنی شہوت کو بڑھا نا ہے نہ کم کرنا ہے)

(۳) کھانا پینا دن کو چھوڑنا ہے اور رات کو کھانے پینے کی اجازت ہے، رات کی لذت یا درہمتی ہے پھر دن کو چھوڑنا نفس کو بارہوتا ہے، اگر رات کو روزہ اور دن کو کھانا پینا ہوتا تو مجاہدہ کا فائدہ حاصل نہ ہوتا، رات کو روزہ رہتے تو خیر بھی نہ ہوتی اور نفس پر بار بھی نہ ہوتا۔

(۲) ان کے پاس شب و روز کا روزہ ہے کہ جس سے ضعف ہو کر بالکل بیکار ہو جاتے ہیں۔

(۳) رات دن کھانا پانی چھوڑنے سے نفس عادی ہو کر مشقت باقی نہیں رہتی۔

پھر اس نے ساتھ نیت کی شرط لگائے،

کیونکہ لاپرواہی سے کام کریں تو اثر نہ ہوگا

نیت یہ ہو کہ کھانا پانی، جماع، دن و اس واسطے چھوڑنا ہوں تاکہ نفس کو عبادت اور گناہ چھوڑنے کی عادت ہو، اس نیت سے ایک مہینہ کا مجاہدہ کافی ہے۔

اصل مجاہدہ کم کھانا نہیں ہے بلکہ ترک عادت ہے، اس ترک عادت سے کس کی سانی سے نفس کی اصلاح فرمادے کہ کم کھانے کی ضرورت نہیں، مگر اتنا بھی نہ کھائے کہ

حکیم صاحب کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ میرے پیٹ میں درد ہے تو حکیم صاحب دوا دینے لگے تو اس نے کہا کہ حکیم صاحب! اگر اتنی دوا کی گنجائش ہوتی تو

کیا دو لقمہ اور زائد نہ کھاتا تھا۔ تب حکیم صاحب نے کہا کہ انگلی ڈال کر نکال ڈال تب اس نے کہا کہ حکیم صاحب بہت گھٹی پڑا ہوا، مزہ دار کھانا کھاتا تھا اس کو کیسا نکالوں۔

غرض اتنا نہ کھائے اور باقی کم بھی نہ کھائے، صرف ترک عادت کرانا مقصود ہے اس لیے گزشتہ پیغمبروں کے پاس مغرب کے بعد سوتے ہی روزہ شروع ہو جاتا تھا۔

دن میں لوگ بے ہوش ہو ہو کر گرتے تھے، اسلام میں یہ نہیں ہے "تَشْتَبِرُونَ فَاَتَانِي السَّحَرُ بِزَكَاةٍ" ترجمہ: سحری کھاؤ کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے۔

سنو صا حمو! سنو! طبیب دوا کھلانے کے بہت پہلے پرہیز شروع کراتے ہیں اور پرہیز کے وقت تو بد پرہیزی کرنے ہی نہیں دیتے، آپ اس حکیم کو بھی دیکھئے کہ شعبان کی

۳۰ تاریخ تک پرہیز نہیں تھا۔ پہلی رمضان سے پرہیز شروع یعنی کھانا پانی، جماع کا پرہیز، پھر پرہیز کے زمانہ میں بد پرہیزی جائز، یعنی دن کو پرہیز اور رات کو بد پرہیزی

جائز، یعنی سب کچھ کھاؤ، ایسا علاج بجز خالق کے دوسرا نہیں کر سکتا۔ ایک ہی چیز اس کی رات کی فاضلت الگ اور دن کی فاضلت الگ، حکیم بے چارہ منہ پر نفع و ضرر ہے

اور اللہ تعالیٰ خالق نفع و ضرر، ایک ہی چیز میں رات کو نفع رکھے اور دن میں ضرر۔ سنو صا حمو! تمام گناہوں اور خرابیوں کی جڑ تو چیزیں ہیں۔ (۱) لذت

کی وجہ سے (جس کو شہوت کہتے ہیں)۔ (۲) کبر و غضب کی وجہ سے۔

شریعت کے کل احکام میں ان ہی دونوں کا علاج کیا گیا ہے، خاص کر رمضان میں لذت کا علاج روزہ سے ترک لذات کرا کے کیا۔

دوسری چیز کبر و غضب ہے، یہ ایسی بُری چیز ہے کہ اس کا اثر دوسروں تک پہنچتا ہے اس کے علاج کے لئے حکماء اور سادھو، جوگی وغیرہ ایسے طریقے ایجاد کئے کہ جس سے لوگ ان کے ذلیل سمجھیں۔

اسلام نے سکھایا کہ انسان کے لئے مناسب نہیں ہے کہ نفس کو ذلیل کیا جائے، نفس کو ذلیل ہونا تو چاہیے مگر مخلوق کے سامنے نہیں، خالق کے سامنے۔

صنا جیو! انصاف کرو! اور لوگ بھی علاج کر رہے ہیں کبر و غضب کا اور خدا کا رسول

بھی علاج کر رہا ہے، دوا وہی تذلل ہے، مگر ٹاٹیوں نے اس کو کیا لے موقع پر تنا کہ مخلوق سے

کر دیا، اور خدا کے رسول نے اسی تذلل کی دوا کو موقع پر برتنا کہ خدا کے سامنے تذلل کر دیا، اور

تذلل للخالق کے لئے نماز سکھایا، سر جو اشرف الاعضاء ہے اس کو زمین پر رکھ دیا، اس پر

اینا عجز پیش نظر ہو رہا ہے۔ ہائے انسان تیری یہ حقیقت ہے۔ غرض اس سے خدا کی عظمت

پیش نظر ہو جاتی ہے اگر ہاتھی کے سامنے دو چیونٹیاں ہوں تو ہاتھی کی عظمت کے سامنے

ایک چیونٹی دوسری چیونٹی کو نظر بھی نہیں آتی، ایک چیونٹی دوسری چیونٹی کے ساتھ کب

تکبر کرے گی، ایسا ہی خدا کی عظمت اگر آپ کے پیش نظر ہو تو آپ میں تکبر تو کیا تو اضع پیدا

غرض رمضان میں دن کو ترک لذات کرا کے لذت و شہوت کا علاج کئے، اب

رات خالی تھی اس کو تذلل میں لگا دیے۔ اس واسطے تراویح کی نماز بڑھا دیے، اگر ایک

اس طرح گزرے تو آپ کے نفس کی پوری پوری

اصلاح ہو جاتی ہے اب رہا یہ کہ تراویح کے بعد

نماز تراویح میں ۲ رکعت مقرر کرنے کی وجہ

رکعت کیوں مقرر ہوئے سنئے: اس کی مصلحت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے پورا

وقت کے نمازوں کو بڑا دخل و اثر ہے۔ پانچ وقت کے فرائض سترہ رکعت اور واجب الوجود

یعنی رکعت اس طرح پھر یہ پیش رکعت ہوا، اس لئے تراویح میں یہ پیش رکعت مقرر کی

دوستو! نماز کو نماز کی طرح پڑھو، قیام، رکوع اور سجدہ اطمینان سے کرو۔

تعدیل ارکان سے نماز پڑھو۔

غرض صاحبو! آج رات تراویح ایسی اچھی تھی، رات اور تہجد، غیہ بھی نہایت اطمینان سے ہوا۔ قرآن شریف بھی کھلا کھلا صاف پڑھا گیا، اس میں شامل دس پانچ منٹ وقت سے زائد ہو گئے ہوں گے۔ الحمد للہ سب نمازی خوش تھے، غرض مجھے نہ اگر کچھ تکلیف ہو ہو تو کچھ مضائقہ نہیں، کیوں کہ فرشتہ بنانے کے لئے آپ یہ سوئیاں بھبھائی جا رہی ہیں، آپ فرشتہ کیسے نہ بنیں گے کہ قرآن شریف ہے ہی اسی واسطے اور پھر وہ بھی تراویح میں کہ جس کے بہت سے فضائل میں آپ سے عرض کیا، اس کی بڑی فضیلت یہ ہے کہ تراویح میں بیس رکعت رکھے گئے ہیں جو پانچ وقت کے فرض نمازوں اور واجب الوتر کا مجموعہ ہے۔ تاکہ خدائے تعالیٰ اس تراویح کی وجہ سے ہم سے راضی ہوں، یہ اس وقت ہے کہ اطمینان سے نماز و قرآن ہو۔

تراویح ہو یا پنج وقتہ نماز، صاحبو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے جیسی صورت اپنی نماز کی بناؤ، گو باطن میں حضرت کے نماز کی جو کیفیت تھی وہ ہم میں کہاں، صرف صورت ہی ویسی بنائے۔ غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی صورت بناؤ گو اس میں معنی، حضور قلب کے نہ رہیں، جس دن معنی کی خریداری ہوگی، یہ تمہاری صورتیں بھی معنی کے بھاؤ میں بکلیں گی۔ کیا آپ کو نہیں معلوم کہ امراء کے دربار میں مٹی کے مصنوعی آم، مصنوعی خرگوش، پشہ، یادام وغیرہ بڑی قدر و قیمت کے ساتھ خریدے جاتے ہیں، وہ بڑا کامل ہے کہ نقل کو اصل سے ملا دیا۔ کیا عجب ہے کہ تمہاری نماز کے ساتھ بھی خدا کے پاس یہی معاملہ ہو کہ اپنے نماز کی صورت رسول اللہ کے نماز کی جیسی اتارا اگرچہ کہ رسول اللہ کی نماز اصل آم ہے اور تمہاری نماز مٹی کے بنے ہوئے آم، لیکن اسی صورت پر لانے کی وجہ سے قدر ہوگی، اس لئے ذرا ڈھنگ کی نماز پڑھا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ دھڑا دھڑ نماز ہوئی اور پھر گھنٹوں وظیفہ۔ صاحبو! یہ وظیفہ نہ ہونا تھا مگر نماز تو اچھی ہونا تھا۔

غرض نماز مجاہدہ ہے اور بڑی مشقت کی چیز ہے، اگر حکم ہوتا کہ صرف سر جھکا کر کھڑے رہو، اس سے بڑی تکلیف ہوتی، اس مجاہدہ کو آسان کرنے کے لئے حکم دیتے ہیں کہ ہم سے

باتیں کر دینے قرأت پڑھو تاکہ ان باتوں کے مزہ میں مشقت معلوم نہ ہو۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ ایمان ایک نور ہے، جس قدر دل کا روزن وسیع ہوتا ہے، اسی قدر وہ نور ایمان دل میں زیادہ آتا ہے، جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو قرآن کی برکت سے دل کا روزن بہت کشادہ ہوتا ہے، اس لئے نور ایمان بھی بہت دل میں آتا ہے یہاں تک کہ قرآن پڑھنے اور سننے والے اس نور میں غرق ہو جاتے ہیں۔

حدیث | جب رات کو نماز میں قرآن آواز سے پڑھا جاتا ہے تو فرشتہ قرآن کی آواز سن کر اس کے ساتھ نماز پڑھنے آتے ہیں۔

اسی طرح جنات مسلمان جو اس جگہ رہتے ہیں، سب نماز میں شریک ہو کر قرآن سنتے ہیں۔ موصاحبو! باہر سے جو چیز اندر آتی ہے وہ باعث ہے ملکی صفات (فرشتوں کی صفات) کو گھٹانے کا مثلاً باہر سے کھانا پانی اندر آتا ہے اس لئے وہ انسان کو جانور سے ملانے والا ہے۔ اس کے واسطے روزہ مقرر کیا گیا۔

دل میں کیسی ہی اچھی صورت کا خیال کر دو، وہ دل کو پریشان نہیں کرتی بلکہ یہ سب آفتیں لگائی ہوئی باہر کی ہیں کہ جو چیزیں آنکھ، کان وغیرہ سے اندر آتے ہیں وہ پریشان کرتی ہیں، اس لئے حکماء خلوت تجویز کئے ہیں، اگر باہر کی چیز اندر نہ آئے گی تو اندر کی چیز رفتہ رفتہ نکل جائے گی۔ ٹھہرے ہوئے پانی میں صورت نظر آتی ہے۔ اسی طرح خلوت سے خدا کی معرفت پیدا ہوگی، دل پاک ہوگا۔

حکایت | اسی لئے افلاطون ایک پہاڑ پر رہتا تھا ایک مصور نوکر رکھا تھا۔ اگر کوئی شخص ملنے آتا تو پہلے اس کی تصویر منگو کر اس کی صورت سے اس کے اخلاق

کا اندازہ کرتا۔ اگر وہ آنے والا ملنے کے قابل ہوتا تو ملتا، ورنہ جواب دے دیتا۔ ایک مرتبہ ایک شخص آیا تو حسب عادت اس نے مصور کو اس کی تصویر پیش کرنے کا حکم دیا، جب اس کی تصویر دیکھا تو کہا کہ یہ شخص ملنے کے قابل نہیں ہے کیونکہ یہ شخص زانی ہے، آنے والے نے کہا بھیا کہ آپ کی رائے صحیح ہے، میری فطرت میں زنا کی خواہش ہے لیکن میں نے خواہش نفس کو اس قدر روک رکھا ہے کہ اب تک زنا کا مرتکب نہیں ہوا ہوں، یہ علم فراست ہے

حکایت یہ علم حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو بھی تھا۔ ایک مرتبہ سفر میں سہراہ امام کو ایک شخص ملا اور بہت ادب سے سلام کیا اور ہاتھ چوم کر عرض کیا کہ آپ چند روز غریب خانہ پر ٹھہریں، آپ اس کا سراپا دیکھے تو علم فراست سے وہ شخص ملنے کے قابل نہیں تھا اگر اہل بیت کے اخلاق کیوں نہ ہوں وہ رسول اللہ کے جزد ہیں، وہی اخلاق ان میں بھی تھے آپ منظور کر لے مگر اس شخص کی ظاہری خاطر مدارات سے آپ کو تعجب ہو رہا تھا کہ علم فراست غلط کیوں ہو رہا ہے۔ غرض اسکے مکان پر آپ تشریف لے گئے، وہ حضرت امام کی بڑی خاطر کیا، دو تین دن کے بعد جب آپ جانے لگے تو ایک کاغذ حساب کا پیش کیا کہ آپ کی مہمانی میں اتنا خرچ ہوا۔ شرعاً آپ کو دینا واجب نہیں تھا مگر امام کے اخلاق کہ آپ نے نہ دینا گوارا نہ فرمایا لیکن اس وقت رقم آپ کے پاس نہ تھی، آپ نے حساب کیا تو گھوڑا مع سامان اسکے برابر نکلا۔ اس لئے آپ گھوڑا دے کر چلے آئے، افسوس اہل بیت کے ساتھ یہ حرکت، ظالم بزد کی طرح تھا۔

غرض افلاطون چھان بین کے بعد ایک آدھ سے ملتا، اس کا فائدہ یہ تھا کہ قوت تمیز کامل ہو جاتی تھی اور اس سے مسمریزم جیسے کام جیتے تھے۔

حکایت ایک بادشاہ افلاطون کے پاس آیا اور کہا کہ آپ اس طرح سب سے علیحدہ رہتے ہیں، آپ کو تکلیف ہوتی ہوگی، آپ ہمارے ہاں چلیے ہم آپ کو خلوت کے لئے عہدہ انتظام کر دیں گے، افلاطون نے معذرت کر کے انکار کر دیا۔ لیکن بادشاہ نے اصرار کیا، تب افلاطون نے کہا کہ اچھا پہلے آپ کی دعوت ہے، یہ سن کر بادشاہ نے اپنے دل میں کہا کہ اسکے دماغ میں خلل ہو گیا ہے کہ یہ ہماری دعوت کریں گے، بڑے افلاطون بنے ہیں خیر قبول کیا اسکے بعد کہا کہ مع آپ کے شکر کے آپ کی دعوت ہے، بادشاہ کو بڑا ہی تعجب ہوا۔ اب تو یقین ہو گیا کہ یہ محنون ہے، خیر منظور کر لیا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ کس دن، افلاطون نے جواب دیا کہ فلاں دن، جب اس دن بادشاہ مع اپنے شکر کے اس پہاڑ کی طرف چلا تو دیکھا کہ کئی میل تک بڑے سامان ہیں، نقیب، چوہدار سب ہی کچھ ہے، خیر وہاں پہنچا تو وہاں ایسا سامان دیکھا کہ جن کو بادشاہ ہو کر بھی اس سے پہلے دیکھا نہ تھا۔ قدام نہایت اکرام سے بادشاہ کو

مع لشکر کے لئے گئے اور کھانا کھلایا، اس کے بعد ہر شخص کو ایک ایک کمرہ اس کے مرتبہ کے موافق اور ایک ایک عورت شب بامشی کے لئے سب کو دی گئی۔ بادشاہ کو یہ سب دیکھ کر تعجب پڑھتا گیا صبح کو جو آنکھ کھلی تو نہ وہ کمرہ ہے نہ وہ عورت ہے بلکہ سب کے پاس بغل میں بچائے عورت کے گھاس کا پولا ہے اور بھوک کے مارے اٹھا نہیں جاتا تھا۔

یہ کیا تھا، افلاطون نے خیال کر لیا تھا کہ ان کے دماغ میں یہ صورتیں سما چکی ہیں اس لئے وہ سما گئیں اور واقعہ میں کچھ بھی نہیں تھا۔ لاکھوں آدمیوں کے دماغ میں ایک دم اتنا بڑا تصرف کرویا اس کو شہ نشینی سے حکماء کو یہ فائدہ حاصل ہوتا تھا۔

اسلام اس کو فضول سمجھتا ہے اس سے عجب الگ پیدا ہوتا تھا کہ سب تو ان کو عظیم سمجھیں مگر یہ سب کو حقیر جانیں کہ جس سے تعلیم و تعلم کا نفع بند ہو جاتا تھا جس کی وجہ سے اکثر جہالت کے کام کرتے تھے۔ اس پر ایک قصہ یاد آیا :-

حکایت | ایک شخص کا لڑکا تھا، اس نے اس کو بہت تعلیم دی، لیکن وہ کچھ نہ سیکھا، اس لئے باپ نے اس کو نکال دیا وہ لڑکا پھر پھر ایک شہر میں پہنچ کر سواروں میں نوکر ہو گیا اور رتی کرتے کرتے افسر ہو گیا لیکن ایک زمانہ کے بعد نوکری گئی اور مغلس ہو گیا۔ شہر شہر پھرتے پھرتے ایک جنگل میں پہنچا۔ اس نے ایک دن دیکھا کہ اس شہر کے لوگ دوڑتے ہوئے جنگل کو جا رہے ہیں، یہ خود بھی ان کے ساتھ ہو گیا۔

جنگل میں جانے کے بعد معلوم ہوا کہ یہاں غاریں ایک بزرگ رہتے ہیں جو سال میں ایک بار نکلتے ہیں، اس لئے ان کو دیکھنے کے لئے لوگ منزلوں سے آتے ہیں، اتنے میں وہ حضرت برآمد ہوئے، دُور سے سب زیارت کئے پھر حضرت غاریں چلے گئے اور سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس ہوئے، جس کو باپ نے گھر سے نکال دیا تھا اس کا تو کوئی گھر ہی نہیں تھا، دل میں آیا کہ ان بزرگ سے کچھ خدا کا راستہ سیکھنا چاہیے۔ اندر جا کر قدموں پر گرا اور عاجزی کیا، حضرت راضی ہو کر رکھ لئے، نزدیک سے حضرت کو دیکھا کہ ایک آنکھ کھلی ہوئی ہے اور ایک آنکھ پر موم کی ٹکیہ ہے اور ناک میں بتی ہے، اس نے سوچا کہ الہی یہ کیا ماجرا ہے، ڈرتے ڈرتے حضرت سے پوچھا کہ اجی حضرت یہ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ کی نعمت کا اسراف نہیں ہونا چاہیے، ایک آنکھ سے دیکھ سکتا ہوں، اس لئے دوسری آنکھ

موم کی پٹی لگا دیا ہوں، اور نفس کا خلاف کرنا چاہیے اور نفس چاہتا ہے خوشبو، اس لئے اس کا خلاف کرنے کے لئے گوہ کی بتی بنا کر ناک میں دیا ہوں، اس رٹکے نے کہا کہ حضرت نجاست سے نماز کیسے ہوتی، موم کی پٹی سے جگہ خشک رہتی ہے، اسی لئے غسل و وضو کیسے ہوتا۔ ہائے یہ کیا کئے حضرت وہ منصف مزاج تھے ان گئے، سب نکال کر پھینک دیئے اور غسل و وضو کر کے نماز پڑھے اور اس میں پڑا مڑ آیا، تب ان حضرت نے کہا بابا! ہم باطن کا راستہ تم کو بتاتے ہیں تم شہر میں جا کر شریعت کے احکام سیکھو اور ہم کو سکھایا کرو۔ غرض گوشہ نشینی میں اس قسم کا نقصان ہے۔

ایسا ہی اختلاط میں بھی بہت نقصان ہے، شریعت نے سوچا کہ انسان وحشی نہیں ہے مدنی الطبع ہے، شریعت وحشی بنانا نہیں چاہتی، اکثر عبادتوں میں اجتماع کی ضرورت پڑتی ہے جیسے جمعہ، جماعت وغیرہ اور عام طور پر ہر شخص سے ملنے میں نقصان ہوتا ہے، اس لئے ہر چیز میں وسط اچھا ہے، بہت دھن ہونا بھی برا ہے ایک شخص کے صاحبزادہ طلب علم کے لئے گئے اور منطق پڑھ کر کامل ہو کر گھر واپس آئے کاملوں کا بیت

اسی صحبت نہیں ملی تو چھپو رہا پن رہتا ہے، ان کو والدہ نے تیل لانے کے لئے تیلی کے پاں بھیجا، انہوں نے وہاں دیکھا کہ گھانا میں بیل چل رہا ہے اور بیل کے گلے میں گھنٹی بندھی ہوئی ہے۔ انہوں نے پوچھا میاں تیلی، بیل کے گلے میں گھنٹی باندھنے میں کیا حکمت ہے، اس نے کہا ہم غریب لوگ ہیں، ہمارے ذمہ اور بھی بہت سے کام ہیں، آدمی رکھ نہیں سکتے۔ ایک دفعہ بیل کو بانک دیتے ہیں، بیل چلتا رہتا ہے اور گھنٹی کی آواز سے ہم سمجھتے رہتے ہیں کہ بیل چل رہا ہے اور جب گھنٹی کی آواز رک جاتی ہے تو آکر پھر بانک دیتے ہیں، یہ سن کر کہنے لگے کہ گھنٹی کی آواز سے یہ لازم تو نہیں آتا کہ بیل چل رہا ہو۔ ممکن ہے کہ بیل کھڑا ہوا گردن ہلا رہا ہو۔ اس لئے گھنٹی کی آواز آتی رہتی ہے۔ تیلی نے کہا میاں! آپ یہاں سے کہیں اور جگہ تشریف لے جائیے، ہم آپ کے ہاتھ تیل بھی نہیں بیچتے۔ آپ اس بیل کو بھی اپنی طرح منطقی بنادیں گے، پھر وہ بیل بھی نہ رہے گا۔ تیلی کے مکان سے گھر آئے، باپ غریب آدمی تھے، صاحبزادے بہت دُور سے آئے ہیں، سوچا کہ کچھ تکلف کریں، اس لئے دو اٹھارے پکوائے، جب کھانا کھانے بیٹھے تو دسترخوان پر تین شخص بیٹھے ایک باپ اور ایک منطقی صاحبزادہ اور تیسرا جھوٹا بیٹا، منطق کے جوش میں باپ سے کہا کہ میں نے ایسا علم پڑھا ہے کہ دو انڈوں کو تین انڈے بنا سکتا ہوں، باپ کو تعجب ہوا کہنے لگے کہ بیٹا کیسے

بناؤ دیکھیں گے، کہنے لگے یہ ایک انڈا، یہ ایک انڈا، دونوں کا مجموعہ تیسرا انڈا۔ باپ نے سوچا کہ اس خبط کا علاج کرنا چاہیے اس لئے ایک انڈا آپ لے لیے اور ایک انڈا چھوٹے بیٹے کو دیے اور کہا کہ وہ تیسرا انڈا تم کھاؤ۔ اب تو میاں کی آنکھ کھلی۔ نہ تو ایسی تیزی ہو نہ ایسی حماقت۔

حکایت ایک بھولے آدمی تھے، ان سے پوچھا گیا کہ تمہاری بیوی عورت ہے یا مرد، کہنے لگے بظاہر عورت معلوم ہوتی ہے، کہا کیسے معلوم ہوا، کہنے لگے کہ وہ ننھی پنہ ہوئے ہے۔ اگر ننھ نہ پنہ ہوئے ہوتی تو اس کو مرد سمجھتے یا یہ ننھ پنہ لیتے تو خود کو عورت سمجھتے۔

غرض تہ ایسے بھولے ہوں نہ ویسے تیز ذہن بلکہ بیچ کا درجہ ہو۔ اس کو حکمت کہتے ہیں، ایسا ہی شریعت نے ہر چیز میں بیچ کا حکم دیا ہے۔ غرضیری صحبت سے گوشہ نشینی ہو اور اچھی صحبت سے اختلاط رہے، اچھی صحبت کا فائدہ یہ ہے کہ کچرا گھوٹوں کے مول بکتا ہے، علیحدہ کوئی نہیں پا پھتا ہے۔ صحبت نیکوں کا اگر ایک ساعت است، پڑ بہتر از صد سالہ زہد و طاعت است۔ ترجمہ: نیکوں کی ایک گھڑی کی صحبت سو سالہ زہد و طاعت سے بہتر ہے۔

یہ تو ہمیشہ کے لئے ہوا، اور سال میں دس دن، بیس رمضان سے چاند رات تک خلوت لینے اعتکاف ہو، لینے کچھ ملنا اور کچھ نہ ملنا۔ اتنا ہی فرماتا تو اس کچھ میں جھگڑا پڑتا کہ کچھ کیا۔

حکایت ایک شخص کہیں مہمان گیا تو میزبان نے فہمائش کی کہ یہاں کے لوگ بہت جھگڑا رہے ہیں کسی سے معاملہ نہ کرنا، اتفاقاً وہ مہمان بازار گئے اور چار سے کہا کہ ہماری جوتی کو ٹاکہ دے دو، ہم کچھ دے دیں گے، وہ ٹاکہ دیدیا، یہ ایک پیسہ دینے لگے، چار نے کہا کہ میں پیسہ نہیں دوں گا کچھ دوں گا تم نے کچھ دینے کو کہا تھا کچھ لاؤ۔ شور و غل ہوا، شور سن کر میزبان سنبھے اور کہنے لگے کہ میں نے تو آپ کو پہلے ہی منع کر دیا تھا اور چار سے کہا کہ چل میں کچھ دیتا ہوں اور تھوڑی سی کالنج پیس کر رہی میں ڈال کر چار کو دیے اور کہا کہ اسے انگلی سے گھول اتنی دیر میں میں تجھ کو کچھ روٹنگا اس نے گھولنا شروع کیا اور کالنج اس کی انگلی کو پھینے لگی تو اس نے کہا کہ اس میں تو کچھ چھتا ہے انھوں نے کہا کہ وہی کچھ تم لے جاؤ۔ یہی تم سے طے ہوا تھا اور مہمان سے کہا دیکھا یہاں کے لوگوں کے فساد سے بچنا بڑے دانائی کا کام ہے۔

شریعت نے ایسا کچھ دل کر نہیں چھوڑ دیا بلکہ صاف صاف بتلا دیا کہ آبادی میں مسجد میں

اعتکاف ہونا چاہیے تاکہ نفس کو مشق ہو، خلوت در انجمن کی اور اعتکاف کا ثواب دو حج اور دو عمرہ کے برابر ہے، سب احکام صاف صاف بتلا دیے: "وَلَا تَبَايَسُوا صَافً وَهَنًا وَانْتَوَعَا كِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ" (پک۔ رکوع ۱۔ سورہ بقرہ) ترجمہ: اور ان (بیویوں) سے اپنا بدن بھی مت ملنے دو جس زمانہ میں کہ تم لوگ اعتکاف والے ہو مسجدوں میں۔

روزہ میں رات کو کھانا پینا، جماع، جائزہ اگر اعتکاف میں جماع جائز نہیں ہے۔

رمضان میں مجاہدہ کی تکمیل | غرض صاحبو! رمضان میں مجاہدہ کے کرائے ملتے ہیں تاکہ آپ کو جنت کروی گئی اس کی تفصیل کے اعلیٰ مقام دیے جائیں، اب اس کی مزید تفصیل سنئے: ارشاد ہو رہا ہے

"وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا" (پک۔ رکوع ۱۔ سورہ عنکبوت)

ترجمہ: اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم ان کو اپنے (قرب و ثواب یعنی جنت) کے راستے ضرور دکھا دیں گے۔

صاحبو! اس آیت میں رمضان کے زمانہ کی عبادت کی روح مذکور ہے اگرچہ کہ اس آیت میں بالذات رمضان کا ذکر مذکور نہیں ہے، اور صورت بھی تبعاً بیان ہو جائے گی، اگر صورت کا بیان نہ ہو تب بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ مقصود تو روح ہوا کرتی ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ صورت بے کاد ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ روح کا اہتمام صورت سے زیادہ ہوا کرتا ہے کیونکہ سب جانتے ہیں کہ انسان میں بھی اصل چیز روح ہے مگر اسکے باوجود جسم کو کوئی بھی بے کار نہیں سمجھتا۔ غرض اس آیت کو عبادات رمضان سے دو تعلق ہیں، ایک تو عام تعلق ہے جو اس وجہ سے ہے کہ یہ عبادات بھی احکام دین سے ہیں اور سارے دین کا خلاصہ مجاہدہ ہے، دوسرا تعلق خاص ہے وہ یہ کہ ان عبادات میں بہ نسبت دوسرے احکام کے مشقت زیادہ ہے تو مجاہدہ کو ان سے زیادہ خصوصیت ہے۔

غرض رمضان میں مجاہدہ کی تکمیل کر دی گئی ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ مجاہدہ میں دو قسم کے کام ہوتے ہیں۔ ایک تو ترک ہیں یعنی بعض کام چھوڑنا پڑتا ہے اور دوسرے بعض اعمال ایسے ہیں جو کرنے کے قابل ہیں، عامی تو سب کے سب ترک میں آتے ہیں اور طاعات میں وہ اعمال آتے ہیں کہ جن کو کرنا پڑتا ہے۔

غرض تصوف نام ہے مجاہدہ بطریق اسلام کا کہ بکثرت رضا و قرب حق ہے اس آیت میں وعدہ کیا گیا ہے کہ جو لوگ مجاہدہ

کرتے ہیں ہم ان کو اپنے راستہ پر پہنچا دیتے ہیں۔ اس سے آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ مجاہدہ کی حقیقت اور کتاب طاعات اور اجتناب معاصی ہے، چنانچہ صوفیہ فرماتے ہیں کہ مجاہدہ کے چار رکن ہیں۔ (۱) تغلیلِ طعام (کم کھانا) (۲) تغلیلِ منام (کم سونا) (۳) تغلیلِ کلام (بے کار گفتگو نہ کرنا) (۴) تغلیلِ اختلاط مع الانام (جہلاً سے کم ملنا)۔ غرض حق تعالیٰ نے عباداتِ رمضان میں آپ کو ان چاروں مجاہدوں کی روح سے کامیاب فرمانا چاہا ہے۔ چنانچہ رمضان کی ایک عبادت روزہ ہے جس کی حقیقت ہے، ترکِ طعام، ترکِ شراب وغیرہ۔

تغلیلِ طعام | غرض روزہ کی روح تغلیلِ طعام ہے، اب سمجھو کہ قلتِ طعام کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ کھانا کھاؤ مگر کم کھاؤ۔ مثلاً کسی کی غذا آدھ سیر ہے تو وہ پاؤ سیر کھائے چنانچہ

بعض صوفیہ سے ایسا ہی مذکور ہے، اس لئے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جو شخص رمضان میں افطار و سحر کے وقت پیٹ بھر کے کھانا کھاتا ہے، اس نے حقیقتِ صوم و روح کو باطل کر دیا لیکن شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے کہ شارع علیہ السلام نے تغلیلِ طعام کو تجویز کیا ہی نہیں، بلکہ شارع علیہ السلام نے کھانے کے اوقات کو بدل کر ان میں فصل زیادہ تجویز کیا اور اس فصل اور تبدیلی اوقات سے جو تکلیف نفس کو ہوتی ہے اس کو شریعت نے تغلیلِ طعام کے قائم مقام سمجھا ہے، اور یہ دوسری صورت ہے تغلیلِ طعام کی پس کم کھانا اور بھوکا رہنا یہ شرعی مجاہدہ نہیں ہے، اس لئے رمضان میں پیٹ بھر کر کھانا روح صوم کو مضر نہیں ہے۔ پس تغلیلِ طعام جو مجاہدہ کے ارکان الیہ میں سے ایک رکن ہے، اس کے معنی یہ ہیں کہ سالک روزے رکھ کر کھا کرے یہ معنی نہیں کہ روزہ رکھ کر، یا بغیر روزہ ہی کے بھوکا رہ کرے۔ پس جو شخص روزہ رکھ کر افطار اور سحر میں تغلیلِ طعام کر کے بھوکا رہے گا تو وہ ملائکہ کے مشابہ نہ ہو گا کیونکہ ملائکہ کو بھوک کی تکلیف نہیں ہوتی لیکن اسکو افطار اور سحر میں کم کھانے کی وجہ سے بھوک ستائے گی، اس لئے وہ فرشتوں کے زیادہ مشابہ ہو گا اس لئے سحر و افطار میں اعتدال کے ساتھ کھانا چاہیے، اس صورت مجاہدہ میں دوام ہے، کیونکہ جو شخص روزہ رکھ کر اچھی طرح کھائے پیئے گا وہ تغلیلِ غذا کا عادی نہ ہو گا اور جو بھوکا رہ کر تغلیلِ طعام کرے وہ اس کا عادی ہو جائے گا پھر وہ زیادہ کھانا چاہے بھی تو نہ کھائے گا اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پے درپے روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے رمضان میں

افطار و سحر کے وقت پیٹ بھر کر کھانے میں ایک راز یہ بھی ہے کہ بھوک کے بعد سیر ہو کر کھانے والا صابر بھی ہے اور شاکر بھی، اور جو شخص بھوکا رہتا ہے وہ صرف صابر ہے شاکر نہیں ہے اس میں ایک راز اور ہے وہ یہ کہ اچھی طرح کھانے والا اور عمدہ غذائیں کھانے والا نعمت الہی کا مشاہدہ کرنا ہے جس سے حق تعالیٰ سے محبت پیدا ہوتی ہے اور یہ نصف سلوک ہے اسی وجہ سے ممنوعات روزہ میں شائع کئے گئے ہیں یعنی پیٹ بھر کھانے کا ذکر نہیں فرمایا ہے جیسا کہ جھوٹ وغیرہ مذکور ہوا ہے اگرچہ جھوٹ مفید روزہ نہیں ہے مگر چونکہ یہ روح صوم کو مضر ہے اس لئے شائع نے منع فرمایا اور چونکہ شیعہ روح صوم کو مضر نہیں ہے اس کا ذکر نہیں فرمایا۔

غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے میں فصل اور تبدیل اوقات مقرر فرمایا جس سے نفس کو تکلیف ہوتی ہے چنانچہ تجربہ ہے کہ پیاسے آپ کتنا ہی کھالیں مگر روزہ کی وجہ سے ضعف ضرور ہوتا ہے خصوصاً رمضان کے اخیر حصہ میں ہر شخص کے چہرہ سے ضعف کے آثار ظاہر ہوتے ہیں، غرض جو لوگ سحری میں اچھی طرح کھانے والے ہیں رمضان کا ان پر بھی اثر ہوتا ہے غرض تغلیل طعام کی جتنی صورتیں ہو سکتی ہیں روزہ ان تمام صورتوں میں نفس کے اس کے برخلاف جو طریقہ مجاہدہ تغلیل طعام کا مرتاضین میں متعمل ہے کہ کوئی ایک وقت کھانا کھاتا ہے کوئی دو وقت کھاتا ہے تو غذا میں بہت کمی کر دیتا ہے اس طریقہ سے عجب ناز پیدا ہوتا ہے۔

صاحبو! جب کسی عبادت کے دو طریقے ہوں جن میں ایک طریقہ میں عجب کا گمان ہو اور دوسرے میں نہ ہو تو دوسرا طریقہ افضل ہوگا۔ اس لئے دوسرا طریقہ تغلیل طعام کا اسی کو شریعت نے مقرر کیا کہ روزہ میں صرف کھانے کے اوقات کو بدل دو، غذا میں کمی نہ کرو، اس میں عجب تو کیا پیدا ہوتا بلکہ اس کے مقابل تواضع پیدا ہو جاتی ہے، کیونکہ افطار کے وقت روزہ دار ٹھنڈے پانی اور مختلف قسم کے کھانوں پر گرتا ہے، رمضان میں اکثر گھروں میں اور دونوں کے نسبت زیادہ کھانے پکتے ہیں، اس لئے وہ اپنے کو بہت ہی شرمندہ پائیگا کہ میں آج کتنا کھا گیا، لوگ کیا کہتے ہوں گے اور پھر مزہ یہ کہ اس کے ساتھ مجاہدہ بھی چل گیا۔

تغلیل منام (کم سونا) | رمضان میں ایک عبادت ایسی ہے کہ جس کے ادا کرنے کے لئے تغلیل منام

لازمی ہے اور وہ ہے تراویح، جس کا نام قیام رمضان ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے
 "إِنَّ اللَّهَ فَرَضَ لَكُمْ صِيَامَهُ وَسَنَنْتُ لَكُمْ قِيَامَهُ"

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تم پر روزے کو فرض کیا ہے اور میں نے تراویح مسنون قرار دی ہے۔

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ مراد قیام صائمہ سے تراویح ہے، رہا عدد تو اس کے لئے ہم کو اتنا کافی ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں (۲۰) رکعت تراویح اور تین رکعت وتر جماعت کے ساتھ پڑھے جاتے تھے یہ روایت موطا امام مالکؒ میں ہے اور امت نے اس پر مستواتر عمل کیا ہے۔

جس طرح صوم کو تقلیل طعام میں دخل ہے اسی طرح تراویح کو تقلیل منام میں دخل ہے اور عیسائے روزہ میں تبدیل عادت کی وجہ سے مجاہدہ کی شان آئی تھی، اسی طرح یہاں بھی شریعت نے محض تبدیل عادت سے مجاہدہ کا کام لیا ہے کیونکہ عام عادت یہی ہے کہ اکثر لوگ عشاء کے بعد فوراً سو رہتے ہیں تو نیند کے وقت تراویح کا حکم کر کے عادت کو بدل دیا جس سے نفس پر گرانی ہوتی ہے جو کہ مجاہدہ ہے، پھر قاعدہ ہے کہ نیند کا وقت نکل جانے کے بعد پھر دیر میں نیند آتی ہے، اس طرح بھی تقلیل منام ہو جاتی ہے اور اگر کوئی شخص پہلے ہی سے (۱۰) بجے سونے کا عادی ہو تو اس کو بھی تراویح سے مجاہدہ کا ثمرہ اس طرح حاصل ہو جاتا ہے کہ آزادی کے ساتھ جاگنا اگر اسے نہیں ہوتا مگر قید کے ساتھ فوراً اگرانی شروع ہو جاتی ہے، دیکھیے آپ اپنی خوشی سے ایک جگہ گھنٹوں بیٹھے رہتے ہیں لیکن اگر کوئی آپ سے یہ کہہ جائے کہ میاں! (۱۱) بجے تک تم یہیں بیٹھے رہنا تو بس اسی وقت سے آپ بھاگنا چاہتے ہیں اور ایک ایک منٹ گراں گزرنے لگتا ہے، شریعت نے اس راز کو سمجھا اور محض روزہ کی قید لگا کر مجاہدہ کا کام لے لیا تو شریعت نے تقلیل منام کے لئے بھی عجیب مجاہدہ تجویز کیا۔ غرض شریعت نے رمضان میں صرف (۲۰) رکعت تراویح مقرر کر کے تقلیل منام کی ایک مختل صورت کر دی جس میں بہت زیادہ جاگنا بھی نہیں پڑتا اور اتنی دیر تک تو عام طور پر لوگ جاگتے ہی رہتے ہیں کہ جتنی دیر تراویح میں لگتی ہے مگر قید کے ساتھ جاگنے سے مجاہدہ کا فائدہ حاصل ہو جاتا ہے اور دوسرے طریق میں مہتاہیں آنکھیں پھوڑتے تھے پھت میں رسیاں باندھتے تھے کہ جب نیند آتی اس میں ٹپک جاتے تھے جس سے نیند اڑ جاتی تھی ان دونوں مجاہدوں میں جو فرق ہے وہ نمایاں ہے دنیا سنت کی ضرورت نہیں ہے۔

غرض اہل ریاضت تقلیل منام کے لئے مجاہدات کی جو صورتیں اختیار کرتے ہیں ان کو دیکھ کر پھر شرعی مجاہدہ کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے شاید نہ علاج کیا ہے کہ نہ تکلیفیں بھوڑنے کی ضرورت ہے نہ رسیاں باندھنے کی، بلکہ (۲۰) رکعت تراویح پڑھ کر سو رہو، تقلیل منام ہو گیا، پھر مزید لطف یہ کہ تراویح جماعت سے ہوتی ہے الگ الگ جاگنا مشکل تھا، جماعت کے ساتھ جاگنا اور بھی آسان ہو گیا، پھر بیچ میں نیند آنے لگے تو ہر چار رکعت پر قدرے وقف مستحب کیا گیا غرض اس طرح سے (۲۰) رکعت کی مقدار جاگنا کچھ زیادہ دشوار نہیں۔

اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ”الَّذِينَ يُسْرُّ“ (ترجمہ دین آسان ہے) اسی کا ایک نمونہ یہ ہے کہ شریعت نے تقلیل منام کی جو صورت تراویح میں تجویز کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی دین آسان ہے اور اس تقلیل کو تہجد سے اور تقویت ہو جاتی ہے خصوصاً لیالی قدر میں کہ ان راتوں میں حضورؐ نے رمضان کے تمام اجزاء سے زیادہ جاگنے کا اہتمام فرمایا ہے۔ غرض تراویح اور تہجد کے اہتمام سے تقلیل منام ہو جاتی ہے اور یہ خود ایک دینی مجاہدہ بھی ہے اور اسی کہا جاتا ہے کہ ”مَنْ كَثُرَتْ صَلَاتُهُ فِي اللَّيْلِ حَسُنَ وَجْهُهُ فِي النَّهَارِ“ ترجمہ: جو شخص رات میں کثرت سے نماز پڑھے گا دن میں اس کا چہرہ رونق دار ہو گا۔

غرض رات کو جاگنا حسن ظاہری اور چہرہ کے نور کا سبب ہے تو تقلیل منام میں مجاہدہ ہونے کے علاوہ یہ فائدے بھی ہیں، پھر اس کے ساتھ شریعت نے ایک زور رعایت کی ہے جس پر سوجان سے فدا ہونے کو دل چاہتا ہے، وہ یہ کہ مجاہدہ متراضیہ کے نزدیک تو مجاہدہ محض ترک کا نام ہے مثلاً ترک طعام، ترک منام وغیرہ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محض ترک پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اس کے ساتھ افعال بھی شروع فرمائے، مثلاً روزہ میں محض ترک طعام پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے ساتھ اور کام شروع ہوئے، عمل سے بھی اور قول سے بھی۔ مثلاً عملاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوں تو ہر وقت سب سے زیادہ سخی تھے مگر رمضان میں سب سے بڑھ کر اور سخی ہوتے تھے اور قولاً یہ کہ آپؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ مہینہ ہمہ ردی کا ہے اس مہینہ میں مومن کا رزق زیادہ کیا جاتا ہے جو اس مہینہ میں نفل کام کرے اس کو اور دنوں کے فرض کے برابر ثواب ملے گا اور جو اس میں نفل ادا کرے اس کو اور دنوں کے برابر ثواب ملے گا اس میں ترغیب اور

تحریر ہے کہ صدقہ، خیرات اور اعمال صالحہ کی کہ رمضان میں نفل نماز کا ثواب فرض نماز کے برابر ملتا ہے، نفل صدقہ کا ثواب، فرض صدقہ کے برابر ملتا ہے اور جو فرض اس ماہ میں ادا کرتے ہیں ان کو (۷۰) درجہ فرض کا ثواب ملتا ہے لیکن زکوٰۃ وغیرہ کو رمضان کے انتظار میں روکے نہ رکھنا چاہیے جب سال پورا ہو دیدینا چاہیے، اس لئے کہ زندگی کا بھر وسہ نہیں۔

غرض شریعت نے محض تقلیل طعام بصورتِ صیام پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اسکے ساتھ اعمال کی بھی ترغیب دی ہے اسی طرح محض تقلیل منام میں محض بیداری پر اکتفا نہیں کیا کہ خالی پیٹھے جاگتے رہو بلکہ فرماتے ہیں کہ "كَلُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَصْجَعُونَ" (رکوع ۱- سورہ ذاریات) ترجمہ: وہ لوگ رات کو بہت کم سوتے تھے۔

نیک بندوں کی تعریف فرماتے ہیں کہ وہ رات کو کم سویا کرتے تھے اور پچھلے حصہ شب میں استغفار کیا کرتے تھے، یہاں تو استغفار مشروع ہوا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے "تَتَجَافَىٰ فِي جَنُوبِهِمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا" (رکوع ۱- سورہ سجدہ) ترجمہ: انکے پہلو خواب گاہوں سے علیحدہ ہوتے ہیں، اس طور پر کہ وہ لوگ اپنے رب کو امید سے اور خوف سے پکارتے ہیں۔

مفسرین کا قول ہے "يَدْعُوْنَ" سے مراد "يُصَلُّوْنَ" ہے، مطلب یہ کہ رات کو نماز پڑھتے ہیں، تقلیل منام کے لئے غرض خالی پیٹھے جاگتے رہنے کی بجائے تراویح، تہجد، استغفار مشروع ہوئے ہیں

تقلیل کلام بصورتِ تلاوتِ قرآن مجاہدہ کا تیسرا رکن تقلیل کلام ہے اور یہ تقلیل طعام اور تقلیل منام سے زیادہ دشوار ہے، کیونکہ کھانے میں کچھ اہتمام کرنا پڑتا ہے کھانا

تیار کرنا پڑتا ہے، پھر منہ چلانا پڑتا ہے، پھر ہضم کی فکر ہوتی ہے، کبھی چورن بھی کھانا پڑتا ہے، تقلیل طعام میں ان سب امور کی تخفیف ہے، اس لئے ایک دو دفعہ زیادہ کھائے گا پھر کہاں تک کھائیگا پھر جب ہضم نہ ہوگا تو خود ہی تقلیل طعام ہو جائے گی۔ بخلاف بولنے کے کہ اس میں کچھ اہتمام ہی کرنا نہیں پڑتا۔ زیادہ بولنے سے بدہضمی ہوتی ہے، اس لئے اسکی تقلیل کا کوئی قوی داعی نہیں، اسی طرح سونا ہے تو اس میں کبھی تو تقلیل ہوگی، آخر کوئی کہاں تک سوئے گا کبھی تو جاگے گا۔ بخلاف اس زبان کے کہ کہیں تھا ہی نہیں۔ یہ چلنے سے تھکتی ہی نہیں، کیونکہ اسکے لئے کچھ اہتمام کرنا ہی نہیں پڑتا، نہ زبان چلانے سے کچھ ممکن ہوتی ہے، دوسرا دلیہ ہے کہ انسان جس قدر لذتیں اختیار کرتا ہے سو کلام کے سوا حقد ر لذتیں

ہیں ان میں زیادتی کرنے سے لذت کم ہو جاتی ہے، مثلاً پیٹ بھر کھانے کے بعد پھر کھانے میں مزا نہیں آتا، نیند بھر جانے کے بعد پھر سونے میں لذت نہیں آتی بلکہ سوتے سے جی بگڑتا ہے مگر بولنے کی لذت ختم نہیں ہوتی بلکہ جتنا بولتے جاؤ اتنی ہی لذت بڑھتی جاتی ہے، اس لئے تقلیل کلام سب سے زیادہ دشوار ہے لیکن باوجود دشواری کے اس میں آزادی نہیں دی گئی کہ زیادہ بولنے میں آفتیں بہت ہیں اور اس کی وجہ سے انسان گناہوں میں بکثرت مبتلا ہو جاتا ہے، اس لئے اس کی تقلیل کو مجاہدہ کا ایک رکن قرار دیا گیا لیکن تقلیل کلام کا یہ مطلب نہیں کہ ضروری باتوں کو بھی کم دے بلکہ مطلب یہ ہے کہ فضول کلام چھوڑے خواہ وہ سباح ہی ہوں، اب رہی جو باتیں حرام ہیں جیسے جھوٹ، غیبت وغیرہ تو وہ اس سے خود ہی چھوٹ جائیں گے کیونکہ وہ تو اصلی مجاہدہ ہیں۔

اسی لئے شریعت مقدسہ نے ضروری کلام کے واسطے نماز تک توڑنے کا حکم دیا، مثلاً اگر کوئی اندھا جا رہا ہو، اور اس کے سامنے گڑھا ہو، جس میں اس کے گرنے کا اندیشہ ہو تو اگر تم نماز بھی پڑھ رہے ہو، تب بھی واجب ہے کہ اندھے کو گرنے سے بچاؤ، نماز کو توڑ دو، اور اس سے کہو کہ ذرا پیچ کر چلے آگے گڑھا غرض شریعت مخلوق کو تکلیف سے بچانا چاہتی ہے اسی لئے حکم ہے کہ اگر بیٹا نفل پڑھ رہا ہو، اور والدین میں سے کوئی بیمار ہو تو دیکھو کہ اس کو نماز میں ہونا معلوم ہے یا نہیں، اگر انھیں معلوم ہے کہ بیٹا نماز پڑھ رہا ہے اور پھر بھی بیمار ہے تو نہ بولے، اور اگر ان کو معلوم نہیں کہ بیٹا نماز پڑھ رہا ہے تو بول پڑے اور نماز کا بعد میں اعادہ کرے۔ یہ مسئلہ فقہاء نے حدیث سے سمجھا ہے جو یہ ہے :-

جُزِجَ نَسِيَّ اسْرَائِيلَ كَيْ اِيك عَابِدَتَهٗ، اِيك دَفْعَهٗ يَهٗ اِيْنَهٗ صَعُوْمَهٗ فِيْ نَازِثٍ رَّهٗ رَهٗ يَحْجِ
کہ ان کی ماں کسی ضرورت سے آئی اور ان کے صومہ کے نیچے کھڑے ہو کر آواز دی جُزِجَ، جُزِجَ !
یہ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے، انھوں نے دل میں حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے اللہ میں نماز میں
ہوں اور میری ماں بیمار ہے، یعنی میں جواب دینے سے معذور ہوں۔ غرض نماز میں مشغول
رہے اس نے پھر آواز دی، جُزِجَ پھر یہ رہی کہ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ وَصَلَاتِیْ

ترجمہ: اے اللہ ایک طرف میری ماں (بیمار) ہے (اور دوسری طرف) میں نماز پڑھ رہا ہوں۔
اور بدستور نماز میں مشغول رہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کو بیان فرما کر

ارشاد فرمایا کہ :-

”كَوْنَنَّ فَقِيْهًا لَا جَابِ امْدٍ“

ترجمہ : اگر حُرُجِ فقیہ ہوتے تو اپنی ماں کے پکارنے کا جواب دیدیتے۔ اس سے فقہاء نے سمجھا ہے کہ والدین کے پکارنے پر نماز میں بولنا جائز ہے بشرطیکہ ان کو اس کا نماز میں ہونا معلوم نہ ہو۔ یہ قید دوسرے دلائل کی وجہ سے بڑھائی گئی۔ حُرُج کی ماں نے اس موقع پر اپنے بیٹے کو کو سا بھی تھا۔ جب اس نے کئی آوازیں دیں اور یہ جواب نہ دیے تو اس نے بددعا دی کہ خداوند اے اسے اس وقت تک موت نہ دیجئے جب تک کہ یہ فاحشہ کا منہ نہ دیکھ لے، معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں دینداری بہت تھی کہ فاحشہ کا منہ دیکھنا اس زمانہ میں بددعا اور کوسنے میں بیان کیا جاتا تھا گویا کہ غیر عورت کا منہ دیکھنا مردوں کے لئے بہت ہی بڑا عیب سمجھا جاتا تھا۔ غرض حُرُج کی ماں نے اس کو یہ بددعا دی جو قبول ہو گئی اور ایک فاحشہ عورت حُرُج کے پیچھے پڑی اس کے صومہ میں آکر بدکاری پر اسے برانگیختہ کرنا چاہا، یہ متقی تھے، انہوں نے دھوکا کراسے نکال دیا اس نے کہا کہ میں تجھے بدنام کر کے رہوں گی، بڑا متقی بنا ہے۔ چنانچہ جنگل کے کسی چرواہے سے اس نے منہ کالا کیا، جس سے محل رہ گیا جب بچہ پیدا ہوا تو لوگوں نے پوچھا یہ بچہ کس کے زنا سے پیدا ہوا۔ اس نے حُرُج کا نام لے لیا۔ پس اب لوگوں نے بلا تحقیق گمان کر لیا اور حُرُج کے صومہ پر جا چڑھے اور اس کو گرانے لگے، حُرُج اندر سے نکلے اور لوگوں سے کہے کہ میرے صومہ کو کیوں گراتے ہو ؟ لوگوں نے کہا کہ کم نخت تو اس قابل نہیں کہ صومہ میں رہے، تو تو زنا کار، بدکار ہے اور ظاہر میں متقی بنا ہوا ہے، انہوں نے پوچھا کہ آخر تم سے یہ کس نے کہا۔ لوگوں نے عورت کو معہ بچہ کے پیش کر دیا کہ یہ عورت کیا کہتی ہے۔ حُرُج نے کہا ذرا غیروا ابھی معلوم ہوا جاتا ہے، اسکے بعد انہوں نے وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی، پھر اس بچہ کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا اے بچے! خدا کے حکم سے بول اور بتلا کہ تیرا باپ کون ہے۔ خدائے تعالیٰ نے بچہ کو گویائی عطا فرمائی۔ اس نے کہا کہ میرا باپ فلاں چرواہا ہے، اب تو سب کو یقین ہو گیا کہ یہ جھوٹی ہے، اتنی بڑی کرامت کے بعد کیا شبہ ہو سکتا تھا بس سب کے سب حُرُج کے قدموں پر گر پڑے کہ ہماری خطا معاف کرو۔ اب ہم تمہارا صومہ سونے کی اینٹوں سے بنا دیں گے، انہوں نے کہا کہ نہیں جیسا پہلے تھا تم ویسا ہی بنا دو۔

غنیمت ہوا کہ حُرُوج کی ماں نے اتنی ہی بددعا کی تھی کہ خدا اسے فاحشہ کا منہ دکھا اور کچھ نہ کہا۔
اس لئے والدین کی بددعا سے ڈرنا چاہیے۔

غرض شریعت نے ضرورت کی اتنی رعایت کی کہ ضرورت کے وقت نفل نماز توڑنے کی اجازت ہے اور بعض شرائط کے ساتھ فرض نماز توڑنے کی اجازت ہے جیسے اندھے کے گڑھے میں گرنے کا ڈر ہو، لیکن ضرورت کی وضاحت سمجھ لینا چاہیے کہیں آپ سب باتوں کو ضرورت میں داخل کریں ضرورت کی وضاحت سنئے: وہ یہ کہ جس کے نہ ہونے سے ضرر ہو۔

صاحبو! اگر روزے میں سکوت کا حکم ہوتا تو اس سے دنیوی کاروبار میں بہت صرح ہوتا اس لئے شریعت نے ہمارے حال پر رحم کھا کر صوم سکوت (جو پہلے انبیاء کے زمانہ میں تھا) منسوخ کر دیا مگر ایک دوسرے طریقہ سے روزے میں تعلیل کلام کی رعایت کی گئی ہے وہ یہ ہے، صوم صاحبو! قاعدہ ہے کہ نفس ایک وقت میں دو طرف متوجہ نہیں ہو سکتا اسی طرح زبان بھی ایک وقت میں دو قسم کی باتیں نہیں کر سکتی مثلاً جو شخص کتاب پڑھ رہا ہو تو وہ کتاب پڑھتے ہوئے بات نہیں کر سکتا۔ اگر بات کر دیا تو اس وقت کتاب نہ پڑھے گا، اس لئے شریعت نے روزے میں کلام کو تو ممنوع نہیں قرار دیا لیکن نفس اور زبان کو دوسرے کام کی طرف متوجہ کر دیا، اس طرح کہ روزے میں تلاوتِ قرآن کا اور ایام سے زیادہ اہتمام کیا۔ چنانچہ تراویح میں ایک قرآن ختم کرنا جب کہ کوئی عذر نہ ہو حسبِ قول مشہور سنت مؤکدہ کر دیا گیا جس کی وجہ سے حفاظ کو دن میں کئی مرتبہ پڑھنا پڑتا ہے اور دور بھی کرنا پڑتا ہے اور پھر حضورؐ نے رمضان میں خود بھی جبریلؑ کے ساتھ تلاوت کا اور دنوں سے زیادہ اہتمام فرمایا ہے اور سب مسلمانوں کو عملاً اسکی ترغیب دی ہے کہ رمضان میں تلاوتِ قرآن زیادہ کریں خواہ وہ حافظ ہوں یا نہ ہوں، تراویح میں قرآن سنائیں یا نہ سنائیں، پھر آپ کا ارشاد ہے کہ قرآن کے ایک حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں، اور یہ بھی ارشاد ہے کہ رمضان میں نفل طاعت کا ثواب فرض کے برابر ملتا ہے ثوابِ رمضان میں تلاوتِ قرآن کرنے سے ایک ایک حرف پر دس نیکیاں ملیں گی ان میں ہر نیکی پر فرض کام کے برابر ثواب ملے گا۔ اللہ اکبر کچھ ٹھکانا ہے اس ثواب کا اس سے بھی لوگوں کو تلاوت کی رغبت زیادہ ہوگی۔ غرض رمضان میں تلاوتِ قرآن کا شریعت نے بہت ہی اہتمام کیا ہے اور اس میں راز یہ ہے کہ نزولِ قرآن آسمانِ اول پر رمضان ہی کے مہینہ میں ہوا

وہاں سے تدریجاً ۲۳ سال میں نازل ہوا تو اس ماہ کو قرآن کے ساتھ خاص تعلق ہے جو دوسرے ایام کو نہیں۔ چنانچہ مشاہدہ ہے کہ رمضان میں تلاوت قرآن اور دُتوں کے زیادہ آسان بھی ہے اور ظاہر ہے کہ جب انسان تلاوت قرآن میں مشغول ہوگا تو لامحالہ دنیوی باتوں میں تعلیل ہوگی، کیونکہ نفس ایک وقت میں دو باتوں کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا تو تلاوت قرآن کے وقت اگر توجہ کے ساتھ تلاوت ہو تو دوسری باتوں کا خیال بھی نہ آئے گا ورنہ زبان تو جب تک اس تلاوت میں مشغول ہوگی اس وقت تک دنیوی باتوں سے رکی رہے گی، اس طرح تلاوت قرآن کے ضمن میں تعلیل کلام ہو جائے گی، پھر محض یہ نہیں کہ تعلیل کلام کا مجاہدہ حاصل ہو گیا اور کوئی نفع حاصل نہ ہوا بلکہ اس میں ثواب بھی اتنا ملتا ہے کہ کسی طاعت میں اتنا ثواب نہیں کہ ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں، اور رمضان میں وہ دس نیکیاں دس فرض کے برابر ہوتی ہیں یہ تو عام ثواب ہے اور جو کوئی زیادہ مخلص ہو تو اسکو ایک ایک حرف پر سات سو تک نیکیاں ملتی ہیں بلکہ خدائے تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں اس سے بھی زائد دیتے ہیں اب بتلائے اگر شریعت بھی تعلیل کلام کی وہی صورت تجویز کرتی خواہل ریاضت میں مستعمل ہے کہ بالکل خاموش بیٹھے رہ کر میں تو یہ دولت بے شمار کیونکر حاصل ہوتی، غرض شریعت نے مجاہدہ تعلیل کلام کی وہ صورت تجویز کی کہ جس سے اس مجاہدہ کا فائدہ بھی حاصل ہو کہ زبان گناہوں سے بچی رہے، فضول باتیں کرنے کی عادت کم ہو جائے، اور اسکے ساتھ ثواب بھی بے شمار ملتا رہے اور ثواب پر ہی بس نہیں کیا بلکہ تلاوت قرآن میں بندے کو حق تعالیٰ کا ایک خاص قرب حاصل ہوتا ہے جو خاموش رہنے میں کبھی حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ قرآن میں ایک خاص تہجلی ہے، جب اس کا ظہور قلب پر ہوتا ہے تو دل عظمت حق سے پر ہو جاتا ہے، پھر ان باطنی دولتوں کے علاوہ قرآن میں ایک ظاہرہ لذت بھی ہے کہ جس کی وجہ سے کثرت تلاوت آسان ہوگی، اگر ذرا سا بھی فوق ہو تو قرآن سے زیادہ کوئی لذت کلام نہیں، اس میں وہ لذت ہے کہ جتنا پڑھتے جاؤ لذت بڑھتی ہی جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ کثرت تلاوت سے جی نہیں گھبراتا، غرض شریعت نے عجیب مجاہدہ تجویز کیا ہے کہ جس میں تعلیل کلام کے ساتھ ظاہری لذت بھی ہے، جس کی کثرت قلب پر گراں بھی نہیں ہوتی۔ پھر اس میں قرب بھی بے انتہا ہے، ثواب بھی بے شمار ہے، پھلا تعلیل کلام کی ایسی صورت کوئی بتلا سکتا ہے، پھر جو صورت مجاہدہ کی تعلیل کلام کی وہی ریاضت ہے

تجویز کی ہے کہ زبان کو بند کر لیا جائے اس میں ایک نقص ایک یہ بھی ہے کہ اس طرح قوت گویائی کم ہو جاتی ہے اگر ایسا شخص کسی وقت تقریر کرنا چاہے تو اس کے کلام میں شوکت و قوت نہ ہوگی مگر شریعت نے تعلیل کلام کی جو صورت تجویز کی ہے اس سے قوت کلام بڑھتی ہے تجربہ ہے کہ قرآن کی کثرت تلاوت سے کلام میں بلاغت و فصاحت پیدا ہوتی ہے اور گویائی میں قوت پیدا ہوتی ہے۔ ”مُبْتَخَانَ اللہ“ کیا عجیب مجاہدہ ہے کہ تعلیل کلام مجتمع کر دی بھلا ضدین کو کوئی اس طرح جمع کر سکتا ہے ہرگز نہیں یہ بات تلاوت قرآن ہی میں ہے کہ اس کی مشغولی میں تعلیل کلام بھی ہے اور ساتھ ساتھ قوت گویائی بھی حاصل ہوتی ہے حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ جو شخص اپنے کلام میں بلاغت پیدا کرنا چاہے وہ تلاوت قرآن کثرت سے کیا کرے۔

صاحبو! اس سلسلہ میں ایک باریک بات عرض کرتا ہوں۔ ذرا غور سے سنئے:-

اصطلاح صوفیہ میں ایک تخلیہ ہے اور ایک تخلیہ تخلیہ یہ ہے کہ سالک خود کو اخلاق حمیدہ سے آراستہ کرے اور تخلیہ یہ ہے کہ سالک خود کو اخلاق رذیلہ سے پاک کرے نقشبندیہ پہلے ہی دن ذکر تعلیم کر دیتے ہیں ان کے ہاں تخلیہ تخلیہ پر مقدم ہے اور تخلیہ تخلیہ کے ساتھ ساتھ کرتے ہیں غرض شریعت نے بھی تمام مجاہدات میں اسکی رعایت کی کہ صرف تخلیہ پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مجاہدہ کی وہ صورت اختیار کی کہ جس میں تخلیہ اور تخلیہ ساتھ ساتھ ہوتے رہے مثلاً تعلیل منام کے لئے تراویح اور تہجد کو تجویز کیا یہ تخلیہ ہے اور جس میں جاگنا بھی ہو گیا جو ترک راحت ہونے کی وجہ سے تخلیہ ہے۔ غرض شریعت نے تعلیل منام کے لئے فالی بیٹھے رہنے کو تجویز نہیں کیا۔ اسی طرح تعلیل کلام کے لئے تلاوت قرآن کو تجویز کیا کہ تلاوت میں مشغول رہو تو یہ تخلیہ ہے اور اس میں زبان بھی محفوظ ہوگئی تو یہ تخلیہ ہوا اسی طرح تعلیل کلام کے لئے یہ حکم نہیں دیا کہ صرف زبان بند کر کے بیٹھ جاؤ۔ شریعت نے اسی لئے مجاہدات میں صرف ترک پراکتفا نہیں کیا بلکہ ساتھ ساتھ عمل بھی مشروع کیا اگر مجاہدہ میں صرف ترک پراکتفا کیا جائے اور اس کے ساتھ کوئی عمل تعلق مع اللہ کا طرحانے والا ادا نہ کیا جائے تو نتیجہ مجاہدہ کا یہ ہوگا کہ قلب تعلقات غیر سے خالی ہونے کے ساتھ تعلق مع اللہ سے بھی خالی ہوگا اور اس صورت میں شیطان کا قلب پر قبضہ جائیگا آسان ہے اسی واسطے شریعت نے ہر مجاہدہ میں اس کی رعایت کی ہے کہ تعلقات مجاہدہ کو ترک کر کے اعمال میں مشغول کر دیا ہے تاکہ قلب خالی نہ رہے۔

غرض شریعت نے تقلیل کلام کی جو صورت تجویز کی ہے اس میں بھی اس راز کی رعایت ہے یعنی شریعت نے یہ نہیں کہا کہ روزے میں زبان بند کر لیا کرو، کیونکہ اس سے تعلق مع الخلق میں کمی ہوگی تعلق مع الخلق میں کیا زیادتی ہوئی تو نتیجہ یہ ہوا کہ دل دونوں سے خالی ہو جائے گا بلکہ یہ صورت تجویز کی کہ قرآن کی تلاوت میں مشغول رہو، اس سے تعلق مع الخلق میں کمی کیسا تھسا تھ تعلق مع الحق بڑھے گا اب دل خالی نہ رہے گا ایک چیز نکلے گی اور اس کی جگہ تعلق مع اللہ بھرے گا تو قلب شیطان سے بالکل محفوظ رہے گا۔ غرض شریعت نے مجاہدہ تقلیل کلام کی جو صورت تجویز کی ہے وہ سب سے بہتر صورت ہے اور اس سے بہتر کوئی صورت نہیں ہو سکتی اور اس میں کچھ خطرہ بھی نہیں ہے اور منافع بے شمار ہیں اور اہل ریاضت کے پاس تقلیل کلام کا جو طریقہ مستعمل ہے خطرہ بے خالی نہیں ہے اور اس میں اتنے منافع بھی نہیں ہیں۔

تقلیل اختلاط مع الانام | قلت کلام کی ضرورت قلت اختلاط سے زیادہ ہے کیونکہ لوگوں سے بصورت اعتکاف (لوگ) میں جوں رکھنے کے بعد زبان کو سنبھالنا دشوار ہے اس لئے قلت

کلام کی سہل صورت یہی ہے کہ لوگوں سے الگ رہے گوشہ نشینی اختیار کرے کیوں کہ مجمع کا قرب بھی اختلاط کی مثل ہے، مجمع کے قرب میں سکوت نہیں ہو سکتا۔ اس لئے صوفیہ نے عزلت کو اختیار کیا ہے۔

سلف کے کلام میں مجاہدات کا یہ طرز نہ تھا وہ اختلاط زیادہ کرتے تھے اور متاخرین نے عزت کو اختیار کیا ہے ذیل میں دونوں کے مفاسد و منافع درج کئے جاتے ہیں۔

اختلاط میں ایک نفع تو یہ ہے کہ تعلیم و تعلم اسی پر موقوف ہے | لوگوں سے زیادہ اختلاط کے فوائد عزلت سے تعلیم و تعلم کا باب مسدود ہو جائے گا۔ دوسرے

اختلاط میں خدمت خلق کا موقع ملتا ہے، تیسرے جماعت کی نفیلت اختلاط ہی سے حاصل ہوتی ہے، جو شخص عزلت گزیں ہو گا وہ جماعت کے ثواب سے محروم رہے گا۔ چوتھا نفع اختلاط میں یہ ہے کہ اس سے تواضع پیدا ہوتی ہے جب لوگوں سے ملے گا تو بہت لوگوں کو اپنے سے افضل پائے گا تو اس شخص کی نظر اپنے اعمال پر کم ہوگی، کیونکہ اپنے سے افضل کے اعمال کو دیکھ کر سمجھے گا کہ میں کرتا ہی کیا ہوں، اللہ کے بعض بندے مجھ سے زیادہ عمل کرنے والے ہیں

اور عزت میں دوسروں کے اعمال تو پیش نظر ہوتے نہیں، پس اپنے ہی اعمال پر نظر ہوتی ہے اور اس سے بعض دفعہ عجب و کبر پیدا ہو جاتا ہے۔ پانچواں نفع یہ ہے کہ اختلاط میں بزرگان دین سے فیض حاصل ہو جاتا ہے، بدوں اختلاط کے بزرگوں سے فیض حاصل کرنا دشوار ہے، اسکے سوا اور بھی منافع متاخرین نے اختلاط کے بتلائے ہیں لیکن یہاں لوگ ایک غلطی کرتے ہیں کہ مطلقاً اختلاط کو عزت پر ترجیح دیتے ہیں، عموماً اختلاط حفظ نفس کے لئے کیا جاتا ہے کہ جس میں بے غنبت سے احترا ہے نہ جھوٹ ولا یعنی باتوں سے پرہیز ہے اور نہ فضول بک بک سے۔

غرض سلف کا اصل مذاق اختلاط ہے اور متاخرین نے عزت کو ترجیح دی ہے اور اسکے بے شمار منافع بیان فرمائے ہیں جن میں سے ایک نفع یہ ہے کہ عزت کے فوائد میں گناہوں سے اجتناب ہوتا ہے۔ غرض ایسی عزت و تنہائی ہونا چاہیے

کہ جس میں نگاہ کی بھی حفاظت ہو، کان کی بھی حفاظت کرے، دل کی بھی حفاظت کرے کہ قصداً کسی غیر کا خیال دل میں نہ لائے، اگر آجائے تو ذکر میں مشغول ہو کر اسے دفع کرے ایسی عزت میں واقعی گناہوں سے بہت حفاظت ہوگی، بزرگوں نے اختلاط میں یہ بھی مضرت بتلائی ہے کہ اس میں نامحرم پر نگاہ پڑ جاتی ہے، اسی لئے بزرگوں نے زمین پر نگاہ رکھنے کی تاکید کی ہے کیونکہ شیطان نے حق تعالیٰ سے کہا کہ میں بنی آدم کے پاس سامنے سے آؤں گا اور پیچھے سے، اور دائیں طرف سے او اور بائیں طرف سے اس میں صرف چار سمتوں کا ذکر ہے، فوق و تحت یعنی اوپر اور نیچے کا ذکر نہیں ہے معلوم ہوا کہ فوق و تحت سے شیطان نہیں آسکتا، اوپر دیکھ کر چلنے میں ٹھوکر لگنے کا ڈر ہے اس لئے بزرگوں نے نیچے نگاہ رکھ کر چلنے کی تاکید کی ہے وہ اس طرح کہ امتیازی نشان پیدا نہ ہو، دوسرا نفع عزت میں یہ ہے کہ اس سے زبان کی حفاظت ہوتی ہے، یہ کام صدیقین کا ہے کہ اختلاط کے ساتھ زبان کی حفاظت کرتے تھے اور کوئی بات خلاف شرع نہ کرتے تھے۔

غرض اختلاط کے ساتھ قلت کلام بہت دشوار ہے، یہ کام صدیقین و کاملین کا ہے ورنہ اکثر یہ حالت ہے کہ اختلاط میں فضول باتیں بہت کرنا پڑتی ہیں، اب اگر یہ دستور العمل رکھا جاوے کہ جو شخص بھی آئے اسکے ساتھ خاطر و مدارات و تعظیم و تکریم کا معاملہ کیا جائے اور گھنٹوں باتیں بنائی جائیں تو سارا وقت اسی کا ہو رہے گا، اپنا کوئی کام بھی نہ ہوگا، اور اگر ایک کے ساتھ یہ برتاؤ کیا

دوسرے کے ساتھ نہ کیا تو اس کو ناگوار ہوگا اور جس کی تم نے خاطر و مدارات کی تھی اس کے ساتھ حسد پیدا ہوگا۔ اس لئے سلامتی عزلت و قلت اختلاط ہی میں ہے مگر ایک بات قابل غور ہے وہ یہ کہ قلت اختلاط سے بعض دفعہ شہرت ہو جاتی ہے اور شہرت دنیا و دین دونوں کے لئے مضر ہے مگر تجربہ ہے کہ اگر قلت اختلاط اول ہی سے اختیار کرو تو شہرت بھی نہ ہوگی کیونکہ لوگوں کی نظر میں یہ حالت کوئی نئی بات نہ ہوگی اور اختلاط کے بعد قلت کر دگے تو شہرت ہو جائے گی، لوگوں کو ایک نئی بات معلوم ہوگی کہ آج کل فلاں شخص گوشہ نشین ہو گیا ہے۔ غرض جب وہ دیکھتا ہے کہ ساری دنیا میری معتقد ہے تو آپے سے باہر ہو جاتا ہے یہ دین کا ضرر ہے اور دنیا کا ضرر یہ ہے کہ مشہور آدمی سے عام لوگوں کو حسد اور رشک پیدا ہوتا ہے اور حکام کی نظر بھی مشہور لوگوں پر زیادہ ہوتی ہے۔

غرض بعض صوفیوں نے اختلاط (سیل جول) کو ترجیح دی ہے، اس لئے وہ اختلاط کے منافع اور عزلت (گوشہ نشینی) کے مقاصد بتلاتے ہیں اور بعضوں نے عزلت کو ترجیح دی ہے۔ چنانچہ وہ عزلت کے منافع اور اختلاط کی مضرتیں بتلاتے ہیں۔

غرض یہ مسئلہ فی نفسہ اختلافی ہے کہ عزلت بہتر ہے یا اختلاط۔ اس کا سب سے اچھا فیصلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے آپ فرماتے ہیں "أَلَوْ حَذَّاءٌ خَيْرٌ مِّنْ جَلِيسٍ الشُّوْءِ وَالْجَلِيسُ الْمَضَارِعُ خَيْرٌ مِّنْ الْوَحْدَةِ"۔

ترجمہ :- بری صحبت سے عزلت بہتر ہے، اور اچھی صحبت عزلت سے بہتر ہے۔

یعنی نہ خلوت بہتر ہے نہ جلوت، بلکہ ملنے والے بدہموں تو ان سے علیحدگی اور خلوت ہی بہتر ہے اور اگر ملنے والے نیک ہوں تو ان سے ملنا خلوت سے بہتر ہے۔

جب آپ کو کثرت اختلاط کے مفاسد اور قلت اختلاط کے منافع معلوم ہو چکے تو اب سنیے کہ شریعت نے قلت اختلاط کی کیا صورت تجویز کی ہے، شریعت نے قلت اختلاط کی صورت اعتکاف تجویز کی ہے اور رمضان میں اس کا اہتمام کیا گیا ہے۔ چنانچہ عشرہ اخیر میں اعتکاف کرنا سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے، اس لئے رمضان سے اسکو بھی خاص تعلق ہے۔ بہر حال تفصیل اختلاط کی یہ ایسی صورت ہے کہ کوئی صاحب ریاضت اسکی نظیر نہیں دکھلا سکتا۔ کیونکہ اعتکاف میں نہ

وہ مفاسد ہیں جو خلوتِ محفہ (خالص) میں ہیں اور نہ وہ مفاسد ہیں جو اختلاطِ محفہ میں ہیں کیونکہ معتکف خلوت میں بھی ہے اور خلوت میں بھی، اور یہہ ریاضتِ خلوت و خلوت دونوں کو جامع ہے۔

۱۔ اہل اختلاط نے عزلت میں ایک خرابی یہ بتلائی تھی کہ اس سے تعلیم و تعلم کا باب مسدود ہو جاتا ہے تو یہ خرابی اعتکاف میں نہیں، کیونکہ معتکف کو تعلیم و تعلم سے منع نہیں کیا گیا ہے اور چونکہ اعتکاف مسجد میں ہوتا ہے جہاں اہل علم آتے رہتے ہیں، اس لئے معتکف کو تعلیم و تعلم میں کوئی دقت بھی نہیں ہو سکتی۔

۲۔ ایک خرابی یہ بتلائی تھی کہ عزلت میں جماعت کے ثواب سے محروم ہو جاتا ہے اعتکاف اس سے بھی پاک ہے کیونکہ اعتکاف کے لئے مسجدِ جماعت شرط ہے، معتکف سے زیادہ تو کسی کو جماعت کا ثواب مل ہی نہیں سکتا، وہ تو ہر نماز میں تکبیرِ اولیٰ پاتا ہے، اور ہر وقت جماعت کے انتظار میں رہتا ہے اور انتظارِ جماعت کا ثواب بھی جماعت کے ثواب کے برابر ہے۔

۳۔ ایک خرابی یہ بتلائی تھی کہ عزلت میں بزرگوں کے فیض سے محروم ہو جاتا ہے اعتکاف اس سے بھی پاک ہے کیونکہ یہ شخص پانچوں وقت نمازیوں سے ملتا ہے جن میں بعض اولیاء بھی ہوتے ہیں ۴۔ ایک خرابی یہ بتلائی تھی کہ عزلت میں صرف اپنے اعمال پیش نظر ہوتے ہیں جس سے عجب و کبر کا اندیشہ ہے اور اختلاط میں اپنے سے افضل کے اعمال پر نظر پڑتی ہے تو تواضع پیدا ہوتی ہے اعتکاف میں یہ خرابی بھی نہیں کیونکہ مسجد میں بہت لوگ نماز کے لئے آتے ہیں جن میں بعض تو بہت عبادت کرنے والے ہوتے ہیں، معتکف کی نظر ان کے اعمال پر پڑتی ہے تو عجب و کبر پیدا نہیں ہو سکتا۔

۵۔ ایک خرابی یہ بتلائی تھی کہ عزلت سے شہرت ہو جاتی ہے، اعتکاف میں یہ بات بھی نہیں کیونکہ معتکف کسی پیار کی کوہ میں نہیں بیٹھتا جس سے شہرت ہو بلکہ بستی کی مسجد میں بیٹھتا ہے جہاں سب سے ملاقات بھی ہوتی رہتی ہے اور عرفاً اسکو گوشہ نشینی نہیں شمار کیا جاتا، اس لئے معتکف کی شہرت بھی نہیں ہوتی ہر سال بیسوں لوگ اعتکاف کرتے ہیں، مگر کوئی بھی بزرگ مشہور نہیں ہوتا۔

۶۔ اختلاط میں ایک مضرت یہ تھی کہ اس میں اشتراک کی صحبت بھی بعض دفعہ ہوتی ہے اور اشتراک کی صحبت سے دین کا اثر ہوتا ہے، سو معتکف اس سے محفوظ ہے کیونکہ مسجد میں نمازی آتے ہیں اور

اکثر نمازی نیک ہوتے ہیں اور اگر بعض بد بھی ہوں تو نماز کے وقت نیک بن جاتے ہیں اس لئے انکی صحبت مضر نہیں، پھر وہ طویل صحبت نہیں ہوتی ایسے لوگ مسجد میں نماز کے بعد ٹھہرتے نہیں ہیں۔

۷۔ ایک مفسدہ یہ بتلایا گیا تھا کہ اختلاط میں وقت بہت ضائع ہوتا ہے باتوں میں وقت ضائع و برباد ہو جاتا ہے، معتکف اس سے بھی محفوظ ہے، کیونکہ اسکے پاس باتیں کرنے والے آتے ہی نہیں، کیونکہ مسجد میں نماز کے بعد کون ٹھہرتا ہے کہ جو معتکف سے باتیں کرے، دوست احباب بھی گھر پر آتے ہیں مسجد میں کوئی نہیں آتا۔ اس لئے معتکف کو باتیں کرنے کا موقع نہیں ملتا، اس طرح معتکف کثرت کلام کی غرابیوں سے محفوظ رہتا ہے اور ذکر و فکر و تلاوت و نماز کے لئے اسکو بہت وقت ملتا ہے۔

۸۔ ایک مفسدہ اختلاط میں یہ بتلایا گیا ہے کہ اس میں نگاہ کی حفاظت نہیں ہوتی معتکف اس سے بھی محفوظ ہے، اسکے پاس نامحرم عورت کوئی نہیں آتی۔

غرض معتکف سے ایسا اختلاط کسی کا نہیں ہوتا کہ جس سے اس کا وقت ضائع ہو، یاد دہانی یاد دشمنی پیدا ہو، اور مزایہ ہے کہ معتکف سے نماز کے وقت سب ملنے آتے ہیں یہ کسی سے ملنے نہیں جاتا۔ غرض اعتکاف ایسی عجیب ریاضت ہے کہ فلوٹ و جلوت دونوں کے منافع اس میں موجود ہیں اور دونوں کے مفاسد سے یہ پاک ہے، اسی لئے شریعت میں اعتکاف کی بہت فضیلت بیان کی گئی ہے اور اس کی ترغیب دی گئی ہے۔

هو يعتكف الذنوب ويجزي له من الحسنات كعاصل الحسنات
حدیث (ابن ماجہ)

چنانچہ ابن ماجہ کی حدیث میں ہے کہ معتکف گناہوں سے الگ رہتا ہے۔ غرض شریعت نے قلت اختلاط کی صورت اعتکاف بخیر کی ہے کہ کوئی صاحب ریاضت اسکی نظیر نہیں لاسکتا صاحبو! اب کچھ شب قدر کے بارے میں سنیے ارشاد باری ہو رہا ہے:-

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ (پٹا۔ رکوع سورہ قدر)
شب قدر ترجمہ اہم نے اس قرآن کو شب قدر میں نازل کرنا شروع کیا۔

ایک روز غیبوں نے ہرنی کو دکھا، تڑپنے لگا اور بے ہوش ہو گیا، عجیب ہوش آیا تو لوگوں نے حکایت کیا کہ تم کو کیا ہوا، غیبوں نے کہا کہ کیا پوچھتے ہو، اس ہرنی کی آنکھ دیکھ کر مجھ کو میرے لیسنی کی آنکھ یاد آگئی، اس ہرنی کی آنکھ پر بھی مجھکو محبت آئے گی۔

کچھ سمجھے آپ کہ یہ کیا معاملہ ہے، سینے ایک شخص کو کسی سے محبت ہے تو جب اسکو کوئی اور چیز اسکے محبوب کے مانند نظر آتی ہے تو اس چیز سے بھی محبت کرنے لگتا ہے، ہرنی کی آنکھ، لیلیٰ کے آنکھ جیسی تھی پس ایسی علاقہ کی وجہ سے ہرنی کی آنکھ پر بھی محبت آنے لگی، ہائے اگر اس وقت لیلیٰ کی کوئی چیز خواہ اسکا جوتا ہی سہی اگر کہیں نظر آجائے تو اس وقت محبت کی تڑپ کا کیا پوچھنا کیوں؟ اس لئے کہ پیاری کی ہر چیز پیاری ہوتی ہے، اس لئے گزرے زمانے میں بھی مسلمانوں کی اس ناقص حالت پر بھی اگر اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک یا نعلین مبارک لا کر سب کے سامنے رکھ دیں تو ہر ایک مسلمان اسکو دیکھ کر اس قدر تڑپے گا کہ کسی کو کچھ سدھ ہی نہ رہے گی، کیوں؟ پیارے کی ہر چیز پیاری ہوتی ہے۔

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رات میں سوتے وقت تخت کے نیچے ایک پیالہ رکھ دیتے تھے، آپ رات کو اس میں پیشاب فرماتے تھے، ایک وقت پیالہ میں حضرت کا پیشاب دھرا تھا۔ ابن عباسؓ آگے لوگ ہاں ہاں ہی کرتے رہے اور آپ وہ حضرت کا پیشاب اٹھا کر پی گئے کیوں؟ پیارے کی ہر چیز پیاری ہوتی ہے، پھر یہ پیشاب پینے کا یہ اثر ہوا کہ شرح صدر ہو گیا۔ دل کھل گیا روح محفوظ سامنے تھا۔ آج تک کوئی ایسا قرآن کی تفسیر کرنے والا نہ ہوا۔ ہائے یہ تو انسان تھے جانوروں کو بھی معلوم ہے کہ پیارے کی ہر چیز پیاری ہوتی ہے۔

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کر کے تنو اور نٹ قربانی کئے، اونٹوں کا گلہ کھڑا تھا آپ ایک ایک اونٹ لے کر قربانی فرماتے تھے، صحابیؓ کہتے ہیں کہ میں دیکھ رہا تھا کہ ہر ایک اونٹ دوسرے پر گرتا تھا اور یہ چاہتا تھا کہ اس چھری کے نیچے میں پہلے ذبح ہو جاؤں۔ کیوں؟ پیارے کی ہر چیز پیاری ہوتی ہے، یہ معاملہ کچھ مخلوق ہی کے پاس نہیں ہے بلکہ خالق کو بھی پیارے کی ہر چیز پیاری معلوم ہوتی ہے، سینے قسم اس چیز کی کھایا کرتے ہیں کہ جو قسم کھانے والے کے پاس سب سے زیادہ پیاری ہو۔ کہتے ہیں تمہارے سر کی قسم (گو سئلہ نہیں ہے) "لَعَنَكَ اللَّهُ" (پل۔ رکوع ۵۔ سورہ حجر) ترجمہ: (اے محمد) آپ کے جان کی قسم۔

پیارے تمہارے جان کی قسم کہیں فرماتا ہے "وَالْعَصْرِ" (پل۔ رکوع ۱۔ سورہ العصر) ترجمہ: آپ جس زمانہ میں ہیں اس زمانہ کی قسم۔ "لَا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ" وَأَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ

رہے۔ رکوع۔ سورہ بقرہ ترجمہ: پیارے نبی اس شہر کی قسم جس شہر میں آپ ہیں۔

غرض اللہ تعالیٰ کو بھی پیارے کی ہر چیز پیاری معلوم ہوتی ہے، ہائے اگر وہ چیز پیارے کو بھی پیاری ہے تو پھر کچھ نہ پوچھو کہ وہ چیز کس قدر پیاری ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر چیز سے زیادہ یہ امت پیاری ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معمولی چیزیں جیسے آپ کا زمانہ، آپ کا شہر جب خدا کو پیارا ہے تو اب سوچو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری امت اللہ تعالیٰ کو کس قدر پیاری معلوم ہوتی ہوگی! تم خدا کے کس قدر خوش تقدیر ہو کہ تم خدا کے محبوب کے محبوب ہو، اس لئے سوچو کہ تم خدا کے کس درجہ محبوب ہوں گے، اسی لئے خدا تعالیٰ کو تم سے اس قدر محبت ہے کہ کسی اور پیغمبر کی امت سے ایسی محبت نہیں ہے، عشق و مشک را نتوان نہفتن“ ترجمہ: محبت اور مشک چھپانے سے بھی نہیں چھپ سکتے۔ خدا تعالیٰ کی ہر بات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو تم سے بے حد محبت ہے آپ نے دیکھا ہوگا کہ ایک بچہ ریٹ میں لت پت، میلے کپڑے اور غلیظ حالت ہے، ماری دنیا گھن کر رہی ہے، مگر ذرا اس محبت بھری ماں سے پوچھو، وہ کہتی ہے کہ اس کا ریٹ تمہارے پاس ریٹ ہے لیکن میرے پاس صندل سے زیادہ پیارا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لوگو! روزہ دار کے منہ کی تو تمہارا پاس بدبودار ہے مگر میرے پاس مشک سے زیادہ پیاری ہے، دیکھا آپ نے ان لفظوں سے کس قدر محبت چمکتی ہے۔

حدیث ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت غمگین تھے، یہ فکر تھی کہ معلوم نہیں میری امت کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جاتا ہے۔ فوراً جبریل علیہ السلام پیام لائے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے پیارے نبی! آپ منموم نہ ہوں، آپ کی پیاری امت میرے پاس بھی پیاری ہے جب تک میں دنیا میں آپ کی امت کو بنیوں کے درجہ نہ دیدوں گا دنیا سے نہ اٹھاؤں گا۔ کیوں نبی اب تو خوش ہوئے۔ اس کا آپ سجدہ شکر بجالائے۔

واقعی خدائے تعالیٰ نے پیغمبروں کی شان میں جو الفاظ فرمایا ہے وہ اس امت کے لئے بھی فرمایا۔ بطور نمونہ کے کچھ سناتا ہوں:-

پیغمبروں کی شان میں

اس امت کی شان میں

(۱) موسیٰ علیہ السلام کی نسبت فرمایا:

(۱) اس امت کے حق میں فرمایا: "وَلَا تَقْنُؤُوا"

(پیغمبر کی شان میں)

قُلْنَا لَا تَخَفُ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلَىٰ ۝

پٹ۔ رکوع ۳۔ سورہ طہ (ترجمہ: ہم نے کہا کہ تم ڈرو نہیں تم ہی غالب رہو گے۔

۱) ابراہیم علیہ السلام کے لئے فرمایا :

وَإِنَّا نَخْذُلُكَ يَا إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا ۝

پٹ۔ رکوع ۱۔ سورہ نساء (ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خالص دوست بنایا تھا۔

(اس امت کے حق میں)

وَلَا تَحْزَنُوا وَلَا تَأْتُمُّوا الْأَعْلَوْنَ رِبِّی

رکوع ۱۔ سورہ آل عمران (ترجمہ: اور تم ہمت مت ہارو اور رنج مت کرو اور تم ہی غالب رہو گے۔

۲) اس امت کے حق میں فرمایا :

”يُحِبُّهُمْ“ (پٹ۔ رکوع ۱۔ سورہ مائدہ)

ترجمہ: اللہ ان سے محبت رکھتے ہیں۔

قاعدہ ہے کہ جہاں بڑے بڑے امیر نہیں جاسکتے

وہاں بادشاہوں کے ساتھ بادشاہوں کے غلام پہنچ

جاتے ہیں اور امت کو کیا دوسرے نبیوں کے لئے وہ

لفظ نہیں کہے گئے جو خالص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے لئے کہے گئے ہیں وہ اس امت کے لئے بھی کہے گئے ہیں

مثلاً حضور کی شان میں ”إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ

يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ“ (پٹ۔ رکوع ۱۔ سورہ احزاب)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت

بھیجتے ہیں ان پیغمبر پر۔ اور امت کی شان میں فرمایا

”هُوَ الَّذِي يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ“

(پٹ۔ رکوع ۱۔ سورہ احزاب) (ترجمہ: اور وہ ایسا

رحیم ہے کہ وہ خود بھی اور اس کے فرشتے بھی تم

پر رحمت بھیجتے ہیں اور نبی کی شان میں فرمایا :

”وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ“

(پٹ۔ رکوع ۱۔ سورہ الضحیٰ) (ترجمہ: اور عنقریب اللہ تعالیٰ

آپ کو (آخرت میں) بکثرت نعمتیں دے گا سو آپ

(پیغمبروں کی شان میں)

(اس امت کی شان میں)

خوش ہو جائیں گے۔ اور اس امت کی شان میں فرمایا
 "رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ" (پ
 رکوع ۱۶۔ سورہ مائدہ) ترجمہ: اللہ تعالیٰ ان سے راضی
 اور خوش اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی اور خوش ہیں۔

حدیث | ایک روز موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا الہی! تو نے مجھے عزت دی ہے کہ
 مجھ سے باتیں کرتا ہے، کیا یہ عزت تیرے کسی اور بندے کو بھی دیا ہے،
 حکم ہوا کہ میرے بہت سے وہ بندے ہیں کہ جن کو میں آخر زمانہ میں پیدا کروں گا رمضان
 کا مہینہ دے کر تم سے زیادہ ان کو عزت دوں گا۔ کیونکہ تم سے میں جو باتیں کرتا ہوں
 تو مجھ میں اور تم میں ستر ہزار پر دے پڑے ہوئے ہوتے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 کا کوئی امتی جب روزہ رکھے گا، سو نطفہ مفید ہو گئے ہیں، رنگ زرد پڑ گیا ہے، انطا
 کا وقت قریب ہو رہا ہے تو اسی وقت میرے اور روزہ دار کے بیچ میں جس قدر
 پرورہ ہیں سب اٹھا دوں گا۔ موسیٰ اُسمانوں اور زمینوں، پھر تیرے بندے غرض کئی
 کائنات کے دلی میں ڈالتا ہوں کہ وہ رمضان کے روزہ دار کے لئے مجھ سے مغفرت
 کی دعا کرے۔

(۳) نوح علیہ السلام کے لئے فرمایا: "سَلَامٌ
 عَلٰی نُوْحٍ" (پ ۲۳۔ رکوع ۳۔ سورہ صافات)
 ترجمہ: نوح پر سلام ہو۔

جس کی وجہ سے کافروں پر نصرت کی گئی۔
 ابراہیم علیہ السلام کے لئے فرمایا: "سَلَامٌ
 عَلٰی اِبْرٰہِیْمَ" (پ ۲۳۔ رکوع ۳۔ سورہ صافات)
 ترجمہ: ابراہیم پر سلام ہو۔

موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے لئے

(۴) اسی طرح اور پیغمبروں پر سلام آتا رہا۔ کسی
 امت پر نہیں، اگر کسی امت پر سلام آتا رہا ہے تو اس
 امت پر۔ اور شاہد ہوا ہے کہ "سَلَامٌ وَتَقَرُّوْا حَتّٰی
 مَطْلَعِ الْفَجْرِ" (پ ۳۔ رکوع ۱۔ سورہ قدر) ترجمہ: او
 وہ شب سہرا یا سلام ہے وہ شب (اسی صفت و برکت
 کے ساتھ) طلوع فجر تک رہتی ہے۔

شب قدر میں ہر سال اللہ تعالیٰ اس امت کو سلام
 دے کر بھیجتا ہے۔

(بینبرون کی شان میں)

فَرَمَا "سَلَامٌ عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ"

(آپ - رکوع - سورہ طه - صفت)

ترجمہ: موسیٰ اور ہارون پر سلام ہو۔

جس کی وجہ دریا سے صحیح و سالم پار ہو گئے،
اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے معراج میں

فرمایا:-

السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَ

رَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ.

اے نبی آپ پر خدا سلامتی، رحمت اور برکتیں
نازل کرے۔

۴۔ تمام نبیوں کو سلام کی بدولت ایک

ایک چیز ملی۔

۴۔ اس رحمت کو بھی سلام کی بدولت ایک

چیز ملی۔ صاحبو! وہ کیا ہے نیچے: جب یہ امتی قیامت

میں دوزخ پر سے گزرے گا تو دوزخ چلائے گی۔

اے امتی تجھے خدا سلام بولی بھیجا ہے اب تو میرے

قابل نہ رہا۔ جلد مجھ پر سے گزر جا۔

جب آدم علیہ السلام کا پتلا بنایا گیا تو روح کو حکم ہوا کہ اس جسم کے اندر

چلی جا۔ روح رک گئی اور کہنے لگی کہ میں اس تاریک جگہ میں کس طرح

جاؤں بلکہ ہوا تو اندر آجاتی وہ جسم کو منور کر دوں گا۔

غرض روح خدا کے تعالیٰ کی آواز سنا اور اللہ تعالیٰ سے بات کرنے کے مزہ میں

بے خوف ہو کر جسم میں چلی گئی۔

حدیث

۵۔ اسی طرح ہر نیک مسلمان کی روح خدا کرتی

ہے ملک الموت تسک کر رہ جاتے ہیں تو خدا تعالیٰ

۵۔ انتقال کے وقت ہر نیک مسلمان

کرنے لگے اور ملک الموت کو روح نہیں لینے دیتے

(پیغمبروں کی شان میں)

(اس امت کی شان میں)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی نے فرمایا کہ ملک الموت یہ روح تمہاری اطاعت نہیں کرے گی، جنت سے ایک سیب لے جاؤ۔ اس میں سے مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بوائے گی، ملک الموت جنت سے سیب لائے۔ اس سیب کی بوسو گئے رکوع۔ سورہ فجر۔

ہی موسیٰ علیہ السلام نے بے خود ہو کر جان دیدی۔ ترجمہ: (اور جو اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار تھے انکو ارشاد ہوگا کہ) اے اطمینان والی روح (تو اپنے پروردگار کے جوار رحمت کی طرف چل)۔

اس آواز کو سنتے ہی بے خود ہو کر جسم سے نکل آتی ہے یہ بات سوچنے کی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی روح سیب سگھا کر نکالتے ہیں اور اس امت کی روح خود اپنی آواز سنا کر نکالتے ہیں۔ یہ کیوں؟ پیارے کی ہر چیز پیاری معلوم ہوتی ہے، جد ہر بادشاہ کا رخ دیکھتے ہیں سب ادھر ہو جاتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ کی یہ محبت اس امت کے ساتھ دیکھ کر ہر چیز اس امت سے محبت کرنے لگی ہے، پانچ نمازوں کے وقت جنت تڑپ کر کہتی ہے:-
 ”وَأَشْوَقًا إِلَى أُمَّةٍ تُحِبُّ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم“ ترجمہ: جنت نہایت شوق سے کہتی ہے کہ کیا کروں امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کب مجھ میں آئے گی۔

۶۔ ایک چیز عیسیٰ علیہ السلام کو دی گئی، پھر اس پر احسان جتنا ہے ”إِذْ قَالَ اللّٰہُ یَا عِیْسٰی ابْنِ مَرْیَمَ اذْکُرْ نِعْمَتِیْ عَلَیْکَ وَ عَلٰی وَاٰلِدِکَ اِذْ اٰیَّدْتُکَ بِرُوحِ الْقُدُسِ“ (پ۔ رکوع۔ سورہ مائدہ ۱۱۰) ۶۔ اس امت کو فرمایا ”وَ اٰیَّدْکَ بِرُوحِ الْقُدُسِ“ (پ۔ رکوع۔ سورہ مائدہ ۱۱۰) ان مسلمانوں کے قلوب اکو اپنے غیب کے فیض سے قوت دی ہے۔

(اس امت کی شان میں)

(پیغمبروں کی شان میں)
ترجمہ: حبيب اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیے اے عیسیٰ بن مریم
میرا انعام یاد کرو جو تم پر اور تمہاری والدہ پر ہوا ہے جبکہ
میں نے تم کو روح القدس سے تائید دی۔

(۷) تمام پیغمبروں پر جبریل علیہ السلام آئے
ہیں کسی امت پر نہیں۔

(۷) اس کے برخلاف اس امت پر تَنْزِيلُ
الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ (پٹا۔ رکوع۔ سورہ قدس)
ترجمہ: (اور شب قدر ایسی ہے کہ اس رات میں فرشتے
اور روح القدس (یعنی جبریل علیہ السلام) اپنے پیغمبروں
کے حکم سے زمین کی طرف اترتے ہیں۔

یعنی اس امت پر ہر سال جبریل علیہ السلام
اور ملائکہ آتے ہیں۔

(۸) امت عیسیٰ کو انزالِ مائدہ۔

(۸) اس امت کو اِنَّا نَزَّلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ
(پٹا۔ رکوع۔ سورہ قدر) ترجمہ: بے شک ہم نے قرآن
کو شب قدر میں اتارا ہے۔ یعنی انزالِ قرآن۔
اس مائدہ میں ہر طرح نعمت ہے، مائدہ محمدی میں
”وَلَا رَطْبٌ وَلَا يَاسٍ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ
مَّبِيْنٍ“ (پٹا۔ رکوع۔ سورہ انعام) ترجمہ:
اور نہ کوئی تر و خشک چیز گرتی ہے مگر یہ سب کتاب
روشن میں لکھی ہوئی ہیں۔

(۹) مائدہ عیسیٰ علیہ السلام سبب عذاب۔

(۹) مائدہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سبب رحمت
”وَنَزَّلْنَا مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَاۗءٌ وَرَحْمَةٌ
لِّلْمُؤْمِنِيْنَ“ (پٹا۔ رکوع۔ بنی اسرائیل)
ترجمہ: اور ہم قرآن میں ایسی چیزیں نازل کرتے ہیں
کہ وہ ایمان والوں کے حق میں شفاء اور رحمت ہے۔

صاحبو! سنو! ایک وہ امت تھی کہ پیغمبر سے مانگی تو کیا مانگی خوان کھانے کا۔ یا ایک میت ہے کچھ مانگتے ہی نہ تھے، یہ پیام بول بھیجتا ہے کہ ان کو میرا سلام پہنچاؤ اور یہ کہو کہ تمہارا محبوب تم سے شکایت کرتا ہے کہ کبھی تم ہم سے سوال نہیں کرتے حالانکہ تم میرے محبوب ہو، تمہارے خوش ہونے سے میں خوش ہوتا ہوں، تمہاری باتوں کا میں مشتاق ہوں، ہر وقت میں تم کو اس نظر سے دیکھتا ہوں جس طرح ماں اپنے پیارے بچہ کو دیکھتی ہے، امت نے جواب دیا کہ ہم اس واسطے سوال نہیں کیے کیونکہ غلام کو کن کن چیزوں کی ضرورت ہے وہ سب میاں کو معلوم ہے پھر غلاموں کو کہنے کی کیا ضرورت ہے، جب آپ خود فرماتے ہیں تو سوال کرتے ہیں کہ الہی ہماری آنکھوں کو دنیا اور اہل دنیا پر نظرت ڈالنے دے، ہمارے دل کو آخرت کے شغلوں کے لئے خالی کر دے اور اپنے لئے محقق کر دے نہ دنیا پر ہماری نظر ہو، نہ آخرت کا خیال ہو۔ سوائے تیرے ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہمارے دل میں اور کوئی نہ ہو، دیکھا آپ نے یہ کیا مانگتے ہیں اور وہ کیا۔ آخر خوان اترا، جب اس کے ساتھ بے ادبی کی گئی تو وہ خوان بند ہو گیا اور سب سور، بند رہتائے گئے، لیکن قرآن سے جو سور، بند رہتے تھے وہ انسان کامل ہو گئے۔ انوار الہی ہمیشہ چمکتے رہتے ہیں مگر علائق بشری ان انوار الہی کا دواغ بشری پر ظاہر نہیں ہونے دیتے۔ حجاب ہو جاتے ہیں، جب صبح سے شام تک نفس کے تینوں خواہشوں کو روکا۔ نماز، مراقبہ اور اعتکاف میں لگایا اس لئے روح پر عالم قدس کی تجلی ہوتی ہے۔

بادشاہوں کے پاس کا قاعدہ ہے کہ ایک روز ایسا ہوتا ہے کہ جس میں عنایات خسروانہ زیادہ ہوتے ہیں، انعامات بڑھتے ہیں، فرماں برداروں کے لئے ترقی درجات ہوتے ہیں، ایسا ہی بندہ کو اعتکاف، روزہ، تراویح کا بدلہ دینے کا وقت آگیا۔ اسی کا نام شب قدر یعنی روزہ داروں کی تراویح پڑھنے والوں کی قدر کی جانے کی رات ہے، وہ رات ہم مقرر نہیں کرتے، اس لئے کہ معشوق ملتا ہے تو بول کر نہیں ملتا۔

حکایت | ایلی پہلے مری۔ مجنوں کو اس کا علم ہوا ایلی کی قبر معلوم کرنا چاہا۔ لوگوں نے اسکے ہلاک ہونے کے خیال سے نہیں بتلایا۔ اس نے جا بجا کے قبروں کی مٹی سونگھ کر پتہ لگا ہی لیا

اور یہ شعر یاد بار پڑھتے پڑھتے آفریاد دیدی

آزاد واریختمو قبرها عن محبتھا و طیب تراب القبر دل علی القبر

ترجمہ: لوگوں نے یہ چاہا تھا ایسی کی قبر کو اس کے عاشق سے مخفی رکھیں لیکن اس کے قبر کی خاک کی خوشبو نے عاشق کو راستہ بتلا ہی دیا۔

وہ تو شخص تھا اور اتنی سی محبت تھی مگر کیا رنگ لائی۔ ایسا ہی شب قدر بھی ہم مقرر نہیں کرتے، اگر عشق ہے تو معنوں کی طرح پتہ لگاؤ۔ اگر سچا عاشق ہے تو ہم جو راتیں بتلاتے ہیں اس میں جاگے گا وصل کا مزہ لے گا۔ اور ناقص سو کر پچھتاوے گا وہ پانچ راتیں ہیں، ۲۱ رمضان ختم رمضان تک، وہ وصل کی رات ہے اس لئے ہجر کی ہزار راتوں سے افضل ہے **لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ** (پٹ۔ رکوع۔ سورہ قدر)

ترجمہ: شب قدر ہزار مہینے سے افضل ہے۔

اگلی امتوں کی ہزار رات کی عبادت سے اس امت کی اس ایک رات کی عبادت افضل ہے۔
حدیث ایک مزدور صبح سے ظہر تک اور دوسرا مزدور ظہر سے عصر تک کام کیا اور تیسرا مزدور عصر سے مغرب تک کام کیا۔ مثلاً پہلے مزدور کو ایک روپیہ مزدوری دی گئی، دوسرے مزدور کو بھی ایک روپیہ مزدوری دی گئی لیکن تیسرے مزدور کو دو روپے مزدوری دی گئی۔ تب پہلے اور دوسرے مزدور نے شکایت کی کہ کام بھی ہم سے زیادہ لئے اور مزدوری بھی کم دیئے لیکن تیسرے مزدور سے کام بھی کم لئے اور مزدوری بھی زیادہ دیئے تو مالک نے کہا کہ کیا تمہاری مزدوری میں کچھ کم کیا گیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ نہیں، تب مالک نے کہا کہ یہ میرا فضل ہے جس کو چاہا زیادہ دیا، تم کو کیوں شکایت ہے، ایسا ہی پہلے اور دوسرے مزدور یہود و نصاریٰ ہیں، تیسرے مزدور امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اس امت سے کام کم اور مزدوری زیادہ، یہ فضل ہے کسی کو شکایت کا حق نہیں، اسی واسطے اس امت کی ایک رات یعنی شب قدر کی عبادت اور امتوں کے ہزار رات کی عبادت سے افضل ہے، یا یوں سمجھیے کہ موسیٰ علیہ السلام کے وقت بل گاڑی، عیسیٰ علیہ السلام کے وقت گھوڑا، گاڑی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت ریل گاڑی، یا قدر کے معنی ہیں اندازہ، اس رات سال بھر کے سب کاموں کا اندازہ ہوتا ہے، یا قدر کے معنی تنگی کے ہیں، اس رات اس قدر فرشتے زمین پر آتے ہیں کہ زمین تنگ ہو جاتی ہے، یا قدر اس لئے کہ کتاب قابل قدر رسول قابل قدر کی معرفت اہل قابل قدر پر اتارا۔ اس لئے سورہ قدر میں **لَيْلَةُ الْقَدْرِ** کا لفظ تین وقت

آیا بچہ صابو! اسکو غفلت میں نہ کھوئیے، اس لئے کہ جس کو دربار کے روز بھی حضور می نصیب نہ ہوئی تو پھر اسکو کیا مل سکتا ہے جیسے آفتاب معین برج میں آگیا تو بارش ہوتی ہے، تمام جڑی بوٹیاں سرسبز ہو جاتی ہیں اور مختلف رنگ کے پھول کھلتے ہیں، ایسا ہی اس رات عالم بالا کو عالم سفلی کے ساتھ یہی کیفیت بہار کی پیدا ہوتی ہے: "تَنْزِيلُ الْمَلَكَةِ وَالرُّوحِ ذِي رُوحِ" سورہ قدر ترجمہ: یعنی روح الامین اور فرشتے اترتے ہیں۔ یعنی فوج ملائکہ کے ساتھ جبرئیل اترتے ہیں، ستر علم کعبہ پر نصب کرتے ہیں اور رحمت کا جھنڈا آسمان اور زمین کے بیچ میں منعقد کا جھنڈا قبر شریف پر حضرت کے کرم کا جھنڈا بیت المقدس پر رحمت کا جھنڈا کعبہ شریف پر آج کی رات جشن شایانہ ہوتا ہے، ملائکہ اس دن جوذا کر اور شب بیدار ہیں ان سے مصافحہ کرتے ہیں ایک وہ وقت تھا کہ یہ مٹی کا قطرہ تھا، خون کا لوتھڑا تھا، ماں باپ کو گھن آتی تھی پھر اس کو خوب صورت شکل دی، ماں کے پیٹ سے باہر آیا تو ماں باپ قرا بتدار اس پر شیدا ہوئے جب اس نے روزہ، نماز، تراویح، اعتکاف سے روحانیت میں ترقی کی تو آج عالم بالا کے لوگ بھی اپنی مناسبت سے اس کو دیکھنے آتے ہیں، "تَنْزِيلُ الْمَلَكَةِ وَرُوحِ" حضرت عیسیٰ کے اصحاب پر جبرئیل ایک بار اترے تھے، اس امت پر ہر سال، اس کی علامت یہ ہے کہ دل میں رقت، آنکھوں میں آنسو اور بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، یا روح سے مراد ارواح مومنین ہیں جو مومنین سے ملنے آتے ہیں، اچھے حال میں دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں، برے حال میں دیکھتے ہیں تو فرشتوں سے شرماتے ہیں، اور ان سے ناراض ہوتے ہیں، جس کا اثر سال بھر خسارت مال اور دیہوی مصائب کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے یا روح سے مراد یہ ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں یہ سب کیوں؟ سنو۔

موسیٰ علیہ السلام معراج میں کئی بار حضرت کو لٹائے، نام تو نماز کم کرنے کا تھا، حقیقت میں انعکاس انوار تجلی ذاتی کو دیکھنا تھا، اس رات خاص تجلی شب قدر کے جاگنے والوں پر ہوتی ہے، ہر رب ادھر سب۔ جب تجلی خدا ہو رہی ہے تو اس لئے جبرئیل بھی، ملائکہ بھی، ارواح مومنین بھی، اور روح مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی تشریف آوری ہو رہی ہے، رہا یہ کہ خدا تعالیٰ کیوں آتا ہے سنو، وہ روزہ داروں کو تسلی دینے کے لئے ہے۔

رنج کئے ماندوئے کہ ذوالمسئین ۱۱؎ گوید چونی تو اے رنجور من
ترجمہ: احسان کرنے والا (یعنی اللہ تعالیٰ) جب فرمائے کہ اے میرے غم میں رہتے والے تو کیسا ہے اللہ تعالیٰ
کا یہ جملہ سننے کے بعد غمگین کا غم کیسے باقی رہے گا۔
پہلے اور دوسرے دہے میں روزہ وغیرہ سے ضعف ہوگا اور آخر دہے میں ہمت پست ہوتی
ہے اس لئے ہمت بڑھانے کے لئے شب قدر مقرر ہوئی۔ اس میں تجلی خاص فرمایا تاکہ ہمت بڑھے اور
رمضان شریف کی تکمیل کر سکیں۔

اب جمعة الوداع کے بارے میں سنئے:-

جمعة الوداع | صاحبو! ارشاد باری ہو رہا ہے "ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ
ظَلَمٌ وَّلَا نَصَبٌ وَلَا مَخْصَنَةٌ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَلَا يَطْوُونَ مَوْطِئًا يَغِيظَ الْكُفَّارَ
وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كَتَبَ لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ طَاٰنَ اللّٰهُ لَا يُضِيْعُ
اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (پک۔ رکوع ۱۱۔ سورہ توبہ)

ترجمہ: (اور) یہ (ساتھ جانے کا ضروری ہونا) اس سبب سے ہے کہ انکو (یعنی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ جانے والوں کو) اللہ کی راہ میں جو پیاس لگی اور جو ماندگی پہنچی اور جو بھوک لگی
اور جو چلنا چلے جو کفار کے لئے موجب غضب ہوا، اور دشمنوں کی جو کچھ خیر لی ان سب پر ان کے
نام ایک ایک نیک کام لکھا گیا (اگر یہ ساتھ جاتے تو ان کے نام بھی لکھے جاتے) یقیناً اللہ تعالیٰ مخلصین
کا اجر ضائع نہیں کرتے۔

منو صاحبو! ایک شخص بدتمیز، بدسلیقہ اور بے ادب ہے، نجاست سے آلودہ ہے اس نے
نہ تو غسل کیا اور نہ کپڑے تبدیل کیا، بدن سے بدبو آ رہی ہے، ہرچند اس سے کہا گیا کہ میاں غسل کرو
کپڑے بدلو، مگر اس بھلے آدمی نے ایک نہ سنی۔ بھوت سا بنا ہوا ہے، پھر طفت یہ ہے کہ بادشاہ کی
حضوری میں جانا بھی چاہتا ہے لیکن بادشاہ کو اس سے محبت ہے اور اس کو خبر بھی نہیں کہ بادشاہ
کو اس سے محبت ہے اگر خبر ہوتی تو اس نجس حالت کے ساتھ بادشاہ کے حضور میں جانے کا
ارادہ نہ کرتا۔

صاحبو! آپ نے بادشاہوں کے مصاحبوں کو دیکھا ہوگا کہ کس کس طرح سے صفائی کا

انتظام کرتے ہیں تاکہ ان کی کوئی بات بادشاہ کی مرضی کے خلاف نہ ہو۔ بادشاہ تو بادشاہ اگر کسی معمولی عورت سے محبت ہو جائے تو آئینہ دلہا لکھی کی باقی رہنے لگتی ہے۔ سنت کی جانی ہے اور شیردانی دیکھی جاتی ہے یہ کیوں؟ یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ شخص یہ دیکھتا ہے کہ میں مجھ میں ایسی کوئی بات تو نہیں ہے کہ جو میری عیوب کی مرضی کے خلاف ہو۔

غرض ایسی حالت سے آنے والے کے لئے توجہ دلایا جاتا ہے تاکہ وہ بادشاہ کے اس سے محبت ہے، اس لئے بادشاہ نے یہ حکم دیا کہ اسکو حمام میں لے جاؤ اور یہ دیکھو کہ وہاں شادی بول بچ میں انھوں نے اسکو خوب مل کر نہلانا شروع کیا۔ ان حضرت نے دیکھا کہ یہ بڑے عورتوں کے لئے اور بڑا شروع کیا کہ ہائے میں مرا، ہائے میں جلا۔ مگر شاہی رگ اس کو نہ سنے۔ اس لئے کہ مجھے میں یہ بولنا کہ نادان اگر ہم نے ذرا کی کی تو یہ میلا کچھ لارہ جائے گا اور دربار کے لائق نہ رہے گا۔ یہ بھی اگر ذرا شادی لوگوں کی نہ سنے تو کسی کا کیا بگڑے گا۔ یہ شخص خود دربار سے محروم رہنے کا۔

ایسا ہی انسان بڑا بدتمیز ہے، بے ادب ہے، گناہوں کی فراست سے آواز نہ دے نہ توبہ کا غسل کیا، نہ نیک اعمال کے کپڑے بدلے، گناہوں کی بدبو آ رہی ہے، ہر چہ بٹھانے والے بد رہنے میں رہ جاتی توبہ کرو کچھ نیک کام کرو، مگر یہاں سنتا کون ہے لیکن خدا کے لئے تو اس سے بہت ہے، اس کو بھی خدا سے محبت ہوتی تو ہر وقت خود کو دیکھتا رہتا کہ کونسی بات مجھ میں خدا کی مرضی کے خلاف ہے اس حالت سے آنے والے کے لئے تو دوزخ کا حکم ہوتا تھا لیکن چونکہ خدا نے تعالیٰ کو انسان سے بے مد محبت ہے۔ اس لئے حکم دیا کہ اس کو تقویٰ کے حمام میں لیجا کر گناہوں سے پاک کرو وہاں پیغمبر جو شاہی لوگوں کے مثل ہیں خوب مل کر نہلانے لگے یعنی جتنے خدا کے احکام ہیں وہ روح کے غسل میں اب یہ لگے نخرے کرنے کہ ہائے گرمیوں کے روزے، ہائے پاڑے کی نماز وغیرہ۔ انسان چلتا ہی رہے مگر پیغمبر کب سنتے گناہوں کے نجات سے پاک ہونے کا انتظام فرمادیے۔ اس پر بھی اگر کوئی پیغمبر کا کہنا نہ سنے، ان کی اطاعت نہ کرے تو کسی کا اس میں کیا نقصان ہے وہ خود جنت سے محروم رہے گا اور جو سمجھ گیا گناہوں سے توبہ کا غسل کر کے پاک ہو گیا اور تقویٰ کا لباس پہن لیا، وہ خدا کے تعالیٰ کے دربار کے لائق ہوا اور جنت اس کا ٹھکانا ہے۔

کسی وقت یا کسی شب یا کسی ماہ کے بابرکت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی جلالت

میں سے کوئی تجلی اس وقت یا اس شب یا اس ماہ پر کرتا ہے تو اس وقت گناہ بہت دھستے ہیں جیسے مکان پر تجلی ہو جیسے کعبہ اس پر خدا نے تجلی کی تو وہ تبرک ہو گیا، ایسا ہی زمانہ پر تجلی کی جیسے رمضان تو وہ تبرک ہے۔

صاحبو! ایک مثال سنو! ایک شخص صابون لگا کر نہایا اور دوسرا یوں ہی بنی صابون کے نہایا تو ضرور صابون لگانے والا جلد اور بہت میل سے پاک ہو گا اور بے صابون والے کو پاک ہونے میں بہت دیر لگے گی۔

اسی طرح رمضان میں توبہ کر کے نیک اعمال کرنے والا جلد اور بہت سے گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ اسکے برخلاف دوسرے دنوں میں توبہ اور نیک اعمال کیا تو ان دنوں میں ایسا جلد اور بہت سے گناہوں سے پاک نہیں ہوتا۔

اس لئے مسلمانو! رمضان کو غنیمت جانو جن کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں وہ رمضان مبارک کے برکات کو کھلی آنکھ سے دیکھتے ہیں جو غافل ہیں ان کو یہ مہینہ اور دوسرے مہینے دونوں یکساں ہیں۔

صاحبو! رمضان آیا اور اپنے برکات و انوار کی بارش برنایا اور رخصت ہو رہا ہے ہائے غافلوں کو کچھ خبر بھی نہ ہوئی، ان لوگوں کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص کسی مکان میں کمرہ اندر سے بند کر کے بیٹھا ہو اور باہر یہ حالت ہے کہ ابراہیمؑ ٹھنڈی ہوائیں چلیں اور بارش ہوئی، لوگ خوش ہوئے اور چلا گیا، اور آسمان صاف ہو گیا۔ یہ حضرت مکان کے اندر ہی رہے ان کو کچھ بھی خبر نہ ہوئی کہ باہر کیا ہے کیا ہو گیا۔

شاید خوشی ہوتی ہے تو ہر قیدی کو شش کرتا ہے کہ چھوٹ جائے اور رہائی ہو، رمضان المبارک کا مہینہ ہے، خدائے تعالیٰ کا عام فضل ہو رہا ہے، قیدی چھوٹ رہے ہیں مسلمانو! تم پر بھی تو تعزیراتِ آخرت کے بہت سے دفعہ لگ چکے ہیں، تم بھی تو قیدی ہو، تم کو بھی رہائی کی کوشش کرنی چاہیے۔ اب تک کچھ نہ کئے ہو تو اب بھی جو کچھ ہے غنیمت جانو۔ ان دو دنوں میں تو بھی کچھ کر لو، دیکھو رمضان چلے اور آج جمعہ الوداع ہے مگر یہ وقت بہت مشکل کا ہے، چاروں طرف فتنے ہی فتنے ہیں۔

صاحبو! آپ کیا سمجھ رہے ہیں آپ کے اطراف گراہیوں کا جال پھیلا ہوا ہے، آپ کے اطراف شیطانوں کا ہجوم ہے، شیاطین الجن علیحدہ ہجوم کئے ہوئے ہیں۔ شیاطین الانس

عالمہ گھرے ہوئے ہیں، کام کرنے والوں کو کام سے چھڑا رہے ہیں، سب سے بڑا جال حب دنیا کا پھیلا ہوا ہے، اسکی طرف بلانے والے الگ بلا رہے ہیں، اسی واسطے مولانا فرماتے ہیں کہ
 صد ہزاران دام و دانہ است اے خدا : باجوہ مرغانِ حریص جیلے نوا
 ترجمہ : اے خدا دانہ پڑا ہوا ہے اور اس پر سینکڑوں جان بچھے ہوئے ہیں، میں حریص پرندوں کی طرح ہو
 میرمائی ہر دے مارا و با تر یہ سوکے داسے می رویم اسے بے نیاز
 ترجمہ : اگرچہ ہر وقت دام سے چٹکارا یا پارہا ہوں، بیچ رہا ہوں اے بے نیاز، پھر بھی میں جال کی طرف
 چلا جا رہا ہوں۔

اے خدا! تو ہم کو نجات دیتا جاتا ہے مگر ہم اور بھینستے ہی جاتے ہیں، ہم بار بار گرتے ہیں اور اُپ
 سنبھالتے جاتے ہیں۔ ہماری مثال اس غلام کی سی ہے جس کے بہت سے مالک ہوں، ایک حکم دیتا ہے کہ
 پانی پلاؤ، دوسرا حکم دیتا ہے کہ لیٹ جاؤ، اور تیسرا حکم دیتا ہے کہ نہیں بیٹھ جاؤ، دس آقا ہیں اور دس احکام ہیں۔
 خدا کہتا ہے کہ نماز پڑھو، یہ اٹھتا ہے، ساتھ والے کہتے ہیں کہ بڑے نمازی لکے بیٹھ میاں۔
 خدا کہتا ہے کہ روزہ رکھو۔
 ساتھ والے روکتے ہیں۔

اب یہ اس کوشش میں ہے کہ اس سے سب خوش رہیں۔ اس شخص کی مثال ایسی ہے :
حکایت ایک ہرولعزیز صاحب تھے، ہر ایک کی دلجوئی کیا کرتے تھے، یہ ایک مرتبہ ایک ندی کے کنارہ
 پر پہنچے دیکھا کہ ایک شخص اس کنارہ پر بیٹھا ہوا ہے اور اس پار جانا چاہتا ہے اور ایک شخص دوسرے
 کنارے پر بیٹھا ہے وہ اس طرف آنا چاہتا ہے، یہ ہرولعزیز صاحب اس قریب والے کو کندھے پر بٹھا کر چلے
 جب بیچ ندی میں پہنچے تو خیال آیا کہ اگر اس کو کنارہ پر پہنچاؤں تو دوسرا آندردہ ہوگا اور خیال کئے کہ
 دوسرے کو بھی یہاں تک لانا چاہیے، یہ خیال آتے ہی کندھے والے شخص کو بیچ ندی میں ٹپک دیئے اور
 دوسرے کو لانے کے لئے گئے۔ جب بیچ میں اس دوسرے شخص کو لانے تو پہلا شخص ڈوبتا ہوا دکھائی دیا
 تو یہ اس دوسرے شخص کو ٹپک کر اس کو سنبھالنے کے لئے چلے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ ڈوب چکا ہے پھر
 اس دوسرے کی خبر لینے کے لئے آئے تو اس کا بھی خاتمہ ہو چکا تھا۔

یاد رکھیے یہی طرز ہم بھی اختیار کر رہے ہیں مگر اس کا بھی خیال رکھیے کہ خدا کو راضی کئے تو مخلوق

یکڑتی ہے اور اگر مخلوق کو نہائیں تو خدا تاراض ہو جاتا ہے، اب آپ کو اختیار ہے جس کو چاہو بگاڑو اور جس کو چاہو سناو۔

بعض امور خیر کے ہوتے ہیں، شیطان بگاڑتا ہے کہ جو کام بڑے بڑے کرنے کے ہیں وہ تو تم سے ہونے نہیں سکتے اسکو کیا کرتے ہو۔ اسی طرح کتنا ہے کہ جو بڑے بڑے گناہ ہیں وہ تو چھوٹے ہی نہیں ہیں، اس کو چھوڑ کر کیا متقی بنو گے، یاد رکھو یہی شیطان کا دھوکہ ہے، کسی نیک کام کو حقیر مت سمجھو بلکہ جب توفیق ہو جائے فوراً اس پر عمل کرو، اسی طرح کسی بڑے کام کو کم نہ سمجھو، اس سے بچتے رہو۔

احقرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اے عائشہ! کسی خیر کو حقیر نہ جانو، خدا کے پاس اسکی جزا ہے اور نہ کسی شر کو حقیر جانو، خدا کے پاس اسکی سزا مقرر ہے۔

حدیث

بعض لوگوں کو اسی خیر پر نجات ہو گئی ہے کہ گمان بھی نہ تھا۔

ایک فاحشہ جنگل میں جا رہی تھی دیکھا کہ ایک کتا پیاسا مر رہا ہے اسکو رحم آیا، کنویں پر اس کو پانی پلانے کے لئے گئی دیکھا تو وہاں ڈول رستی کچھ نہ تھا، اس نے اپنا چرمی موزہ اتارا، اور اوڑھنی میں باندھ کر پانی نکال کر اس کتے کو پلایا اور اس میں جان آئی۔ اللہ تعالیٰ کو اس کا یہ کام بہت پسند آیا، اور اس کی وجہ سے اس کو بخش دیا۔

حدیث

بعض کی نجات راستہ سے کاٹنا ہٹا دینے کی وجہ سے ہو گئی ہے، اس لئے کسی نیکی خیر کو حقیر نہ جاننا چاہئے

احقرت شاہ عبدالرحیم دہلویؒ کو ایک مرتبہ بادشاہ نے طلب کیا، آپ نہاد ہو کر عمدہ کپڑے بدل کر شاہی دربار میں چلے جا رہے تھے، راستہ میں آپ نے دیکھا کہ ایک تالی ہے اور اس میں کتے کا ایک بچہ بیٹھا ہوا تھا اور اس میں سے نکل نہیں سکتا تھا، حضرت کے ساتھ ایک فادم تھا اپنے حکم دیا کہ اسکو نکالو۔ بزرگوں نے ذرا ذرا سی نیکیوں کو بھی ضروری سمجھ کر کیا ہے کہ شاید اسی سے نجات ہو جائے ہمدردی یہ ہے جو ان بزرگوں میں تھی آج کل ہمہ دردی رہ گئی ہے۔

حکایت

بھوپالی کے مدارالمہام کی حکایت سنی جاتی ہے کہ انکے یہاں ایک تقریب میں بڑے بڑے لوگ جمع ہوئے، عین کھانے کے وقت ایک مہتر نے کہا کہ مجھ کو مسلمان کرو، مدارالمہام صاحب نے فوراً سب کام چھوڑ کر اسکو کلمہ پڑھایا، پکڑے تبدیل کرائے اور حکم دیا کہ اس کو بھی کھانے پر بٹھایا جائے وہ بیچاؤ پرانے خیال کے سیدھے سادھے دین دار تھے، خود پر سب کو قیاس کیا اور سمجھا کہ دوسرے لوگ بھی میری

حکایت

طرح اسکے ساتھ معاملہ کریں گے لیکن انھوں نے دیکھا کہ لوگ اس سے ناک منہ پڑھانے لگے، کوئی اس نو مسلم کو اپنے پاس جگہ نہ دیتا تھا۔ تب انھوں نے کہا کہ تم لوگ اس قابل نہیں ہو کہ ایسے شخص کے ساتھ کھانا کھاؤ کہ جو بالکل بے گناہ ہے اور ایسا پاک و صاف ہوا ہے جیسے آج بلی کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے یہ برکت میں حاصل کروں گا اور میں اسکو اپنے ساتھ کھانا کھلاؤں گا اور اپنے ساتھ لے کر کھانا کھائے یہ ہے ہمدردی یہ ہے ذرا سی نیکی کو بھی ترک نہ کرنا۔

غرض شاہ صاحب نے حکم دیا کہ اس کتے کے بچے کو اٹھاؤ، وہ خادم تھے ذرا چلنے پھرنے، انکے چہرہ سے معلوم ہوا کہ انکو ناگوار معلوم ہو رہا ہے، فوراً آستین پھڑکا کر اس کو خود ہاتھ سے لکائے، جامی کے پاس لے جا کر اجرت دیکر اس کو گرم پانی سے غسل دیا، وہ چاڑے سے اکر رہا تھا، اسکی جان میں جان آئی، محلہ میں کسی کو کہہ کر انتظام کروائے کہ یہ اچھا ہونے تک کھانے کا انتظام رکھو۔

اسکے بعد ایک مرتبہ شاہ صاحب ایسے موقع پر تشریف لے جا رہے تھے کہ ادھر ادھر دونوں طرف کیچڑ تھا اور بیچ میں پگڈنڈی تھی جس پر شکل سے ایک آدمی چل سکتا تھا آپ نے دیکھا کہ سامنے سے ایک کتا چلا آ رہا ہے، جب چلتے چلتے آتنا سامنا ہوا، تب یہ منتظر تھے کہ کتا نیچے اترے تو میں آگے چلوں اور کتا منتظر تھا کہ یہ نیچے اتریں تو میں چلوں، جب اس انتظار میں دیر ہو گئی تو شاہ صاحب نے کتے سے کہا کہ تو نیچے اتر۔ یہ سن کر کتا گویا ہوا کہ افسوس فقیری کا دعویٰ اور یہ حالت، اور کہا کہ:-

گذشتہ زمانہ میں یقروں میں ایثار تھا اب اختیار ہے یعنی اپنے نفس کو دوسروں پر ترجیح دیتے ہیں شاہ صاحب فرماتے تہمت نہ لگایہ وجہ نہیں ہے جو تو کہتا ہے بلکہ میں مکلف ہوں تو مکلف نہیں ہے اگر میں اتر دوں گا تو کپڑے بکس ہوں گے۔ بخیر دھوئے نماز کیسے پڑھوں گا اور اگر تو اترے تو سوکھ کر رہنا ہو جائے گا۔ کتے نے کہا یہ ٹھیک ہے لیکن تم اترے تو صرف ظاہری نجاست میں آلودہ ہوں گے جو ایک لٹا پانی سے دھل سکتی ہے اور اگر میں اتر گیا تو تم کو یہ خیال ضرور پیدا ہوگا کہ میں اس کتے سے افضل ہوں یہ وہ گندگی ہے جو سات دریاؤں کے پانی سے دور نہ ہوگی، اب اختیار ہے کہ آپ جس نجاست کو چاہیں اختیار کریں۔ شاہ صاحب پر ایک حالت طاری ہوئی فوراً اتر پڑے، کتا نکل گیا۔

اسکے بعد الہام ہوا کہ یہ علم جو آج تجھ کو دیا گیا ہے کبھی میسر نہ ہوا تھا۔ خیر ہے اسکی وجہ کیا ہے تم نے اس کتے کے بنی نوع پر ایک مرتبہ احسان کیا تھا۔ ہم نے نہ چاہا کہ تمہارا احسان پس پر

اس لئے ہم نے اسکے ایک بھائی سے تم کو اس کا بدلہ دلوادیا۔ اس سے شاہ صاحب پر اور زیادہ رقت طاری ہوئی۔ بہر حال حضرات اہل اللہ ذرا سی نیکی سے کبھی نہیں چوکتے۔
غرض کسی نیکی کو بھی حقیر نہ سمجھو۔

غرض روزہ دار میزان کے پاس ہیں، فکر ہے کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے حکم ہوگا نیکیوں کے پلڑے میں وہ جو سحری کو کھانا کھائے ہیں وہ بھی لا کر ڈالو، سحری کا کھانا بھی ان کی نیکی ہے۔
غرض چھوٹے سے چھوٹے غفل کو حقیر نہ سمجھو اور بڑے سے بڑے عمل پر ناز مت کرو کہ ہم وہ ہیں کہ روزہ رہے، تراویح پڑھے، راتوں کو جاگے، یہ کئے وہ کئے وغیرہ، تو ناز کس بات کا ہے، اگر ایک بیمار شخص دعا پی کر فخر کرنے لگے کہ دیکھو میں ایسا شخص ہوں کہ میں آج کو میں پیاموں، لوگ کہیں گے احمق پہلے اپنی عقل کا علاج کر تو ناز کس پر کرتا ہے، دوا کی تو کچھ تیرا نفع ہوگا احسان کس پر جتلاتا ہے، اسی طرح اگر آپ روزہ رہے، نماز پڑھے، دل بیمار تھا تو اس کا علاج کئے، اس سے دوسروں کو کیا فائدہ۔
خیر یہ تو واضح بات ہے مگر نیکیوں کے متعلق ایک بہت چھپی ہوئی غلطی کو عرض کرتا ہوں ذرا غور سے سنئے:-

آپ اپنے کو ایسا برا سمجھتے ہونگے کہ جو کچھ نیکی کرتے ہیں اس کو نیکی ہی نہیں سمجھتے مثلاً کہتے ہیں کہ ہماری کیا نماز، اور کیا روزہ وغیرہ۔ اسکو تو اصح سمجھتے ہیں، یہ آپ کا خیال ہوگا یہ تو اچھا ہے، پھر بُرا کیا ہے سنئے:-

دوستو! یہاں گنگا، جمنا مل کر ملتے ہیں، طاعت، سعیت ساتھ ساتھ ہیں، سوچ سمجھ کر قدم رکھیے، اس تو اصح پر ایک حکایت یاد آئی:-

حکایت ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ ریل میں بیٹھا ہوا تھا اتنے میں چند نو تعلیم یافتہ حضرات بھی آئے اور بہت دیر تک کچھ علمی گفتگو کرتے رہے، اتنے میں ایک غیر مسلم بھی وہاں آگیا وہ کوئی عمدہ دانا معلوم ہوتا تھا۔ یہ نوجوان آپس میں شعر پڑھ رہے تھے، اس بے چارہ غیر مسلم کی شائستگی میں نے کہا یہ شعر ذرا پھر تو پڑھیے۔ ان لوگوں نے اس کا مذاق اڑانا شروع کیا، شاید آج کل کی تہذیب میں یہ بھی ہے ایک نے کہا کیوں صاحب آپ شاعر ہیں، اس نے کہا نہیں، دوسرے نے کہا اعادہ شعر کرو، اس نے بھی پڑھ دیا، تیسرے نے کہا اس نے آپ ضرور شاعر ہیں، تیسرے نے کہا کہ یہ

صرف آپ کی تواضع ہے، چوتھے نے کہا کہ ان کا تخلص مسکین ہے۔ یہ شعر آپ ہی کا معلوم ہوتا ہے۔

مسکین خراگر چہ بے تمیز است ؛ چوں بارہی بد عزیز است

ترجمہ: مسکین کا گدھا بد تمیز ہے، چونکہ وہ بوجھ اٹھاتا ہے اس لئے پسندیدہ ہے۔

اس کے بعد انھوں نے کھانا نکالا اور غیر مسلم سے کہا کہ آکے جناب آپ بھی کچھ گوہ، موت کھائے

دوسرے نے کہا ہائیں! کھانے کی بے ادبی کرتے ہو، اس نے جواب دیا بے ادبی نہیں تواضع ہے، اپنے کھانے کو کھانا کہنا تکبر ہے، میں تو تواضع سے گوہ، موت کہہ رہا ہوں۔

جیسے ان لوگوں کی تواضع تھی لوگ اسی طرح کی تواضع کرتے ہیں کہ ہماری کیا نماز، کیا روزہ وغیرہ

سنئے اخلاق حسنہ جو ہیں وہ وسط درمیانی پال ہیں ادھر تکبر ہے ادھر تواضع میں بڑھ گئے تو کفرانِ نعمت ہے، ناشکری ہے۔

یہ شیطان کا ہتکنڈہ ہے اس طرح نیکیوں کا اثر دل سے دور کرتے کرتے نیکیاں پھڑکتا ہے۔

حکایت ایک شخص ذکر بہت کیا کرتا تھا، ایک روز شیطان نے اسکو بہکایا، تو تنہا دلوں سے اللہ

اللہ کرتا ہے، اس سے کیا نفع ہے، اس نے اس روز سے ذکر چھوڑ دیا، اس کے خواب میں اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو بھیجا اور کہا کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ آج تو نے ہمارا ذکر کیوں کیا انھوں نے کہا حضرت اتنے دنوں سے ذکر کرتا ہوں ادھر سے نہ پیام ہے نہ جواب۔

گفت اے اللہ تو بلیک ماست ؛ دیں نیاز و سوز و دردت بلیک ماست

ترجمہ: تو نے جب اللہ کہا تو اس کا جواب یہ ہے، یہی تیری عاجزی، تیرا اللہ کے عشق میں جلنا یہ ہمارا جواب ہے

تیرا اللہ اللہ کہنا ہی ہمارا جواب ہے اسکی مثال ایسی ہے کہ اگر تمہارے پاس آکر اگر کوئی تمہاری مدد

کرنے لگے اور تمہارا نام لینے لگے تو اگر تم اس سے راضی ہو گے تو اسکو منع نہ کرو گے اور دوسرے دقت بھی اسکو

اپنے پاس آنے کی دعوت دو گے اگر ناراض ہو گے تو فوراً نوکر کو کہو گے کہ اسکو نکال دو، اسی طرح سمجھئے کہ خدا

کے دربار میں حاضر ہونا بغیر توفیق حق اور بغیر رضا مندی نہیں۔ پس تم کو جو توفیق باریا حاضر کی اور نام

لینے کی دیتے ہیں، یہ دلیل ہے اسکی کہ تم مقبول ہو، اور تمہارا عمل مقبول ہے، اگر مردود ہوتے تو ہرگز دوبارہ

توفیق ماضی کی نہ ہوتی، جس کو چاہتے ہیں ہدایت فرماتے ہیں، بغیر ان کی عنایت کے کچھ نہیں ہوتا دوبارہ

جو نام لیتے ہو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ پہلا لیا ہوا نام مقبول ہے، برابر کام کئے جاؤ، اپنی دھن میں

لگے رہو۔ تو نماز، روزہ میں دو حیثیتیں ہیں: دا، ایک ہمارا اعلیٰ ہے اس لحاظ سے تو کوئی شے نہیں ہے (۲) دوسرے یعنی جس اعتبار سے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق ہونے کی وجہ سے ہوا ہے بڑی بھاری نعمت ہے اور قابل شکر ہے اس لئے کوئی پوچھے کہ کیا روزہ رہے تھے تو یہ مت کہو کہ اجی میرا کیا روزہ بلکہ یوں کہو کہ میں کیا چیزوں بلکہ اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اس کا شکر ہے (اس میں عجب بھی نہیں ہے اور خدا کی نعمت کا شکر بھی ادا ہو گا۔

ن صاحبو! اب توفیق کے بارے میں سنو، ارشاد باری ہو رہا ہے:-
توفیق کا بیانا مَن جَاءَنَا بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرًا مِّثْلَهَا (پ۔ رکوع ۲۔ سورہ انعام)
 ترجمہ: جو شخص نیک کام کرے گا تو اسکو دس حصے (ملیں گے)۔

مسئلہ اول: اگر تم نے ایک نیکی کی تو کیا ہوا تم وہ ایک نیکی کرنے کے پہلے میں تمہارا ساتھ دش نیکیاں کر چکا ہوں جب کہیں تم کو ایک نیکی کرنے کا موقع ملا ورنہ تم سے وہ ایک نیکی بھی نہیں ہو سکتی تھی ہر نیکی کو ایسا ہی سمجھو، مثال کے طور پر عرض ہے کہ روزہ دار و رمضان میں تم نے روزہ رکھا، تم سے ایک نیکی ہوئی مگر تمہارے لئے دس نیکیاں پہلے ہی طے ہو چکی ہیں جس کی وجہ سے تم رمضان میں روزہ رکھ کے سنو! عدم سے میں نے تم کو وجود میں لایا، ورنہ عدم میں تم کیسے روزہ رکھتے، پھر تم کو باقی رکھا اگر ساتھ والوں کی طرح مر جاتے تو پھر کیسے روزہ رکھتے اور مردوں کی طرح روزوں کے لئے ترستے مگر روزہ نہ رکھ سکتے تھے تو ہمارا ایک احسان یہ ہوا۔ دوسرا احسان یہ ہوا کہ اگر تم کو موجود تو کرتے مگر گدھا، بیل وغیرہ بناتے تو بتلاؤ کیسے روزہ رکھتے یہ ہمارا دوسرا احسان ہے کہ ہم نے تم کو انسان بنایا جس کی وجہ سے تم روزہ رکھ سکے۔ تیسرا احسان یہ ہوا کہ ہم تمہاری پرورش اور نگرانی اس طرح کئے کہ تمہارے قوی روزہ رکھنے کے قابل رہے۔ اگر بالکل ناتواں بنا دیتے تو پھر تم کیسے روزہ رکھتے۔ پانچواں احسان یہ ہوا کہ دن کو نورانی رزق اور رات کو جسانی رزق پہنچاتے رہے، ورنہ روزہ رکھنا تم کو بہت مشکل ہوتا۔ یہ سب کچھ ہوتا مگر تم کو یہ کیسے معلوم ہوتا کہ بارہ مہینوں میں رمضان خیر و برکات کا مہینہ ہے اس میں اس طرح روزہ رہنا چاہیے، پھر اس سے یہ درجہ ملنے والے ہیں۔ یہ ہمارا چھٹا احسان یہ ہے کہ ہم نے تمہارے واسطے اپنے پیغمبر بھیجے، کتابیں اتاریں، جس سے تم کو سب کچھ معلوم ہو گیا، ورنہ تم کیا کرتے پیغمبر بھی آتے اور کتاب بھی آتی مگر بات گول مول رہ جاتی تو تم کیا کرتے یہ ہمارا ساتواں احسان ہے کہ تمہارے لئے

ہر چیز کو صاف صاف بیان کیا کہ افطار کرو، سحر کھاؤ، اس کے اوقات مقرر کیے وغیرہ سب کچھ ہوتا
مگر تمہارے اور بھائیوں کی طرح تو فقیہ نہ ہوتی تو تم بھی منہ میں سگریٹ لیے رمضان کی بے حرمتی کرتے
پھرتے یہ ہمارا آٹھواں احسان ہے کہ ہم نے تم کو روزہ رکھنے کی توفیق دی، روزہ رکھ کر تمہاری نیت
دکھاوے، ریا وغیرہ کی ہوتی یا اور کوئی گناہ کرتے جس سے روزہ تمہارا ناقص ہوتا یہ میرا آٹھواں
احسان ہے تمہاری نیت میں اخلاص دیا، تمہارے روزہ کو گناہوں سے بچایا کہ خود بخود خیال
آتا تھا کہ روزہ ہیں کیا گناہ کریں۔

سب ہو کر تم ہمارے قابل کیا روزہ رکھتے۔ سچ ہے جب توفیق ہوتی ہے تو عجب کام بنتے ہیں
حضرت سیدنا امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت ہے، ایک قلعہ کے فتح
حکایت کے لیے فوجیں گئی ہوئی ہیں، اس فوج کے سپہ سالار حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
ہیں وہاں کے بادشاہ کی ایک رط کی تھی، جب اس قلعہ کا محاصرہ ہوا تو ایک روز اس شہزادی نے
شکر اسلام کی طرف دیکھا تو اس میں اسکی نظر ایک عرب نوجوان پر پڑی جو خوبصورت اور بہادر تھا
اور ادب و شجاعت دے رہا تھا، اس شہزادی نے آپس میں شروع کیا، سہیلیوں نے پوچھا کہ یہ
آہیں بھرنے کا کیا موقع ہے، شہزادی نے کہا یہ قلعہ اسی نوجوان کے ہاتھوں فتح ہو جائے گا۔
سہیلیوں نے دریافت کیا کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا، شہزادی نے کہا کہ عنقریب تم کو بھی معلوم ہو جائیگا
شہزادی نے کسی قاصد کو اس جوان کے پاس بھیجا اور کہلاوایا کہ کچھ ایسا کرو کہ میں تمہاری
ہو جاؤں اور تم میرے، اس نوجوان نے کہا کہ ہاں ایسا ہو تو سکتا ہے مگر اس کی ایک شرط ہے کہ باہر
کا قلعہ میرے حوالہ کر دو، اور اندر کا قلعہ اللہ کے حوالہ، پھر شہزادی نے کہلا بھیجا کہ باہر کے قلعہ کا مفہم
تو سمجھ میں آیا، اندر کے قلعہ کا مفہم سمجھ میں نہیں آیا، تو اس نوجوان نے کہا کہ اندر کا قلعہ دل ہے
اسکو اللہ کے لئے کھول دو، تاکہ خدا کے توحید کی فوج اس میں آجائے، جیسے اس قلعہ میں ہماری فوج
داخل ہوگی اس نے حکم دیا کہ قلعہ کھول دو، تب مسلمانوں کی فوج اس میں آگئی، جب وہ نوجوان سامنے
آیا تو کہا کہ اس قلعہ کو میں نے تمہارے لئے کھول دیا۔ اس جوان نے تب اسلام پیش کیا تو کہا کہ میں
اپنے قوم کی شہزادی ہوں، شاید نہ ہمت رکھتی ہوں، تمہاری فوج میں جو سب سے بڑا ہو، اسکے
پاس لے چلو اسکے ہاتھ پر مسلمان ہونگی اور دریافت کیا کہ وہ کون ہیں، نوجوان نے کہا کہ ہمارے

سالار امیر المومنین کے فرزند عبداللہ ہیں، وہاں جا کر اس نے دریافت کیا کہ کیا آپ سے بھی کوئی بڑا ہے کہ میں اس کے ہاتھ پر اسلام قبول کروں۔ عبداللہؓ کہے میرے والد امیر المومنین عمرؓ ہیں، اس نے کہا کہ وہیں بے چلوانے حساب مال و دولت لی ہوئی حضرت عمرؓ کے پاس حاضر ہوئی، یہاں بھی اس نے ویسا ہی دریافت کیا کہ کیا آپ سے بھی کوئی بڑا ہے آپ فرمائے ہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یہ آپ کی قبر شریف ہے، روضہ مبارک کے پاس آ کر ادب سے بیٹھ گئی اور پڑھتی آتھیں اَن شَهِدُ اَنَّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ اور عرض کی یا رسول اللہ میں تاریکی سے نور میں آئی ہوں، مجھے ڈر ہے یا رسول اللہ کہ کہیں ایمان کے بعد گناہ نہ کر بیٹھوں، جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا، یا رسول اللہ! اس کا صدقہ، گناہ صادر ہونے سے پہلے میری روح قبض ہو جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر سر رکھ کر روتی جاتی تھی اور یہ کہتی جاتی تھی، تھوڑی دیر نہیں گزری کہ اس کی روح قبض ہو گئی۔

حضرت عمرؓ اس حسن خاتمہ پر روئے ہیں، سب صحابہ مل کر دفن کر دیے۔ یہ ہے توفیق۔

حکایت یرموک میں ایک عظیم الشان جنگ ہوئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ انتظارِ خبر میں روزانہ بستی کے باہر جا کر کھڑے رہتے۔ ایک دفعہ ایک اونٹنی سوار سے جنگل میں ملاقات ہوئی، آپ نے اس سے پوچھا کہ تم کہاں سے آرہے ہو، اس نے کہا یرموک سے، آپ جنگ کا حال اس سے پوچھنے لگے، اس نے آپ کو نہ پہچانا اس لئے کہ یہاں نہ تاج خلافت ہے نہ اور کوئی نشانی اس لئے وہ التفات نہ کیا، وہ اونٹنی دوڑاتا چلا جا رہا تھا اور حضرت عمرؓ اونٹنی کے ساتھ ساتھ دوڑتے جاتے تھے، جب آبادی کے قریب آئے تو لوگوں نے اَسْلَامُ عَلَیْکُمْ یا امیر المومنین کہنا شروع کیا تب اس نے آپ کو پہچانا اور معذرت کرنے لگا، آپ نے فرمایا میں نے جو قدم اٹھائے ہیں وہ اللہ کے لئے ہیں، یہ ہیں وہ لوگ جو ہر کام اللہ کے لئے کرتے تھے۔

یہ ہمارا دشمن انسان ہے کہ ہم تمہارے ٹوٹے پھوٹے روزہ کو قبول فرما لیتے ہیں۔ غرض اس طرح کے ہمارے دشمن احسانِ نعم پر ہرے ہیں تب کہیں تم ایک حسنة (نیکی) کئے ہو، اس لئے تم کو بھی چاہیے کہ تمہارا جینا، مرنا، اٹھنا، بیٹھنا اور ہر کام ہماری مرضی کے موافق ہو کرے، ہمارے ہی خیال سے ہو کرے، اسی کا نام نیکی ہے۔

یہ بھی ہمارا ایک احسان ہے کہ برائی میں ایک کا ایک ہی گناہ لکھا جائے گا، ویسے بہت سے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور جن گناہوں کا بدلہ دیا جاتا ہے وہ بھی ان ہی گناہوں کا کہ جنکو خود تم نے کیا ہے کسی دوسرے کا بوجھ تم پر نہیں لادایا جائے گا اور نہ تمہارا بوجھ دوسروں پر نہ ولا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَىٰ نَفْسِهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ (پٹ۔ رکوع۔ سورہ انفام)

ترجمہ: اور جو شخص بھی کوئی عمل کرتا ہے وہ اسی پر رہتا ہے اور کوئی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھا دیگا

حکایت حضرت عمرؓ کے دور میں سلطنت ہی کیا تھی کہ جس کی لالچ ہوتی، اگر آج ایسی سلطنت دی جائے تو لوگ انکار کر دیں۔

دوپہر کا وقت ہے گرمی بے حد ہو رہی ہے اس وقت حضرت عمرؓ چلے جا رہے ہیں، حضرت عثمانؓ نے پوچھا، امیر المومنین کہاں جا رہے ہو، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں بیت المال کا آؤنٹ غائب ہو گیا ہے، اسکی تلاش کے لئے جا رہا ہوں، حضرت عثمانؓ فرمائے اس گرمی میں کیوں تکلیف اٹھا رہے ہو، اگر کسی کو حکم دو گے تو وہ تلاش کر لے گا۔ آپ فرمائے قیامت کی گرمی اس سے زیادہ شدت کی ہے ممکن ہے یہاں کوئی میرا بوجھ اٹھا کر آؤنٹ ڈھونڈ دلائے گا لیکن کلی قیامت میں میرا بوجھ کون اٹھائے گا۔ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ

مسلمانو! ایک سہولت خاص تمہارے لئے یہ رکھی گئی ہے کہ جیسے مکتب میں چھوٹے بچے سے خطا ہو تو انتظار کرتے ہیں، بڑے بچے سے خطا ہو تو بڑے بچے کو سزا دیتے ہیں تاکہ چھوٹے بچے کو اس سے عبرت ملے اور عبرت ہو۔ ایسا ہی وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ (پٹ۔ رکوع۔ سورہ انفام)

ترجمہ: اور وہ ایسا ہے کہ جس نے تم کو زمین میں صاحب اختیار بنایا۔

اے امت محمدی! تم کو اور اہم کے بعد پیدا کیا تاکہ تم کو عبرت حاصل کرنے کا موقع ملے وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيهِ (پٹ۔ رکوع۔ سورہ انفام)

ترجمہ: اور ایک کا دوسرے پر درجہ بڑھایا تاکہ (ظاہراً) تم کو آزمادے۔

دیکھیں تم ان سے عبرت لیتے ہو یا نہیں، اس لئے مسلمانو! غور کرو، کہاں ہیں وہ زیروست قویں، کہاں ہیں وہ بادشاہانِ ذی اقتدار، جب انہوں نے خدا کا خلافت کیا تو انکو سخت سزا دی گئی، ان سے عبرت لو۔ عبرت کے لئے یہ کیا کچھ کم ہے کہ دنیا مثل ریل کے ہے، لوگ سوار ہوتے اور اترتے ہیں

اور ہر وقت گھنٹی بج رہی ہے کہ چلو! بیدار ہو، تم کو یہ سفر درپیش ہے۔

صاحبو! آپ غور کئے کہ جنازہ کی نماز میں تکبیر و اذان کیوں نہیں، اس لئے کہ جنازہ کی نماز کی اذان و تکبیر بیدار ہوتے ہی بچہ کے کان میں دیدی گئی ہے، اس سے بچہ کو یہ بتانا مقصود ہے کہ اذان و تکبیر ہو چکی ہے صرف نماز جنازہ کا انتظار کرو اور موت کو مت سہو "ثُمَّ اِلٰی رَبِّكُمْ مُّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ" (آیت - رکوع ۲ - سورہ النعام)

ترجمہ: پھر تم سب کو اپنے رب کے پاس جانا ہوگا پھر وہ تم کو بتلا دیں گے جس جس چیز میں تم اختلاف کرتے تھے۔

تم سب کو ہمارے ہی پاس آنا ہے، وہاں ایک بازار لگے گا۔ اقسام اقسام کی عمدہ چیزیں سجائی جائیں گی مگر تمہارا جیب خالی ہوگا۔ اس وقت تمہاری حالت کیا ہوگی، وہاں ایک خاص سکہ کی ضرورت ہے اگر وہ تمہارے پاس نہ ہوگا تو تم مغلس ہوں گے دنیا کا افلاس اس کے مقابل کچھ نہیں، یہاں کا افلاس ایک دن میں ختم ہو جائے گا لیکن وہاں کے افلاس کا خاتمہ نہیں۔

سنو صاحبو! وہ سکہ نیک عمل ہے جتنا ہو سکے جمع کر لو ورنہ پچھتاؤ گے۔

حکایت ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ دیوار شق ہوئی اور اس میں سے ایک محراب نمودار ہوئی، اس محراب میں سے حسین عورتیں نکلیں اور ایک بد صورت عورت بھی، میں نے دریافت کیا کہ تم کس کے لئے ہو اور یہ کس کے لئے۔ عورتوں نے کہا ہم سب آپ ہی کے لئے ہیں، خوب صورت عورتیں تمہاری وہ راتیں ہیں جو خدا کی عبادت میں گزریں اور یہ کالی عورت وہ رات ہے جو غفلت میں گئی، اگر تم اس رات مرنے تو تم کو اس سیاہ عورت سے سابقہ پڑتا۔

حکایت حضرت قطب الدین محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک چکور کا جوڑا تھا اس کی مادہ کی آنکھ میں موتیا اتر آیا، اندھی ہو گئی۔ ایک دن میں نے چاہا کہ اللہ کے واسطے انکو چھوڑ دوں، اس لئے بیخبرہ کا دروازہ کھول دیا لیکن مادہ نہ اڑ سکی، تب زبا کر ایک نیلی لکڑی جو دو تیرا برتنھی چونچ میں لے آیا اور میرے سامنے اس لکڑی کو مادہ کی آنکھ میں پھیرا، میں نے وہ نیلے قطرے نکلے اور آنکھ اچھی ہو گئی۔ اسکے بعد دونوں اڑ کر چلے گئے۔ نرا اس لکڑی کو فیری طرح پھینک دیا گیا، میں نے اس خیال سے کہ دیکھوں خدا نے اس لکڑی میں کیا تاثیر رکھی ہے

اپنے عمامہ میں رکھ لی، اسکے بعد کسی ضرورت سے میں باہر نکلا تو سامنے سے ایک جنازہ آرہا تھا اور جنازہ کے سامنے دو آدمی کشتی کر رہے تھے، ان میں سے ایک نہایت خوبصورت چاند سا چہرہ والا تھا اور نہایت عمدہ لباس پہنے ہوئے تھا۔ دوسرا نہایت بد شکل، سیاہ رنگ کا تھا خوبصورت آدمی ہر وقت بد صورت آدمی کو پچھاڑ دیتا تھا۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ جنازہ کے آگے یہ کیا تماشا ہو رہا ہے، لوگوں نے کہا کہ مولانا ہم کو نہیں معلوم کیوں کہ ہم کو کچھ نظر نہیں آرہا ہے میں نے خیالی کیا کہ یہ اس لکڑی کا اثر ہے، حیرت میں تھا کہ یہ کیا معاملہ ہے میں ساتھ ساتھ چلا یہاں تک کہ قبرستان پہنچ گیا، وہاں قبر تیار تھی، مردے کو قبر میں اتارے تو وہ خوبصورت آدمی بھی اس میت کے ساتھ قبر میں اتر گیا اور مردہ سے ایسا پلٹ گیا جیسے ماں بچہ کو پٹا لیتی ہے، دفن کے بعد فاتحہ پڑھ کر ہم لوگ واپس ہوئے تو بد شکل آدمی ہمارے آگے آگے چل رہا تھا میں نے دوڑ کر اس کو پکڑ لیا اور دریافت کیا تو اس نے کہا کہ مولانا آپ کیوں دریافت کرتے ہیں، میں نے کہا کہ ہمارا کام ہی تحقیق کرنا ہے، تب اس نے جواب دیا کہ میں مردہ کا اعمال بد ہوں، اور وہ شخص جو مردہ کے ساتھ لیٹ گیا وہ اس کے اعمال نیک ہیں، اب وہ مردہ کے ساتھ ہمیشہ رہے گا، اس شخص کی نیکیاں غالب تھیں اس لئے میری کچھ نہ چلی، اگر برائیاں غالب ہوتیں تو میں قبر میں اسکے ساتھ رہتا اور ہمیشہ تکلیف دیتا رہتا۔

اسی واسطے حدیث شریف میں آیا ہے کہ انسان کا عمل اس کے ساتھ قبر میں دفن میں ہو جاتا ہے "إِنْ كَانَ عَمَلُهُ صَاحِبًا لِّآتِسَ صَاحِبُهُ وَ يَشْرَهُ . وَ وَ شَعَ عَلَيْهِ قَبْرُهُ وَ ثَوْرَهُ وَ حَمَاهُ مِنَ الشَّدَا ئِدِ وَ الْهَوَالِ وَ الْعَذَابِ . إِنْ كَانَ عَمَلُهُ سَيِّئًا فَزَعَّ صَاحِبُهُ وَ رَوَّعَهُ وَ أَطْلَمَ قَبْرُهُ وَ ضَمَّقَهُ وَ عَذَّبَهُ خَلَى بَيْتَهُ وَ بَيْنَ الشَّدَا ئِدِ ."

ترجمہ: اگر مردہ کے اعمال نیک ہوں تو وہ نیک اعمال اسکے عمل کرنے والے کو انیسیت پہنچاتے ہیں اور اسکو خوشخبری پہنچاتے ہیں، اور سختیوں سے، آفتوں سے اور عذاب سے بچاتے ہیں، اور اگر اسکے اعمال بُرے ہوتے ہیں اور اس اعمال والے کی رسوائی ہوتی ہے اور اسکی قبر میں اندھیرا ہو جاتا ہے اور اسکی قبر میں تنگی پیدا ہو جاتی ہے اور اسکو عذاب دیا جاتا ہے اور اسکی سختیوں میں چھوڑ دیا جاتا ہے

حکایت حضرت امام یا فخر فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مردہ کو دفن کئے جب لوگ واپس ہوئے تو قبر میں کسی کو زور سے پٹکنے کی آواز آئی، اس کے بعد قبر سے ایک کالا کتا نکلا، ان بزرگ نے پوچھا کہ تو کون ہے، کہا کہ میں مردہ کا برا عمل ہوں، تب آپ نے دریافت کیا کہ یہ پٹکنے کی آواز کیا تھی، اس نے جواب دیا کہ یہ مردہ قرآن بہت پڑھتا تھا۔ اس لئے قرآن نے آکر مجھ کو ٹپک کر باہر نکال دیا۔

غرض جس کا عمل صالح غالب ہو تو عمل بد کو نکال دیتا ہے، اگر برا عمل غالب ہوتا ہے تو

”إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ ذُوقُوا عَذَابَكُمْ لَكُمْ تَوْبَةٌ مِّنْكُمْ وَأَنَّكُمْ تُعَذَّبُونَ“ (پہلے سورہ انعام)

ترجمہ: بالیقین آپ کا رب جلد سزا دینے والا ہے، اور وہ بالیقین بڑی مغفرت کرنے والا اور بڑی مہربانی والا ہے۔

غم و شادمانی نہ اُندولیک : جزائے عمل ماندہ نام نیک

ترجمہ: نہ خوشی رہتی ہے نہ غمی رہتی ہے لیکن اچھے اور بُرے عمل کا بدلہ اور نیک نامی باقی رہتی ہے۔

اس لئے سمجھ دار وہی ہے جو جلد عمل نیک جمع کرے اور غافل وقت کھو کر پچھتا تا ہے۔

نیکیاں کرنے اور گناہ چھوڑنے کی ترکیب یہ ہے کہ ماہ رمضان میں عبادت اور تقویٰ اختیار کرنے میں جو لطف آیا ہے اسکو سوال میں یاد کیا جائے، اسی طرح گناہ چھوڑنے کے لطف کو یاد کر کے اور محنت کر کے اسی لطف کو حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔

صاحبو! آپ رمضان میں اس لئے تقویٰ اختیار کئے تھے کہ روزے چند دن رہنا ہے سال بھر نہیں ہے، اسی طرح گیارہ مہینوں میں ایک دم بارست ڈالو بلکہ نفس سے کہو کہ ہر مہینہ میں ایک ہفتہ تقویٰ اختیار کر۔ چند ماہ کے بعد ایک ایک دن بڑھاؤ۔ اس طرح ایک ایک دن بڑھتے بڑھتے ایک دن وہ آئے گا کہ آپ متقی کامل ہو جائیں گے۔

صاحبو! اب لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ کی تفصیل سنئے:

اللصَّائِمِ فَرْحَتَانِ کی تفصیل اعمال کے دو گھن ہیں، ایک ریا، دوسرے حقوق العباد۔

صاحبو! ایک دن ایسا آنے والا ہے کہ ”يَوْمَ يُفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ وَصَاحِبِ بَيْتِهِ وَبَنِيهِ“ (پہلے سورہ عیسٰی)

ترجمہ: اس روز آدمی اپنے بھائی سے، اور اپنی ماں سے، اور اپنے باپ اور اپنی بیوی سے اور اپنی اولاد سے بھاگے گا (یعنی اس دن کوئی کسی کی ہمدردی نہ کرے گا)

اس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے، ماں باپ سے، بیوی سے، اولاد سے، وہ دن ایسا ہوگا کہ کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھے گا۔ یَوْمَ الْمَجْرَمِ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ (پٹ - رکوع ۱ - سورہ معارج)

ترجمہ: (اور اس روز) مجرم (یعنی کافر) اس بات کی تمنا کریگا کہ اس روز کے عذاب سے چھوٹے۔ وہ دن ایسا دن ہوگا کہ جس میں انسان آرزو کرے گا کہ اپنی بیوی، اپنی اولاد، اپنے بھائی اپنا فائدہ اور جو کچھ زمین میں ہے سب کچھ دے کر خود کو بچائے "كَلَّا" مگر کسی تدبیر سے چھوٹ نہ سکے گا۔

"يَوْمَ لَا تَبِيعُ فِيهِ وَلَا تَخْلَعُ وَلَا شَفَاعَةٌ" (پٹ - رکوع ۱ - سورہ بقرہ)

ترجمہ: اس دن نہ تو خرید و فروخت ہوگی، نہ دوستی ہوگی اور نہ بلا اذن الہی کوئی سفارش ہوگی۔ وہ دن نہ سفارش کام آئے گی نہ دوستی۔ اس دن کی گھبراہٹ کا اس سے اندازہ کیجئے کہ:-

"تَذْهَبُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ" (پٹ - رکوع ۱ - سورہ حج)

ترجمہ: (اس روز) تمام دودھ پلانے والیاں (مارے ہیبت کے) اپنے دودھ پلانے والے بچہ کو بھول جائیں گی اور ہر حاملہ عورت کا مارے ہیبت کے حمل ساقط ہو جائے گا مارے ہیبت کے ایسا معلوم ہوگا کہ نشہ میں ہے حالانکہ نشہ میں نہیں ہے۔ خدا کے عذاب سے ہوش اٹے رہیں گے۔ یہ وہ دن ہے کہ جس کا نام "يَوْمَ الْقَفَسِ" (پٹ - رکوع ۲ - سورہ صافات)

ترجمہ: (ہاں) یہ فیصلہ کا دن ہے، احکم الحاکمین کے فیصلہ کا دن ہے۔ اس دن کو "يَوْمَ عَظِيمٍ" (پٹ - رکوع ۱ - سورہ شعراء) ترجمہ ا بڑا سخت دن۔ "يَوْمَ عَسِيرٍ" (پٹ - رکوع ۱ - سورہ مدثر) ترجمہ: مشکل دن۔

"يَوْمًا ثَقِيًّا" (پٹ - رکوع ۱ - سورہ دھرا) ترجمہ: بھاری دن کہتے ہیں۔

اس دن لیا ہوگا "يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ" (پٹ - رکوع ۱ - سورہ التطفیف)

ترجمہ: جس دن تمام آدمی رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کے دربار میں ہر شخص عمر بھر کا حساب دینے کے لئے پیش ہوگا، وہ بھی سرسری طور پر نہیں بلکہ "يُنْظَرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاہُ" (پٹ - رکوع ۲ - سورہ نبا) ترجمہ: ایسا دن جس میں ہر شخص ان اعمال کو اپنے سامنے حاضر کر دیکھ لے گا۔

جو جو کچھ ہیں سب سامنے ہوں گے "فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ" (پٹ - رکوع ۱ - سورہ الزلزال) ترجمہ: جو شخص (دنیا میں) ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ (وہاں) اس کو دیکھ لے گا۔ ذرا ذرا سی بھلائی اور ذرا ذرا سی برائی سب سامنے ہوگی، نہ وہاں کوئی وکیل ہے نہ مختار، نہ کوئی سفارش کرنے والا، نہ کسی کو کسی سے الفت و پیار، باپ بیٹے پر وعید اور بیٹا باپ پر حاکم، اور خدا کے تعالیٰ عادل و قہار، اللہ اللہ "يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا" (پٹ - رکوع ۱ - سورہ الانفطار) ترجمہ: جس روز کوئی کسی کا بھلا نہ کر سکے گا۔

اس دن کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا۔ "وَالْآخِرُ كَأَوَّلِهِ" (پٹ - رکوع ۱ - سورہ الانفطار) ترجمہ: اور تمام حکومت اس روز اللہ ہی کی ہوگی۔ اس دن خدا ہی کا حکم رہے گا۔

صاحبو! ایسے کٹھن دن کے واسطے ہم کیا سامان تیار کر رہے ہیں، کیا دن رات میں دو چار منٹ بھی ہم کو اس دن کی کچھ فکر ہوتی ہے، مسلمان کے لئے اس دن پر ایمان لانا ضروری ہے پھر ہم ایسے غافل کیوں ہیں، کیا کوئی تدبیر اس دن کے نجات کی کر چکے ہیں، دنیا جو ہر وقت مریض زوال میں ہے اسکی فکر میں تو رات دن پریشان ہیں، نعمتِ آخرت جو کبھی فنا ہونے والی نہیں ہے، جہاں ہم کو ہمیشہ رہنا ہے اس سے ایسے غافل ہیں گویا آخرت خواب و خیال ہے۔

حکایت ایک بزرگ نے کسی دنیا دار سے جو مال و جاہ کی ہوس میں بے قرار تھا پوچھا کہ بھائی دنیا کے حاصل کرنے میں تمہاری کوشش کس درجہ کی ہے، دنیا دار نے کہا حضرت کیا کہوں بے حد کوشش کرتا ہوں، رات دن ہمارا کام ہی یہ ہے، صبح کو بستر سے اٹھتے ہی پہلے اس کی فکر ہوتی ہے، رات کو سونے کے وقت بھی دو ایک گھنٹہ تک اسی سوچ میں نیند نہیں آتی۔ غرض اس فکر کے سوا اور ہر خیال ہی نہیں آتا۔ ان بزرگ نے فرمایا اچھا میاں یہ بتلاؤ کہ اتنی کوششوں کے باوجود تم کو دنیا کے مقصدوں میں کامیابی کتنی ہوتی ہے یعنی تمہاری خواہشات کتنے پورے

پورے ہوتے ہیں، کہا حضرت جتنے خواہشات ہیں ان کا دشواں حصہ بھی اتفاق سے حاصل ہوتا ہے اور عرض کیا حضرت کچھ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ میرے دلی مقاصد کو پورا کرے، ان بزرگ نے فرمایا، 'بایا دنیا ایک مردار' آنے جانے والی چیز ہے وہ تو باوجود اتنی کوشش کے تم کو ہاتھ نہیں آتی تو آخرت جو بے بہا نعمت ہے، ہائے اسکے لئے بھی کچھ فکر ہے، کیا وہ بے کوشش کے حاصل ہو جائیگی یہ کیا خیال ہے۔

چوں شود حاصل تیرا چیزے ازاں پڑ من نگویم خود یگو اسے نکتہ داں
ترجمہ: اے عقلمند میں نہیں کہتا ہوں تو خود کہہ کہ اس آخرت سے تھوڑی سی چیز بھی تجھ کو کیسے حاصل ہوگی
صاحبو! کم از کم اب بھی ہم کو ہوش سنبھالنا چاہیے۔ غرض صاحبو! ایسے مصیبت کے دن اہل حق گھبریں گے، کوئی کہے گا یہ مجھ کو ماہ تھا، کوئی کہے گا مجھ سے خدمت لے کر مزدوری نہیں دیا تھا، کوئی کہے گا ناحق میرا مال کھایا تھا، کوئی کہے گا مجھے گالی دیا تھا، کوئی کہے گا میری غیبت کیا تھا۔ غرض سینکڑوں دعوے پیش ہوں گے، بندہ گھبرا کر خدا کی طرف ہراٹھائے گا شاید خدا ان جھگڑوں سے چھڑا دے، ادھر سے ارشاد ہوگا۔ "اَلْیَوْمَ تَجْزٰی كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ لَا ظُلْمَ اَلْیَوْمَ" اے رکوع ۲۔ سورہ المؤمن ترجمہ: آج ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جائے گا آج (کسی پر) ظلم نہ ہوگا۔

ظلم کی جگہ نہیں جو کئے ہیں اس کا بدلہ ملنا ضرور ہے، ہائے رنے اس وقت کی مایوسی، بندہ ہٹکا بٹکا ہو کر چاروں طرف دیکھے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام سے دریافت فرمائے کہ تم مفلس کس کو کہتے ہو صحابہ
حدیث عرض کئے کہ مفلس وہ ہے کہ جس کے پاس روپیہ، پیسہ نہ ہو۔ آپ نے فرمایا میری امت میں مفلس وہ ہے کہ قیامت کے دن نیک اعمال لے کر حاضر ہوگا، دعوے شروع ہونگے تو نیک اعمال دعویٰ داروں کو دیئے جائیں گے جب نیکوں سے غالی ہاتھ ہو جائے گا۔ آہ! آہ! ابھی اور حقوق العباد باقی ہونگے تو لوگوں کے گناہ اس پر ڈال کر دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔

صاحبو! خدا کے لئے بندوں کے حقوق سے بچو کہ یہ حقوق العباد تمہارے نیک اعمال کے گن ہیں، جب سب نیک اعمال ختم ہو جائیں گے، ابھی دعویٰ باقی ہوں گے قیامت مدعی کہیں گے،

اس کے پاس روزے ہیں وہ ہمارے حقوق میں دلائے جائیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا:-
 "الْصَّوْمُ لِي" ترجمہ:-

روزہ تو میرا ہے یہ تم کو نہیں دیا جائے گا۔ مدعی کہیں گے تب تو ہمارے گناہ اس پر ڈال دو
 حکم ہوگا ڈال دو حقوق کے بدلے روزہ داروں پر جب گناہ ڈالے جائیں گے تو وہ گناہ ان پر چڑھے
 اور وہ دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے۔

اس کے برخلاف روزہ داروں پر جب گناہ ڈالے جائیں گے تو مدعیوں سے تو گناہ نکل
 جائیں گے، مگر روزہ داروں پر نہیں گریں گے۔ کیوں کہ "الْصَّوْمُ لِي" دار ہے یعنی
 روزہ ڈھال ہے جو داروں کے گناہ آنے سے روکے گا۔ روزہ داروں کو روزہ کے طفیل میں
 روزہ بھی بچے گا، اوروں کے گناہ بھی نہیں پڑیں گے، مگر تہاری اور نیکیاں چلی جائیں گی۔
 اس لئے حقوق العباد سے بچتے رہو۔

صاحبو! روزہ اللہ تعالیٰ کو اتنا پیارا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ کو اس قدر
 تعریف فرماتے ہیں پھر بھی اگر کوئی شخص روزہ نہ رکھے، اس سے بڑھ کر کوئی بد نصیب نہیں،
 نفس امارہ نے اس کو اپنا غلام بنا لیا ہے، ذرا بھی اس کو اپنے مالک کا خیال نہیں ہے، نف ہ
 ایسی زندگی پر کہ گائے، بیل اور دیگر جانوروں کی طرح سوائے پیٹ پالنے کے اور کچھ نہیں ہو سکتا
 ایسا شخص آخرت کے سوائے دنیا میں بھی ذلیل و خوار رہتا ہے۔

صاحبو! سنو، روزہ دار جس وقت افطار کرتے ہیں خصوصاً اس وقت اللہ تعالیٰ کی
 رحمت ان پر نازل ہوتی ہے۔

روزہ دار کے لئے دو فرحت یعنی خوشیاں ہیں (۱) افطار کے وقت (۲) خدا کے دیدار
حدیث کے وقت۔

افطار کے وقت روزہ دار کی خوشی کو بھی دیکھو، اور بے روزہ داروں کے دل سے پوچھو،
 کس قدر پیشانی اور ندامت ہوتی ہے۔ منہ پر خدا کی پھٹکار بستی ہے، قیامت کے دن سنجھاؤ
 سے بڑھ کر خوشی دیدار الہی کی ہوگی، دیدار کی نعمت جس کو ملے گی اسکے مقابلہ میں جاں جہاں بلکہ
 سب کون و مکان پہنچ ہوں گے۔

ہر دو عالم قیمت خود گفتمہ : زرخ بالا کن کہ ارذانی سہوز

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ اسکی قیمت دو توں عالم ہیں، یہ قیمت بہت کم ہے قیمت میں اور زیادتی کی جائے۔
روزہ دار دیدار کا یہ طے لے رہے ہوں گے اور بے روزہ دار محرم ہوں گے، ہائے اقسوت
جوانکے دل پر خجالت و شرمندگی ہوگی کوئی زبان اُسکو بیان نہیں کر سکتی: "وَجُودًا يَوْمَئِذٍ
نَاضِرَةٌ ۖ اِلٰى رَبِّهَا خَاطِرَةٌ ۚ وَجُودًا يَوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ تَظُنُّ اَنْ يَّفْعَلَ
بِهَا فَاِقْرَءْ ۙ (پٹ۔ رکوع ۱۔ سورہ قیامت) ترجمہ: بہت سے چہرے اس روز بے رونق ہونگے
اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہونگے (یہ تو مومنین کا حال ہوا) اور بہت سے چہرے اس روز بے رونق
ہونگے (اور وہ لوگ) خیال کر رہے ہونگے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ دینے والا معاملہ کیا جائے گا۔ کوئی دم
میں کمر توڑنے والی مصیبت آنے والی ہے۔

خلاصہ یہ کہ دنیا کی حسین مقبول صورتیں ہائے کس طرح بے چین کر دیتی ہیں، پھر یہ حسن کی
بہار چار دن کی چاندنی، بڑھاپے سے بد شکل ہو گئے یا موت آگئی، وہ آب و تاب و لہریں چلا گئی
کوئی کیسا ہی حسین ہو، رشک و وسف ہو، مرنے کے بعد کوئی اسکے پاس پھٹکنے کا بھی روادار نہیں
ہوتا، جھٹ پٹ اسے خاک میں پھینکا دیتا ہے جب دنیا کے حسینوں کا دور روزہ حسن ہمارے
دلوں کو ایسا لوٹ پوٹ اور بے چین کر دیتا ہے، انکی جدائی برداشت نہیں ہوتی تو ہائے محبوب
حقیقی اور حسن اصلی کے دیدار سے محرومی، خاص کر حب کہ ہمارے ساتھ والے مزہ لوٹ رہے ہوں، اور کوئی
بد نصیب اس سے یا نکل الگ کھڑا ہو تو اسوقت ایسی حالت کیا کیا غضب ڈھائے گی۔

نیست صیرت از حسینان بہاں : صبر چوں داری ز حسن جاوداں

ترجمہ: اس ناپائیدار دنیا کے حسینوں سے تجھے صبر نہیں ہوتا ہے پھر وہ ہمیشہ رہنے والے حسن کی کس طرح
صبر کرے گا تو۔

جرعہ خاک آلود چوں مجنوں کند : صاف گر باشد ندانم چوں کند

ترجمہ: مٹی سے ہوئے گھونٹ سے تو دیوانہ بن گیا ہے، اگر صاف و شفاف گھونٹ تھکاوٹ چا تو تو کیا کریگا
ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمائے الہی! تو نے مجھے یہ عزت بخشی کہ مجھ سے باقی کرتا
ہے کیا ایسی عزت تو نے کسی اور بندہ کو بھی عطا فرمائی ہے حکم ہوا میرے بہت سے ایسے بندے

حدیث

ہیں کہ جن کو ہیں آخر زمانہ میں پیدا کروں گا اور رمضان کا مہینہ دیکر تم سے زیادہ ان کو عزت و تکرار کیونکہ تم سے جو باتیں کرتا ہوں تو موسیٰ تمہارے اور میرے درمیان ستر ہزار پچیس پڑے ہوتے ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی امتیاز جب روزہ رکھے گا اور روزہ کی وجہ سے ہونٹ سفید ہو گئے ہیں، رنگ زرد پڑ گیا ہے افطار کا وقت قریب ہوا ہے تو اس وقت میرے اور روزہ دار کے بیچ میں جس قدر پروہ ہیں سب اٹھا دو اگر ان کا کیف جسم حائل نہ ہوتا تو افطار کے وقت میں دیدار دکھا دیتا، آخرت میں دیدار کا لطف دکھاؤ اس وقت روزہ کی قدر ہوگی۔

صاحبو! افطار کے وقت اس لئے خوشی ہوگی کہ جن چیزوں سے روکا گیا تھا وہ اب کھلا رہا ہے قیامت میں دیدار کی اس لئے فرحت ہوگی کہ قاعدہ ہے کہ اگر کوئی کسی پر غصہ میں ہو، اگر ایسے وقت کوئی ایسا شخص آجائے جس سے محبت ہے تو یہ غصہ بھرا ہوا شخص لوگوں پر غصہ میں ہوگا مگر اپنے دوست سے ہنستے ہوئے بات کرے گا، ایسا ہی خدا کے تعالیٰ قیامت کے دن ادروں پر غصہ بھرا ہوا ہوگا، اللہ ہنستے ہوئے ایسا غصہ میں رہے گا کہ کبھی ایسا غصہ میں نہ آیا مگر روزہ داروں کو ہنستے ہوئے دیکھے گا۔ اس سے روزہ دار کو فرحت ہوگی وہ اسی کا دل جانے گا اس لئے فرمایا "فَرَحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهِ" ترجمہ: اللہ کے دیدار کے وقت عجیب فرحت ہوگی۔

صاحبو! ہر ایک کو امر معروف کیا جاتا ہے، اس کے متعلق اور بالخصوص امر معروف و نہی عن المنکر

معتون ذیل میں تفصیلی طریقہ پر بتلایا گیا ہے کہ امر معروف کس طرح کرنا چاہیے سنئے:-
حضرات! یہ تو آپ جانتے ہیں کہ پیغمبروں کو بھیجنے کا منشاء کیا ہے نیئے۔ انسان ایک عالم صغیر اس میں بہائم (جانور) کی صفت بھی ہے اور درندہ پن بھی، شیطانت بھی ہے اور فرشتہ پن بھی۔ پیغمبر اس لئے آئے ہیں کہ فرشتہ پن کو دوسری تین صفتوں پر غالب کرنے کی تدبیریں بتلائیں، اس لئے حکم دیا جاتا ہے کہ اے انسان! تو ہماری اس نعمت کی قدر کر، پیغمبروں کی تاجگذاری کر کے تو خود کو بھی درست کر اور اگر کسی انسان کو دیکھے کہ وہ فرشتہ پن چھوڑ کر بہائم درندہ اور شیطان کے اوصاف پیدا کر رہا ہے تو اس کو بھی روک، اس لئے فرمایا "وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ" (روم ۲۱ سورہ لقمان) ترجمہ: اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر اور برے کام سے منع کیا کر۔

تاکہ انسان انسانیت سے نکل کر بندہ سورہ شیطان وغیرہ کی مانند نہ ہونے پائے۔ اگر ایسا نہ کرے تو تم پر عذاب آجائے گا۔

حکایت ایک دفعہ ایک ایسی بستی پر عذاب آیا کہ جس میں اٹھارہ ہزار عبادت کرنے والے انبیوں کے جیسے عمل کرنے والے رہتے تھے، فرشتوں نے عرض کیا اہلئ! انبیوں کے جیسے عمل کرنے والے لوگ اس گاؤں میں ہیں۔ حکم ہوا کچھ پرواہ نہیں الٹ دو، عرض کئے۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے، حکم ہوا انہوں نے لوگوں کو خدا کا خلاف کرتے ہوئے دیکھا مگر کبھی ان کو ناگوار نہیں ہوا۔ کبھی چہرہ پر غصہ کے آثار ظاہر نہیں ہوئے، نیک بات بتلانے اور برے کاموں سے روکنے سے ان کو کبھی سرکار نہیں تھا اس لئے دوسری جگہ ارشاد ہوا "وَالْعَصْرُ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَّصُوا بِالْحَقِّ ۖ وَتَوَّصُوا بِالصَّبْرِ" (پٹ۔ رکوع۔ سورہ عصر) ترجمہ: قسم ہے زمانہ کی (جس میں نفع و نقصان ہوتا ہے) کہ انسان (بوجہ تفتیح عمر کے) بڑے خسارہ میں ہے مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے (کہ یہ کمال ہے) اور ایک دوسرے کو اعتقاد حق (پر قائم رہنے کی) فہمائش کرتے رہے اور ایک دوسرے کو (اعمال کی) پابندی کی فہمائش کرتے رہے۔

خلاصہ یہ کہ جب تک تم دین کو کامل نہ کرو گے خسارہ و نقصان میں رہو گے، دین کامل دو باتوں سے ہوتا ہے: ایک اپنی تکمیل سے۔ پھر دوسروں کی تکمیل سے۔

اب اپنی غفلت کی حالت دیکھیے کہ ہم لوگ اس سے کس قدر غافل ہیں، چوبیس گھنٹوں میں کتنی دیر ہم اس کام کو کرتے ہیں اور کتنا وقت اس فرض کی ادائیگی میں صرف کرتے ہیں۔ سنو صاحبو! لوگ دو قسم کے ہوتے ہیں: (۱) ایک وہ ہیں جن پر ہمارا زور و قدرت نہیں، یہ لوگ ہیں دوست احباب، بھائی، برادری کے لوگ، عزیز و اقارب اور اجنبی لوگ۔

(۲) دوسرے وہ ہیں جن پر ہمارا زور و قدرت ہے اور یہ لوگ ہیں، بیوی، بچے، نوکر، شاگرد

اور مرید۔

دوستو! جن پر ہمارا زور نہیں ہے انکو تو چھوڑ دیجئے لیکن جن پر ہمارا زور ہے کیا ان کو ہم کبھی نیک کام بتلاتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے ہیں، ہم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ خود اپنی اصلاح

کر لینا چاہیے اس طرح ہم خود جنت میں جائیں گے، حالانکہ یہ غلط ہے، آپ سے اس امر کا بھی مواخذہ ہوگا کہ تم نے اپنے گھر والوں کو دین کے راستہ پر کیوں نہیں چلا یا۔ صاف اور واضح ارشاد ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا** (پکڑو ع اور سورہ تحریم) ترجمہ: اے ایمان والو! تم اپنے گھر والوں کو (دوزخ کی) آگ سے بچاؤ۔

مسلمانو! تم خود کو اور اپنے متعلقین کو نار جہنم سے بچاؤ۔ یہ گھر والے تمہارا بیچھا کب چھوڑنے والے ہیں اگر یہ جہنم میں جائیں تو تم بھی انکے ساتھ رہیں رہو گے، صنوصا حیو! یہ عقل میں آنے کی بھی بات ہے کہ اگر کوئی آپ کا دوست آپ کے سامنے زہر کھانے لگے تو کیا آپ اسکو نہیں روکیں گے، یقیناً ہاتھ پکڑ کر زور سے جھٹکا دیکر زہر کو اسکے ہاتھ سے لے لیں گے، اگر تنہا قادر نہ ہو گے تو دوسروں کو امداد کے واسطے بلائیں گے، پھر اسکی کیا وجہ ہے کہ دین میں جو افعال مضر ہیں ان سے روکنے کے لئے اس اہتمام سے کام نہیں لیا جاتا معلوم ہوا کہ آپ دین کے ضرر کو ضرر نہیں سمجھتے۔ یہ بھی دل کی ایک بیماری ہے، مگر افسوس اس قدر غفلت ہے کہ خدا کی پناہ! کسی کو بھی اس بیماری کے علاج کی طرف توجہ نہیں ہے۔

صاحیو! جن پر نماز فرض ہے انکو نماز کی ترغیب دلائے، جن کے پاس بقدر نصاب مال ہے

انکو زکوٰۃ کی ترغیب دلائے اور جن پر حج فرض ہے تو انھیں حج کی ترغیب دی جائے یا کسی کے اخلاق

باطنی خراب ہوں، اچھے نہ ہوں تو انکو تہذیب اخلاق کے طریقے بتلائے، کتنے لوگ ہیں جو اس طرح نصیحت

کرتے ہیں یا کسی کو مبتلائے معصیت دیکھیں تو اسکو معصیت سے روکیں، خواہ وہ معصیت صغیرہ ہوں یا کبیرہ

افسوس، روکتے تو کیا اگر کسی کو ان سے طمع یا خوف ہو تو اسکو اچھا ثابت کرنے کے لئے تقریر کریں گے

ہمارے بزرگ تو وہ تھے کہ جہاں قدرت و زور نہ ہو وہاں بھی امر معروف سے باز نہیں آتے تھے اور

ہم ہیں کہ قدرت کے مواقع پر بھی کچھ نہیں کرتے، بیوی بچوں کو باوجود قدرت کے امر معروف نہیں کرتے

مگر یہ برتاؤ صرف خدا کے معاملات میں ہے، خود کے معاملات میں ہرگز نہیں، گھر میں آتے ہی پوچھیں گے

کہ کھانا تیار ہوا یا نہیں، مگر یہ کہی نہیں پوچھیں گے کہ بیوی تم نماز بھی پڑھے یا نہیں۔ گھر میں آئے تو

صرف کھانے پینے کے لئے بیوی پر غصہ ہوگا لیکن دین کی ایک بات بھی بیوی سے نہ کہی جائے گی۔

صاحیو! اور سنئے کہ بیوی بچے کو شرعاً ان پر بہاری اطاعت واجب ہے مگر انھوں نے

صرحتاً یہ نہیں کہا کہ تم ہم کو امر معروف کرو، ہم اس پر عمل کریں گے، اس کے علاوہ ایک تعلق ایسا ہے کہ

دوسرا ہماری اطاعت کا صاف معاہدہ کیا ہے وہاں بھی ہم امر معروف نہیں کرتے، وہ تعلق پیری مریدی کا ہے، ہاتھ میں ہاتھ ملا کر مرید کی طرف سے اطاعت کا معاہدہ ہے اور مرشد کی طرف سے تعلیم اور اصلاح کا یہی بیعت کی حقیقت ہے مگر اب ہاتھ میں ہاتھ لے کر سبق کی طرح پڑھا دینے کا نام پیری مریدی ہے۔ منو صاحبو! پیری مریدی صاف طور پر اطاعت کا معاہدہ ہے، اسی واسطے اگر مرید خدمت سے ہٹا کرے یا کسی دنیوی کام میں شیخ کی مخالفت کرے تو فوراً اس پر عتاب ہو جاتا ہے مگر دین کے معاملہ میں نہ مرشد اسکو کچھ کہتے ہیں اور نہ مرید مرشد کی اطاعت ضروری سمجھتا ہے، بے چارہ مرشد پر دو گنا ہیں (۱) امر معروف نہ کرنے کا۔

(۲) وعدہ خلافی کا کہ مرشد نے وعدہ کیا تھا۔

اصلاح کا مگر اب خاموش ہے کچھ روک ٹوک نہیں، اگر کوئی مرشد کچھ کہیں تو مرید کے چہرہ سے ناگواری کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔

(۱) آج کل تو پیری مریدی کی حقیقت دو گوں نے یہ سمجھ رکھی ہے کہ پیر قیامت میں بخشتوائیں گے، گو مرید کہتے ہی گناہ کرے۔

(۲) بیعت تو اس سے بھی گرے ہوئے ہیں۔ ان کا خیال یہ ہے کہ مرید اس واسطے ہر تہ میں کہ مرید ہونے سے ہمارے سر پر ایک بزرگ کا سایہ ہو جائے گا۔ دنیا کے مقصودوں میں ہم کو آسانی ہوگی، مقدمات میں دعا کرائیں گے، تعویذ اور گنڈے کرائیں گے، مرید ہونے سے ہماری تنخواہ میں ترقی ہوگی۔ ہائے افسوس! اس قسم کی مریدی سے فقط دنیا مقصود ہے، دین سے کچھ تعلق نہیں، یہ تو مریدوں کے خیالات تھے۔

اب پیر و مرشد کے خیالات سنئے: مرشدوں کے نزدیک مرید کرنے سے مقصود یہ ہے کہ مریدوں کے ذمہ شش ماہی یا سالانہ مقرر ہو جائے گا۔ پیر کی تنخواہ بندھی ہوئی نہیں ہوتی، خواہ پیر صاحب کچھ ہی کر لیں ان کی پیری منسوخ نہیں ہوتی، چاہے شراب پی لیں، یا بد معاشی کر لیں، کیوں کہ مشہور یہ ہے کہ پیر کی پیروی سے کام، ان کے فعلوں سے کیا کام۔

(۳) اور بعض ایسے تو نہیں ہیں مگر مرشد کے بتلائے ہوئے وظیفے تو ضروری، خواہ خدا کے مقرر کئے ہوئے احکام پر عمل ہو یا نہ ہو، مرشد کا بتلایا ہوا وظیفہ کبھی ناغہ نہ ہوگا۔

خزانوں مانگہ ہو جائیں تو پرواہ نہیں نماز کی پرواہ نہیں، معاملات سر سے پیر تک گندے، سود لیتے ہیں اور دیتے ہیں، رشتوں کا بازو اگر کم ہے، اسکے ساتھ تہجد کے پابند، اشراق کے پابند، تسبیح بہت لائیں جو ہر وقت چلتی رہتی ہے، پیر صاحب بھی ان مریدوں کے سود کی آمدنی سے نذرانہ لیتے ہیں، کبھی لڑکھوٹ نہیں کرتے۔ دوسرے جو لوگ مولوی ہیں ان پر بھی طمع سوا ہے۔

حکایت ایک مولوی صاحب نے ساس کو ملال کر دیا۔ افسوس! اب بتلائیے امت کی حالت نہ بگڑے تو کیا ہو۔

صاحبو! آج کل مرید ہونے کے بعد جن چیزوں پر روک ٹوک کی زیادہ ضرورت ہے وہ یہ چیزیں ہیں: کبر، عجب، اصناعت حقوق العباد (بندوں کے حقوق میں کم و زیادتی کرنا) حسد، بغض، فسادات ذات الدین (آپس میں جھگڑا و فساد کرنا)۔

حکایت حضرت نظام الدین اولیاء دہلوی کے پاس دو شخص مرید ہونے کے لئے آئے، آپس میں مسجد کا حوض دیکھ کر کہنے لگے کہ ہماری مسجد کا حوض اس سے بہت بڑا ہے حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے یہ گفتگو سن لی۔ آپ نے بلایا اور پوچھا کہ تمہارا حوض اس سے کتنا بڑا ہے، انہوں نے کہا کہ حضرت پیالٹش تو معلوم نہیں، آپ نے فرمایا اچھا جاؤ اس حوض کی پیالٹش کر کے جاؤ۔ اور اس حوض کی پیالٹش کر کے آؤ۔ وہ گئے اور پیالٹش کر کے واپس ہوئے اور عرض کئے حضرت ہمارا حوض ایک بات بڑا ہے آپ نے فرمایا کہ تم تو کہتے تھے کہ بہت بڑا ہے۔ ایک بالشت زائد کو بہت بڑا نہیں کہہ سکتے۔ جاؤ ہم تم کو مرید نہیں کریں گے۔ اس نقل سے یہ مت سمجھنا کہ ان کو محروم واپس کئے بلکہ اتنی بڑی دلیت ان کو دیکر واپس کئے وہ تمام عمر انکے کام آئے گی۔ وہ کیا ہے وہ احتیاط فی الکلام کا سبق ہے اس کو اس طرح پڑھایا کہ یہ اب عمر بھر نہ بھولیں گے۔

حکایت حضرت ذوالنون مصریؒ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ حضرت آپ کا فلاں مرید شراب پی کر فلاں جگہ مست پڑا ہے، آپ کو معلوم ہوا کہ یہ اس کو حیراہ رخود کو افضل سمجھتا ہے، آپ نے اس کا یہ علاج کیا کہ اس سے فرمایا کہ یا داسکوا ٹھالاؤ کیونکہ وہ جب تک وہاں رہے گا سلسلہ کی بدنامی ہے، اس میں اسکے تکبر کا بھی علاج تھا کہ جسکو اس نے حقیر سمجھا تھا اسی کی خدمت اس کے سپرد کر دی، جب وہ اسکو لے کر چلا تو راستہ میں جو ملتا یہ کہتا کہ یہ صوفیوں کا حال ہے

دونوں نے شراب پی ہے، دوسرا ابھی ہوش میں ہے اپنی حالت چھپانے کے واسطے اسکو لے چلا ہے یہ طریقہ تھا پہلے کے بزرگوں کا وہ اس طرح مریدوں کی اصلاح کرتے تھے۔ ہائے ہم اس کو چھوڑے ہوئے ہیں۔ اس کی وجہ یا طمع ہے یا مخلوق کی ہیبت دل میں بھری ہوئی ہے اس لئے ہم کو امر معروف کی ہمت نہیں ہوتی، گو ان پر ہم کو قدرت ہو۔

سنو صا جنو! امر معروف میں خلوص اور ہمت کا بڑا اثر ہوتا ہے۔

حکایت ایک بزرگ تھے جو طویل سفر میں نماز و جماعت کے خیال سے ایک دو آدمی ساتھ رکھتے تھے اور چھوٹے سفر میں اس انداز سے سفر کرتے تھے کہ نماز کے وقت منزل پر پہنچ جائیں۔ اتفاق سے ایک چھوٹے سفر میں راستہ میں کچھ عرج ہو گیا اور ظہر کا وقت آ گیا اور گاڑی بان ہمت و تھانہوں نے وضو کیا اور سنتیں پڑھیں لیکن کوئی نمازی دکھائی نہ دیا۔ تب انہوں نے دُعا مانگی کہ اے اللہ! میں ہمیشہ جماعت سے نماز پڑھتا ہوں، اور اس وقت مجبور ہوں اگر آپ چاہیں تو اس وقت بھی جماعت سے نماز پڑھا سکتے ہیں، یا نماز بچھا کر یہ دُعا کر ہی رہے تھے کہ گاڑی بان سامنے آیا اور کہا کہ میاں مجھ کو آپ مسلمان کر لو، ٹری مسرت ہوئی، سمجھ گئے کہ دُعا قبول ہو گئی کیا پوچھنا اس مسرت کا، وجہ آ رہا ہو گا۔ غرض اسکو اسی وقت مسلمان کئے اور اسکو وضو کرانے کے بعد فرمائے کہ جو عمل میں کرتا ہوں اسی طرح تم بھی کرو، اور نماز کے سب ارکان میں سُبْحَانَ اللہ، سُبْحَانَ اللہ، دیکھئے یہ برکت تھی ہمت کی۔ یہ مسئلہ یاد رکھیے کہ جن کو نماز نہیں آتی، وہ سیکھنے کی کوشش کریں اور یاد ہونے تک سُبْحَانَ اللہ، سُبْحَانَ اللہ کہتے جائیں اور رکوع، سجدہ کرتے جائیں، پھر جتنا یاد ہوتا جائے اتنا پڑھے، باقی ارکان میں سُبْحَانَ اللہ کہا کرے، دیکھئے دین کس قدر آسان ہے۔ ایک اور مسئلہ یاد آیا سنئے بعض دیہات میں کوئی جنازہ کی نماز تک نہیں جانتا اور جنازہ کو بغیر نماز پڑھے دفن کر دیتے ہیں جب تک جنازہ کی نماز یاد نہ ہو، ایسا کیا کرو۔ نماز جنازہ کے شرائط یہ ہیں:

(۱) وضوء

(۲) استقبال قبلہ (یعنی نمازی کا قبلہ کی طرف منہ کرنا)

(۳) حضوری میت (یعنی نمازی کے سامنے جنازہ ہو)

اور جنازہ کی نماز کے ارکان ہیں (۱) کھڑا ہونا (۲) تکبیرات اربعہ (چار تکبیرات) کہنا، شرط

کے بعد ارکان ادا ہونے سے عبادت ادا ہو جاتی ہے۔ پس وضوء کر کے میت کو سامنے رکھ کر قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو، اور چار مرتبہ **اللَّهُ أَكْبَرُ۔ اللَّهُ أَكْبَرُ۔ اللَّهُ أَكْبَرُ۔ اللَّهُ أَكْبَرُ** کہہ کر سلام پھیر لیا کرو، بس نماز جنازہ ہو گئی۔

صاحبو! میں عرض کر رہا تھا کہ امر معروف میں خیال ہوتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جس کو امر معروف کیا جا رہا ہے وہ خفا ہو جائے، اس لئے آپ اپنی طرف سے امر معروف وہی عن انکر کا ایسا طریقہ نہ نکالو کہ جس سے کوئی خفا ہو جائے، اگر تمہارے اچھے طریقہ پر بھی کوئی خفا ہو جائے تو ہونے دو۔ پروا مت کرو تمہارا مذاق یہ ہونا چاہیے کہ

ہزار خوبس کہ بیگانہ از خدا باشد : خدا کے ایک تن بیگانہ کا شائبہ

ترجمہ: ہزار اپنے لوگ جو خدا سے بیگانہ و اجنبی ہیں، کس کام کے، ایک اجنبی جو خدا کے تعالیٰ کو جاننے والا ہے، دل چاہتا ہے کہ اس پر خدا ہو جائیں۔

جو شخص خدا سے بیگانہ ہے وہ ہمارے امر معروف سے ناراض ہو جاتا ہے، اس لئے ہم کو خدا پر نظر رکھنا چاہیے اور صرف خدا کی رضا کا طالب ہونا چاہیے، خواہ تمام عالم ناراض ہو جائے۔

دلارائے کہ داری دل درویند : دگر چشم از ہمہ عالم فرویند

ترجمہ: اے دل جو اللہ کا مطیع ہے اس سے اپنا دل لگا۔ اور تمام عالم سے روگردانی کر لے۔

وہ اچھا طریقہ کونسا ہے اس کو خدا کے تعالیٰ خود سکھاتا ہے: **"أَذْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَأَمَّا عِظَةُ الْحَسَنَةِ" (پک۔ رکوع ۱۶۔ سورہ نمل)** ترجمہ (اے پیغمبر! آپ لوگوں کو دانش، علم کی باتوں اور اچھی نصیحت سے اپنے پروردگار کے راستہ کی طرف بلاؤ۔

دیکھو نصیحت کرنا تو لٹھ سانہ مار دینا بلکہ اپنے رب کے راستہ کی طرف لوگوں کو علم کی باتوں کی طرف اچھی نصیحتوں کے ذریعہ جن سے رغبت اور شوق ہو، دل نرم ہو، بلائے، یعنی عنوان اچھا ہونا چاہیے

دل آزاری نہ ہو۔ طعن و تحقیر نہ ہو، نصیحت کا طریقہ بھی بتلادیا، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں پر کس قدر شفقت ہے اور منافرانوں کیلئے بھی کس قدر رعایت ہے کہ ان کو متوحش نہ کیا جاسکے جیسے طیب

نخازین کو نین دیتے ہیں مگر ہر شخص کے لئے طریقہ جدا ہے ایک تو اجنبی مرین ہے اس کو جب کو نین دیتے ہیں تو کچھ اہتمام نہیں کرتے بلکہ صرف پانی میں گھول کر اسکے سامنے رکھ دیتے ہیں اگر وہ تلخی کی وجہ سے نہ پی سکے تو کچھ

پرواہ نہیں ہوتی، اسکے برخلاف اپنے بچے کو دیتے ہیں تو شکر میں لپیٹ کر دیتے ہیں کہ دوا پیتے وقت اس کو تلخی معلوم نہ ہو۔ امر معروف کرتے وقت ایسا ہی کرنا چاہیے۔

امر معروف اور نہی عن المنکر کا خلاصہ یہ ہے اور اسکی نصیحت کرنے میں رعایت رکھنا ضروری ہے کہ مخاطب کو نصیحت سے وحشت نہ ہو، اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ“ (زکاء - رکوع ۱۱ - سورہ نحل)۔

نصیحت کرنے میں دفعۃً لٹھ سانہ مار دو، بلکہ خدا کے راستہ کی طرف حکمت یعنی علم کی باتوں سے جس سے خدا کا ڈر اور اس سے امید پیدا ہو، بلائے ”وَالْمَوْعِظَةُ الْحَسَنَةُ“

اور نرم نصیحت کے ساتھ بلائے، جس میں دل آزاری نہ ہو، طعن و تحقیر نہ ہو۔ دوسرے لوگوں کے ضمن میں نصیحت کرے۔ خود اسی کو صراحت سے نہ کہے، تنہائی میں کہے، لوگوں میں نہ کہے۔
گر نصیحت کئی، بخلوت کن۔ کہ جزاء میں شیوہ نصیحت نیست

ترجمہ: نصیحت تنہائی میں کرو، نصیحت کرنے کا اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں ہے۔
ہر نصیحت کہ بر ملا یا شد؛ اں نصیحت بجز نصیحت نیست (ترجمہ: جو نصیحت علانیہ کر دے نتیجہ نصیحت کی ہوگی)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں پر کس قدر شفقت ہے کہ نافرمانوں کو بھی اس قدر رعایت دے رہا ہے کہ انکو متوحش نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی اس شفقت کا ظہور اہل اللہ میں بھی ہے، اہل اللہ کو بھی مخلوق کے ساتھ بہت شفقت ہوتی ہے وہ اس طرفہ سے نصیحت کرتے ہیں کہ جس سے مخاطب کو نفع ہی ہوتا ہے بشرطیکہ اس شخص میں کچھ بھی ارادہ اور طلب ہے ورنہ اگر وہ خود نہ چاہے تو ایسے شخص کا علاج تو انبیاء علیہم السلام بھی نہیں کر سکتے۔ ہندوستان میں ایک بزرگ تھے ان میں خاص بات یہ تھی کہ ہر مجلس وعظ سے لوگ توبہ کر کے اٹھتے تھے نہ معلوم کیا بات تھی صاحبو! بات بس اتنی تھی۔ ع

از دل خیزد بر دل ریزد۔ ترجمہ: جو چیز دل سے نکلتی ہے دل میں گرتی ہے۔

انکرامت کے ساتھ شفقت بے حد تھی وہ دل سے چاہتے تھے کہ مخلوق کی اصلاح ہو جائے اسی کا یہ اثر تھا کہ ان کے ہر وعظ میں لوگ تائب ہو کر اٹھتے تھے۔

حکایت | ایک مرتبہ آپ نے وعظ فرمایا تو ایک سحرانہی اس میں موجود تھا جس کے ہاتھ ہندو

سے رنگے ہوئے تھے اور کنگن، چوڑیاں، پھلے پہنے ہوئے تھا۔ اس پر وعظ کا کچھ ایسا اثر ہوا کہ سب چوڑیاں کنگن ہاتھ سے نکال پھینکا اور مہندی کا رنگ، ور کرنے کے لئے پتھر پر ہاتھوں کو رگڑنے لگا اور اس قدر رگڑا کہ خون نکلنے لگا۔ مولانا نے فرمایا جس قدر اثر زائل نہ ہو سکے معاف ہے بس اب زیادہ نہ رگڑو، اس نے کہا کہ مولانا بس اب آپ غاموش رہیے۔ یہ ہاتھ اسی قابل ہیں کہ لہو لہان ہو کر کٹ جائیں اور اس قدر روپا کہ اسکی ہچکی بندھ گئی۔

حکایت اکبر شاہ ثانی کا زمانہ ہے گو اس وقت شاہ دہلی کی حکومت دہلی سے یا ہر بہت کم تھی اس دور میں ایک بزرگ رہتے تھے آپ ایک دفعہ بہت رات گئے تنہا نکلے جو لوگ بیدار تھے انکو فکر ہوئی کہ اس وقت مولانا کہاں چلے پھر حضرت کی حفاظت کے خیال سے آپ کے پیچھے اس طرح ساتھ ہوئے کہ مولانا کو اسکی خبر نہ ہو، اب کیا دیکھا کہ مولانا نے طوائفوں کے محلہ کی طرف رخ کیا انکو حیرت ہوئی کہ آپ کا یہاں کیا کام ہے پھر دیکھا کہ دہلی کی ایک مشہور طوائف کے مکان پر ٹھہر کر مولانا نے فقیروں کی طرح ایک صدا لگائی۔ اس رات اس طوائف کے یہاں کچھ تقریب تھی شہر کی سب طوائفیں وہاں جمع تھیں اور باہر کی طوائفیں بھی آئی ہوئی تھیں، مولانا کی آواز سن کر گھر والے سمجھے کہ کوئی فقیر ہے، طوائف نے اپنی خادمہ سے کہا کہ اسکو کچھ پیسے دیدو۔ وہ پیسے لے کر باہر آئی اور مولانا کو دیتے لگی، مولانا نے فرمایا اپنی بی بی سے جا کر کہو کہ میں ایک صدا کہا کرتا ہوں بغیر صدا سنائے کچھ نہیں لیا کرتا۔ اس نے جا کر پیام پہنچایا، چونکہ تقریب کا موقع تھا۔ اس نے کہا اچھا فقیر سے کہدو کہ اندر آ کر صدا سنائے، کچھ دیر اس کا لطف رہے گا۔ مولانا اندر تشریف لے گئے اور وعظ شروع کیا، زنا کی مذمت اور زنا کاروں کو جو عذاب دیا جانے والا ہے اس کو بیان کیا اس کا ایسا اثر ہوا کہ تمام طوائفیں روتے روتے بیتاب ہو گئیں، جب وعظ ختم ہوا تو سب طوائفیں قدموں پر گر پڑیں کہ ہم کو تو یہ کون دایے اور ہمارا نکاح کرا دیجئے۔ آپ نے ان کا نکاح کرا دیا اور لوٹ کر گھر آئے۔ یہ ہے طریقہ امر معروف اور نہی عن المنکر کا۔ اس لئے نصیحت کرنا ہو تو اس طرح کریں اور اگر بحث کا موقع آن پڑے تو ”وَحَيَا دِئْتَهُمْ جَالَتِیْ هٰی اَحْسَنُ“ (پاک رکوع ۱۶ سورہ نحل) ترجمہ: اور بہت ہی اچھے طریقے سے ان سے بحث کیجئے، اچھے طریقے سے کہ جس میں سختی نہ ہو غصہ نہ ہو، بہت نرمی سے بحث کرو، مناظرہ تو بڑی چیز ہے، اگر کسی جاہل سے بھی سابقہ پڑ جائے تو

اسکے جواب میں بھی جہالت کی جانفت ہے چنانچہ ارشاد باری ہے "وَ اِذَا خَاطَبْتُمُ الْجَاهِلُوْنَ
قَالُوْا سَلٰمًا ۝۱۹ (پک۔ رکوع ۱۹۔ سورہ الفرقان) ترجمہ: اور جب جہلان سے (جہالت کی بات
کرتے ہیں) تو وہ رفع شر کی بات کہتے ہیں۔

جہالت کی بات کا جواب بھی جہالت سے نہیں دیتے۔ کفار یہ کیا کرتے تھے کہ اپنے اشعار میں
مسلمانوں کی بیویوں کا نام لے لیکر اظہارِ نفی کرتے تھے، اس سے بڑھ کر اور کیا گستاخی اور غصہ
کی بات ہوگی، اس سے بھی بڑھ کر ایک اور گستاخی کرتے تھے وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے نام مبارک کو بجائے محمد کے مَذْمُوم (نعوذ باللہ) کہتے تھے خیال تو کیجئے کہ مسلمانوں کو کس
ماگوار ہوتا ہوگا کرمان لینے اور جان دینے کو تیار ہو جاتے ہوں گے، اتنی بڑی گستاخی اور ایسے
سخت غصہ کی باتوں پر اللہ تعالیٰ کی تعلیم سنئے: فرماتے ہیں "لَتُبْلَوْنَ فِيْ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ"
(پک۔ رکوع ۱۹۔ سورہ آل عمران) ترجمہ: الیٰہ آگے اور آزمائے جاؤ گے اپنے مالوں میں اور اپنے جانوں
میں۔ جان اور مال میں تمہاری آزمائشیں ہوں گی۔ وَلَتَسْمَعَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوْا
الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا اَذٰی كَثِيْرًا ۝۱۹ (پک۔ رکوع ۱۹۔
سورہ آل عمران) ترجمہ: اور الیٰہ آگے کو اور سنو گے بہت سی باتیں دل آزاری کی ان لوگوں سے
جو تم سے پہلے کتاب دیے گئے ہیں اور ان لوگوں سے بھی جو مشرک ہیں بہت سی ایذا کی باتیں سنو گے
مشرکین اور کفار سے بہت اذیت کی باتیں سنو گے "وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا
فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝۱۹ (پک۔ رکوع ۱۹۔ سورہ آل عمران) ترجمہ: اور اگر صبر
کرو گے اور پرہیز گاری اختیار کرو گے تو یہ بڑے ہمت کے کام ہیں اور ناکیدی احکام میں سے ہیں
تم کو صبر کرنا چاہیے یہ بڑی عالی مہمتی کا کام ہے۔ قرآن مجید میں اس طرح ادب بتلایا گیا ہے
اب حدیث سنئے:

نام مبارک محمد کو بدل مَذْمُوم کہہ کر گالیاں دیتے تھے، آپ اندازہ کیجئے کہ ایسے سخت الفاظ
سن کر مسلمانوں کا کیا حال ہوتا ہوگا، پھر مسلمان بھی ہمارے اور آپ کے جیسے مسلمان نہیں۔ اس وقت
کے مسلمان مگر قربان جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ آپ نے ایسی سخت بات کو مسلمانوں
کے دل سے کس طرح ہٹا دیا ہے دیکھو شتم قریش کو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے کس طرح ہٹا دیا کیونکہ

وہ شتم و لعنت کرتے ہیں مَذْمُوم پراور میں تو مُحَمَّد ہوں جو مذموم ہو گا وہ گالیاں اس پر ہونگی اور وہ برا مانے گا ہم کیوں برا مانیں یوں دل کو سمجھا لیا کرو کہ ہمارے حضور کا یہ نام مینا رکھنے ہی نہیں جیب جہالت کے مقابلہ میں خدا اور رسول کو سختی پسند نہیں تو مناظرہ و بحث کب پسند ہو گا۔ اس لئے فرمایا "وَجَاهِدْ لِنَفْسِكَ بِأَلْسِنَتِكَ هِيَ أَحْسَنُ" (آیت - رکوع ۱۶ - سورہ نحل) اور بہت ہی اچھے طریقے سے ان سے بحث کیجئے۔ مثلاً نماز، روزہ کے لئے سختی کرنے میں وہ اثر نہیں ہوتا جو نرمی سے ہوتا ہے کیونکہ نرمی سے بات آسانی سے دلنشین ہوتی ہے اس لئے نفس کو پابند کرنا اور آزادی سے روکنا ضروری ہے اور اس میں استقلال و بختگی پیدا کرنا ضروری ہے ورنہ انسان اور جانور میں کیا فرق ہو گا۔ مردانگی اس میں ہے کہ انسان اپنے نفس پر قابو پا فتنہ ہو، نفس کا تابع نہ ہو، نفس کو تباہ کرنے والی چیز تکبر ہے۔ انسان کو تواضع اور عاجزی اختیار کرنا چاہیے جس کا طریقہ یہ ہے کہ کسی سب سے بڑی عظمت والے کی عظمت اسکے پیش نظر ہے۔ اسلام نے اس کے لئے (۵) وقت کی نماز مقرر کی ہے جس کو باقاعدہ ادا کرنے سے اللہ تعالیٰ کی عظمت کا نقش اس کے دل پر جم جاتا ہے کیونکہ نماز میں ایسے ارکان ہیں جن سے انسان کی غایت درجہ ذلت ظاہر ہوتی ہے اور نفس پا مال ہو جاتا ہے۔

دوسری تباہ کرنے والی چیز نفسانی خواہشوں کی حرص ہے، مثلاً کھانے پینے اور عورتوں سے مخالفت کرنے کی حرص، اس کو بھی دبا کر اور معتدل رکھنا چاہیے، ورنہ آدمی انسانیت سے باہر ہو جاتا ہے اور حرام پر اقدام کرنے لگتا ہے، اسلام نے اس کا علاج روزہ فرض کیا ہے جو سال میں ایک ماہ مقرر کیا گیا ہے۔

تیسری مہلک شے حب مال ہے جس شخص کے دل میں حب مال کا غلبہ ہوتا ہے وہ ہر طرح اپنا ہی مہلا چاہتا ہے گو دوسروں کا نقصان ہی کیوں نہ ہو چنانچہ بہت سے لوگ غریبوں کے حقوق دبا لیتے ہیں اور ان کے مال و جائیداد پر غاصبانہ قبضہ کر لیتے ہیں، اس کا ظلم و قبیح ہونا ہر عاقل پر ظاہر ہے اس لئے حب مال کا علاج لازم ہے، اسلام نے اس کے لئے زکوٰۃ فرض کیا ہے کہ جس سے مال کی حرص گھٹ جاتی اور دنیا کی محبت سے دل پاک ہو جاتا ہے۔

اور تمام اعمال کا حاصل یہ ہے کہ نفس کو جانوروں کی طرح آزاد نہ چھوڑا جائے بلکہ اس کو

ناگوار امور کا پابند کیا جائے۔ غرض اس طرح نصیحت یا بحث لی جائے تا ناگواری نہیں ہوتی پس اتنا کام نصیحت کرنے والے کا ہے، پھر آگے اس تحقیق میں نہ پڑے کہ اس نے مانا اور کس نے نہیں، کیونکہ یہ کام خدا کا ہے "إِنَّ رَزَقَكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ" (پک۔ رکوع ۱۶۔ سورہ نحل) ترجمہ: آپ کا رزق خوب جانتا ہے اس شخص کو جو آپ کے راستے سے ہٹا گیا اور وہی راہ پر چلنے والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔

آپ کا رزق خوب جانتا ہے اس شخص کو بھی جو اس کے راستے سے گم ہوا، اور وہی راہ پر چلنے والوں کو بھی خوب جانتا ہے، اس لئے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ غرض اگر کفار علی بحث سے گذر کر علی حصار پر آرائیں، آپ اور آپ کے تابعین کو بدلہ لینا بھی جائز ہے۔ "وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوِّقْتُمْ بِهِ" (پک۔ رکوع ۱۶۔ سورہ نحل) ترجمہ: اور اگر بدلہ لینے لگو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنا کہ تمہارا ساتھ بڑاؤ کیا گیا ہے، اس سے زیادتی مت کرنا۔ "وَلَكِنْ صَبِرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ" (پک۔ رکوع ۱۶۔ سورہ نحل) ترجمہ: اور اگر صبر کرو تو وہ صبر کرنے والوں کے حق میں بہت ہی اچھی بات ہے۔ لیکن اگر ان کے ایذاؤں پر صبر کرو تو وہ صبر کرنا صبر کرنے والوں کے حق میں بہت ہی اچھی بات ہے، مخالف پر بھی اچھا اثر پڑتا ہے اور دیکھنے والوں پر بھی فاسد کر آپ کو حکم ہے "وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ" (پک۔ رکوع ۱۶۔ سورہ نحل) آپ صبر کیجئے اور آپ کا صبر کرنا خدا ہی کی توفیق سے ہے۔

اس لئے آپ کو دشوار نہ ہوگا۔ "وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ" (پک۔ رکوع ۱۶۔ سورہ نحل) ترجمہ: اور ان پر غم نہ کیجئے اور یہ جو کچھ تدبیر میں کیا کرتے ہیں اس سے تنگ دل نہ ہو جیئے۔

آپ نصیحت نہ ماننے والوں کا غم نہ کیجئے اور جو مخالفت میں تدبیریں کرتے ہیں اس سے تنگ دل نہ ہوں۔ ما شاء اللہ! ابتداء شفقت کا اور نرمی کا حکم دیا تا کہ تبلیغ کا کام نہ رُکے۔ ناامیدی کے بعد غم کرتے سے تبلیغ رکتی ہے، کیوں کہ حزن سے مبلغ کی ہمت پست ہوتی ہے غرض ہدایت تمہارے قبضہ میں نہیں بلکہ خدا کے قبضہ میں ہے تم کو اپنا کام کرنا چاہیے۔ تمہارا ثواب ضائع نہ ہوگا جو کام خدا کا ہے اس کو خدا کے سپرد کرو۔

کار خود کن کار بیگانہ مکن ترجمہ: اپنا کام کرو دوسروں کا کام مت کرو۔

اب اس تعلیم سے اس کا دل بڑھے گا اور برابر تبلیغ کرتا رہے گا آپ تقویٰ اور احسان کے ساتھ متصف رہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِيْنَ هُمْ مُحْسِنُوْنَ ﴿۱۶﴾ رکوع ۱۶ سورہ نحل ترجمہ: اللہ ایسے لوگوں کے ساتھ (ہوتا) ہے جو پرہیزگار (ہوتے) ہیں اور نیک کردار (ہوتے) ہیں۔

اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے یعنی انکی مدد کرتا ہے جو پرہیزگار اور نیک ہوتے ہیں۔ اس سے ہمت بڑھاتا ہے جیسے کسی عاشق کو اس کا محبوب جو کہ بدلتوں کے بعد ترس ترس کر ملا ہے پیچھے سے آکر اس طور سے کہ اسکو خبر بھی نہیں اسکو بغل میں دبا لے اور اتنا زور سے دبائے کہ اسکو طبعاً ناگوار ہی ہو مگر پیچھے مڑ کر دیکھا تو محبوب کے چہرہ پر نظر پڑی، گو اس میں مشقت اور اذیت ہے کیونکہ معشوق تو مڑنا تازہ تھا اسکو کوئی فکر و غم تھوڑا ہی تھا جو دبلا ہوتا اور عاشق اکثر غم عشق کی وجہ سے لاغر و نحیف ہوتے ہیں جیسا کہ مولانا فرماتے ہیں۔

عشق معشوقاں نہانت و ستیر : عشق عاشق یاد و صد طبل و نیر

ترجمہ: معشوقوں کا عشق پوشیدہ رہتا ہے۔ عاشقوں کا عشق علی الاعلان ہوتا ہے۔

ایک عشق عاشقاں تن زہ کند : عشق معشوقاں خوش و فرہ کند

ترجمہ: عاشقوں کا عشق تن کو گھلاتا ہے۔ اور معشوقوں کا عشق انکو فرحت دیتا اور مٹا کرتا ہے۔

تو یہ مشقت اور اذیت معشوق کے پہلو میں ہونے کی وجہ سے لذت و مزیدار معلوم ہوتی

ہے اسی طرح امر معروف و نہی عن المنکر میں گو اذیت و مشقت ہے مگر یہ شکر کہ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِيْنَ هُمْ مُحْسِنُوْنَ ﴿۱۶﴾ رکوع ۱۶ سورہ نحل

خدا کے تعالیٰ کی معیت کی وجہ سے وہ مشقت و اذیت لذت و مزیدار ہو جاتی ہے اس سے

نصیحت کرنے والے کی ہمت بڑھتی ہے۔

مناجیو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے سبب امر معروف

عزت کے فضائل خدا اور رسول کی اطاعت کے فضائل

و نہی عن المنکر میں آسانی ہوتی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول

کا اطاعت کرنے والا شرعی حدود میں رہ کر امر معروف و نہی عن المنکر کرے گا اس لئے اب اطاعت

رسول کی اہمیت کو نئے انداز سے سنئے :-

سنو صا حیو! بعض باتیں ایسی ہیں کہ جن کی عام طور پر ضرورت نہیں ہوتی جیسے زکوٰۃ کہ جس کے پاس مال ہے اسی کو زکوٰۃ کا حکم دیا جاتا ہے اور جس کے پاس مال نہیں ہے اس کو کچھ حکم نہیں ہے اور بعض باتیں ایسی ہیں کہ ہر شخص کو ان کی ضرورت ہے لیکن ہر وقت نہیں یعنی کسی وقت ضرورت ہے اور کسی وقت نہیں جیسے روزہ کہ گیارہ مہینہ اس کی ضرورت نہیں، رمضان ہی میں اس کی ضرورت پڑتی ہے اور بعض احکام وہ ہیں کہ جن کی ضرورت ہر مسلمان کو ہر وقت پڑتی ہے ہر وقت کام پڑھنے والے احکام میں سے ایک حکم اس آیت میں بیان کیا گیا ہے "يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْإِنْفَالِ قُلِ الْإِنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ عَزَّ وَجَلَّ" (سورہ انفال)

ترجمہ: یہ لوگ آپ سے (خاص) غنیمتوں کا حکم دریافت کرتے ہیں، آپ فرمادیجئے کہ یہ غنیمتیں اللہ کی ہیں اور رسول کی ہیں۔

مسلمانو! کیا صحابہؓ انسان نہیں تھے، بے شک انسان تھے ان کو بھی دیسے ہی مواقع پیش آتے تھے جیسے ہم کو، ہائے پھر صحابہؓ میں کیا بات تھی کہ جن کی نسبت ارشاد ہوتا ہے کہ ان کا ایک (پیاؤ وزن) تمہارے پہاڑ سے (خیرات میں) افضل ہے۔ سنو صا حیو! ان کا قوتِ ایمان، ان کا خلوص، ان کی فدا اور رسول کی تابعداری کی وجہ سے ان کا مدد ہمارے پہاڑ سے افضل تھا۔ فدا اور رسول کے حکم کے سامنے وہ کسی بات کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ ہماری طرح ان سے بھی کوئی بات ہو جاتی تھی مگر ہم اڑ جاتے ہیں اور خدا اور رسول کا حکم بالائے طاق رکھ دیا جاتا ہے، وہ فوراً چونک جاتے تھے اور خدا اور رسول کے حکم پر سر جھکا دیتے تھے، بس یہی انکی ادا خدا کو پیاری معلوم ہوتی تھی، آج بھی کوئی یہی ادا اختیار کرے تو ان صحابہؓ کے صدقہ میں خدا کا پیارا ہو جاتا ہے۔

سنو صا حیو! جنگ بدر کا واقعہ ہے اس حملہ میں شکر اسلام کے تین حصے ہو گئے تھے ایک کفار کو بھگاتا تھا۔ دوسرا اپنے متفرق بہادروں کو جمع کرتا تھا اور تیسرا حضور اقدسؐ کے گردشِ پرواز کے جان نثار تھا۔ جب جنگ ختم ہو گئی غنیمت کا مال جمع ہوا۔ مال کے حرص کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے استحقاق کے لحاظ سے صحابہؓ کے درمیان جھگڑا ہو گیا، ہر ایک اپنے اپنے استحقاق کو بتلانے لگا کسی نے کہا ہم مارچین کر لے آئے ہیں۔ دوسرے نے کہا ہم تمہاری پشت پر تھے اور متفرق فوج کو جمع کر کے

تمہاری مدد کر رہے تھے اور تیسرے نے کہا کہ ہم رسول اللہ پر خدا تھے جن کا یہ سب تصدق ہے ان کی حفاظت کر رہے تھے اگر تم کو کوئی حادثہ پہنچتا تو ہماری ہی پناہ میں آتے، اس پر جھگڑا ہو گیا اس وقت کے مسلمان ایسے نہیں تھے کہ جھگڑا اور بڑھاتے اور ذرا سی بات کو بڑھا کر گھر برباد کرتے اور بات بڑھا کر قانون کا نکتہ نکالتے اور دیکھ لوں گا بھلا کر کے اپنی جائدادیں برباد کرتے، ان کو تھا ہی ایک در سب کے سب در رسول پر آئے اور اپنا اپنا استحقاق بتلائے غنیمت کے متعلق حکم دریافت کئے کہ وہی آئی "يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ" پیارے رسول آپ سے غنیمت کے مال کے متعلق پوچھتے ہیں؟ کیا پیارا فیصلہ ہو کر عرش سے آتا ہے "قُلْ اِلَّا نَفَالٌ لِلّٰهِ وَالرَّسُولِ" پیارے نبی آپ اپنے خادموں سے کہو کہ تم نے جو جو خدمتیں کی ہیں وہ خدا اور رسول کے لئے کی ہیں یا مال غنیمت کے لئے، اگر خدا اور رسول کے لئے کی ہیں تو اس کے صلہ میں خدا اور رسول تم سے خوش، جنت فردوس تمہارا۔ دنیا اور دنیا کی چیزوں سے تم کو کیا کام جو مال غنیمت جمع ہوا ہے وہ خدا اور رسول کا ہے تمہارا کچھ استحقاق نہیں۔ ان کا اختیار ہے جسکو چاہیں دیں، جس کو چاہیں نہ دیں جو چاہے کریں "فَاتَّقُوا اللّٰهَ" (پ۔ رکوع سورہ انفال) ترجمہ (سو تم اللہ سے ڈرو) خدا سے ڈرو، دنیا کی حرص مت رکھو بلکہ آخرت کے طالب بنو، مسلمان کے سامنے ہمیشہ آخرت رہنا چاہیے "وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ" اور اپنے باہمی تعلقات کی اصلاح بھی کرو، یہ جھگڑے کیسے آپسی تعلقات درست کرو، مسلمان کے دل میں بھی کہیں کدورت رہتی ہے "وَاطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ" اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ اور اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم ایمان والے ہو۔

اگر مسلمان ہو تو خدا و رسول کی اطاعت کرو، آپس کے جھگڑے چھوڑ دو، اتفاق پیدا کرو۔ صحابہ کے دل تھے ہمارے جیسے دل نہ تھے، سب کا نپ گئے، سارے جھگڑے بھولے، خدا اور رسول کے راضی کرنے کی فکر لگ گئی، مال غنیمت سے دست بردار ہو گئے۔ خدا و رسول کے حکم پر راضی ہو گئے حکم آیا پانچواں حصہ کل مال سے نکال کر چار حصہ میں مقاتل، معین، شریک سب برابر ہیں، سوار کو دو حصہ اور پیادوں کو ایک، تقسیم کیا گیا۔

اللہ اللہ، آپس کے جھگڑے بھی کیا بُری چیز ہیں، اگلی امت پر مال غنیمت حرام تھا۔ آگ آکر مٹا دیتی تھی، اور اس امت پر حلال کیا گیا۔ تا اتفاق کی وجہ سے پھر چین لیا گیا، پھر معافی مانگنے سے

پانچواں حصہ کم کر کے دیا گیا۔ صاحبو! ابھی میں نے عرض کیا کہ بس پیرلی مسلمان کو۔ وقت ضرورت ہے وہ خدا و رسول کی اطاعت ہے مسلمان کو ہر لحظہ اور ہر بات میں خدا اور رسول کی اطاعت کی ضرورت ہے اسی واسطے آیت ”أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ مَنْ دُونَهُ“ (پٹ۔ رکوع سورہ انفال) میں جتنا زور دیکر ارشاد فرمایا ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کیا ہو کہ مسلمان کی اطاعت سے بڑھے، اطاعت نہ ہو تو مسلمان نہیں ایک اور مقام پر تو اس سے زیادہ صاف فرمایا ہے کہ ”فَلَا وَدَلَّكَ إِلَّا مَنْ دُونَهُ“ (پٹ۔ رکوع سورہ نساء) ترجمہ: پھر قسم ہے آپ کے رب کی۔ بول دیا نذر نہ ہونگے جب تک کہ یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہوا سمجھیں یہ لوگ آپ سے تصفیہ کر رہے ہیں آپ کے رب کی قسم جب تک ہر بات میں آپ کے حکم پر نہ چلیں گے مسلمان ہوں گے۔ بے نمازی اور بے روزہ دار ذرا اپنی خبر لیں۔ یہ آیت کیا کہہ رہی ہے صرف حکم پر چلنے سے بھی کچھ نہیں ہوتا حکم پر چلیں اور اسکے ساتھ دو باتیں ہوں ”ثُمَّ لَا يَجِدُ وَافِقًا“ (پٹ۔ رکوع سورہ نساء) ترجمہ: پھر آپ کے اس تصفیہ سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پادیں۔

صرف حکم پر چلنا ہوتا تو گلہ کر کے ٹال دیتے، ایسا عمل کرنے سے مومن نہیں، اس لئے فرمایا آپ کے احکام سے دل میں کوئی تنگی نہ پائیں، کھلے دل سے عمل کریں، کھلے دل سے عمل کرنے کی علامت یہ ہے ”وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا“ (پٹ۔ رکوع سورہ نساء) ترجمہ: اور پورے طور پر تسلیم کر لیں۔ خود کو پورا پورا نبی کے سپرد کر دیں، اگر رات میں جگاتے ہیں، تراویح پڑھاتے ہیں، تیار اگر دن کو بھوکے پیاسے رکھتے ہیں، تیار مالداروں سے زکوٰۃ دلاتے ہیں، تیار کام چھڑا کر پانچ وقت مسجد میں نماز کے لئے بلاتے ہیں، تیار جہاں ایسا نہ ہو وہ مسلمان نہیں، اس وقت احکام کو چھوڑے نہیں، بلکہ احکام کا مقابلہ کر رہے ہیں، احکام کا مذاق اڑایا جاتا ہے کہ روزہ رکھے وہ جسکے گھر میں اناج نہ ہو، یا ہم سے تو بھوکا نہیں مرا جاتا۔ اس کو علماء کفر کہتے ہیں، اس سے دل میں تنگی اور عدم تسلیم پائی جاتی ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا و رسول کی دل میں عظمت نہیں ہے اس لئے سینکڑوں جھٹیں نکالتا ہے ریدی ٹکٹ لگا کر ٹیپ خانہ میں ڈالتا، خط پیرنگ ہو گیا، کارڈ میں پتہ کی جگہ کچھ اور لکھ دیا، خط پیرنگ ہو گیا، کیوں صاحب کیا کچھ وزن بڑھ گیا، کیا کبھی سرکاری احکام میں بھی اس طرح کی تنگی آئی ہے، اگر کوئی پوچھے تو کہتا ہے کہ سرکاری حکم ہے، صرف سرکاری عظمت دل تنگ نہیں ہونے دیتی، اگر خدا و رسول کی بھی

کچھ عظمت ہوتی شریعت کے احکام بھی ایسے ہی ہوتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ خدا و رسول سے محبت نہیں ہے، محبوبہ کی تمام فرمائشیں کس خوشدلی سے پوری کی جاتی ہیں کسی پر اگر کوئی مر رہا ہو اور وہ کہے کہ تم کو دو دن بھوکے مرنے پڑے گا تب کہیں ہمارا احوال ہوگا۔ وہ کہے گا کہ پیار سے دو دن تو کیا میں چار دن بھوکا رہنے تیار ہوں، کسی طرح تم مل جاؤ۔ خدا و رسول کو بھی ایسی ہی اطاعت مطلوب ہے، اطاع کے معنی رغبت سے کرنا ہے یعنی تابعداری رغبت سے ہو۔

میسرے خدا و رسول کو محسن نہیں سمجھ رہا ہے ورنہ قاعدہ ہے کہ انسان خود کو محسن کے حوالہ کر دیتا ہے، اگر یہ تین باتیں صرف اعتقاد میں ہوں تو ادنیٰ درجہ ایمان کا ہے، عقلاً تنگی ہو اور عمل کر رہا ہو تو یہ اوسط درجہ ایمان کا ہے طبعی تنگی نہ ہو عمل کر رہا ہے یہ اعلیٰ درجہ کا ایمان ہے، ادنیٰ درجہ، سکرات کے وقت اڑ جانے کا خوف ہے، کیا غضب کی بات ہے کہ اگر بال دنیا قلیل ہو تو ہر وقت اس کے بڑھانے کی فکر رہتی ہے اور ایمان کے بڑھانے کی فکر نہیں، جو شتر بے ہمار کی طرح پھرتے ہیں خدا و رسول کے احکام کی پرواہ نہیں، وہ دنیا میں بھی ذلیل و خوار ہیں، اگر کچھ ان کی عزت ظاہری طور پر ہو جاتی بھی ہے، اور لوگ ان سے ڈرتے بھی ہیں تو یہ ایسا ہے جیسے شیر سے ڈرتے ہیں، ابھی اگر شیر آ جائے تو سب تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں لیکن اس کے پیچھے گایاں دیتے ہیں، خدا کے فرماں برداروں کی سچی عزت ہوتی ہے دل سے انکی تعظیم ہوتی ہے ان کے پیچھے بھی انکی تعریف ہوتی ہے، خیر یہ تو دنیا کا فائدہ ہے اور آخرت میں یہ ہے کہ یہ پیغمبروں، صالحین اور شہداء کے ساتھ رہیں گے، خدا ان سے راضی و خوش ہوگا ہائے بیوی بچوں کی ناراضگی پسند نہیں تو خدا کی ناراضی کی کیسی برداشت ہوگی، خدا کو راضی کرنا ہو تو وہ بغیر اطاعت خدا و رسول کے نہیں ہو سکتا۔ پیغمبروں، صالحین، شہداء کے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو اطاعت کرو۔

حکایت ایک چیونٹی کو شوق ہوا کہ کسی طرح کعبہ پہنچوں، لوگوں سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ کعبہ تو بہت دور ہے۔ بڑی وقتوں سے پہنچنا پڑتا ہے، غریب شتاق چیونٹی نے جب یہ سنا، اور خود کو دیکھا اور دھوپ، ہوا، پانی، زمین کا فاصلہ وغیرہ پر غور کیا تو مایوس ہو گئی، ایسی حالت میں ایک مار ہمیر پر نظر پڑی، اس رہبر نے کہا کہ ٹھیکہ ایک انسان تدبیر بتلاتا ہوں، ہاں سارے نخرے چھوڑنا پڑے گا وہ اس پر راضی ہو گئی، تھوڑی دیر بعد حرم کا کیو تر آیا، وہ رہبر نے اس کو پہچانا

اور چیونٹی سے کہا لو مبارک ہو مقصود ملنے کا وقت آگیا، دیکھو یہ حرم کا کبوتر ہے اسکے پاؤں کو چپٹ جاؤ۔ اسکے ساتھ کعبہ پہنچ جاؤ گے، اس نے یہی کیا اور حرم کو پہنچ گئی۔ ع
دست دریاے کبوتر زد و ناگاہ رسید ترجمہ: کبوتر کا پاؤں پکڑی اور یکا یک (حرم تک) پہنچ گئی۔
مگر اب دیکھنا یہ ہے کہ ہم کیا اطاعت کر رہے ہیں، غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ہم خدا اور رسول کی اطاعت نہیں کر رہے ہیں بلکہ اپنے نفس کی اطاعت کر رہے ہیں، خطِ نفس ہو تو اللہ و رسول کے تابع رہتے ہیں جہاں ذرا سی سختی پڑی تو نفس کے تابع ہو جاتے ہیں۔

حکایت کسی نے ایک شخص سے پوچھا کہ کیا روزہ رکھو گے کہا بھائی ہمت نہیں ہوتی، جب دن ختم ہوا تو کہا کہ افطار کھاؤ گے کہنے لگا کہ افطار بھی نہ کھائیں تو کیا بالکل کافر ہو جائیں ہر معاملہ میں ہم خدا و رسول کی ایسی ہی اطاعت کر رہے ہیں، اگر طبیب کہہ دے کہ آج دن بھر کچھ نہ کھاؤ، نہ پیو ورنہ فلاں مرض ہوگا۔ طبیب ایک دن کے لئے کہے تو دو دن بھوکے پیاسے رہو گے، خدا کے قول کی طبیب کے قول کے برابر بھی پرواہ اور وقعت نہیں ہے، اس کے لئے قدرے عادت اور زیادہ ہمت کی ضرورت ہے، کچھ بھی نہ ملے تو اطاعت کرنا چاہیے تھا۔ یہاں تو اطاعت کے ساتھ یہ فضائل بھی ہیں اور ثواب بھی ملتا ہے۔

دُعاء اے الہی! ہم تجھ ہی سے مانگتے ہیں، تجھ سے نہ مانگیں تو پھر کس سے مانگیں۔ اے اللہ! تو بڑا مہربان ہے، بہت رحمت کرنے والا ہے۔

بے پناہوں کو پناہ دینے والے !

ڈرنے والوں کو امن دینے والے !

او بے سہاروں کے سہارا !

او بے پناہوں کی پناہ !

او ناتوانوں کی پشت و پناہ !

تیرے ہی سے بڑی امید ہے۔

تو ہلاکت سے بچانے والا ہے تو ڈوبتے کو ترانے والا ہے۔

او زبردست قدرت والے ! ساری دنیا تیرے سامنے سر جھکا تی ہے، ہم کیا منہ لیکر تیرے

تیرے سامنے آئیں۔ ہمارے درد اور سلام تیرے ہی تک پہنچا، ان کے سہارے کی امید پر تیرے سامنے آتے ہیں، تو ہم کو مت دیکھ، تیرے ہی کو دیکھ، ان ہی کے نام لیوا ہیں، تیرے غلام ہیں مگر بھاگے ہوئے غلام ہیں درد بہت مارے مارے پھرے، مَنْ يَفْقِرُ الذُّلُّ نَوْبُ إِلَّا اللَّهُ تیرے سوا کوئی ایسا نہیں کہ گناہ معاف کر سکے، ادھر ادھر پھیر کر تیرے در پر آ پڑے ہیں، اب تیرا در چھوڑ کر کہاں جائیں، بھلے ہیں یا رے ہیں جو کچھ ہیں تیرے ہیں، ہمارے جیسے تیرے سینکڑوں غلام ہیں مگر تیرا جیسا ہمارا کوئی مالک نہیں، سراپا گنہگار ہیں، اس شرمندگی سے کہ نیکی ہم سے ہو ہی نہ سکی، سر جھیکا، سر موئے ہیں، الہی! ہم اپنی عقل پر روتے ہیں وہ عقل ہی کیا کہ جسکو اپنے دوست کی طلب نہ ہو، الہی! کیا کروں، دشمن کی عمر کی گھڑی لوٹ لی، کیا تدبیر کروں، جو تدبیر کرتا ہوں الہی! پڑتی ہے۔ الہی! ہم تیرے بہت بڑے بندے ہیں، ہم خود کو تیرا بندہ کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے، تجھ جیسے مالک کے بندہ بھی تجھ جیسے ہونا چاہیے نہ کہ مجھ جیسا گنہگار شرمندہ ہوں۔ پاک خدا کا پاک ہی بندہ ہوتا ہے، کیا تیرا علم ہے، کیا تیری رحمت کا جوش ہے کہ غفلت تو ہماری ایسی پھر بھی تو ہم کو یاد کرتا ہے، گناہ ہمارے ایسے پھر بھی تو ہم کو مغفرت کے لئے بلاتا ہے جیسے ماں بچہ کے عیبوں کو چھپاتی ہے ایسا ہی تو ہمارے گناہوں کو چھپاتا جاتا ہے، رُسوا نہیں ہونے دیتا، تصور پر تصور، لکھتا جاتا ہے پھر برابر رزق پہنچاتا ہے اگر تو ہمارے ٹکڑے ٹکڑے کرنا تب بھی ہم اسی کے قابل تھے، اگر الہی! ہم وہ کام کئے ہیں جو ہمارے لائق ہے تو وہ کام کر جو تیرے لائق ہے، تیرے لائق کام یہ ہے کہ گناہوں کو مٹا کر ان کی جگہ نیکی لکھ دے، تیری ایک رحمت دنیا میں ہے اور (۹۹) رحمتیں آخرت میں ہیں، گو ہمارے گناہ بہت بڑے بڑے ہیں مگر آپکی (۹۹) درجہ والی رحمت کیا کچھ کم ہے، اس لئے ہم کہتے ہیں کہ ہمارے گناہوں کو مٹا کر اسکی جگہ نیکی لکھ دیجئے۔ الہی! ہم سب گناہوں سے توبہ کرتے ہیں پھر کبھی نہیں کریں گے اور توفیق دے کہ پھر کبھی نہ کریں۔ الہی! ہم کو تیرا ایسا خوف دے کہ جس کے سبب ہم سے تیرا کوئی گناہ نہ ہو سکے اور ہم سے اس قدر تیری اطاعت کر دے کہ جو ہم کو جنت میں پہنچا دے، تیرے تضاد و قدر کا اس قدر ہم کو یقین دے کہ دنیا کی مصیبتیں ہم پر آسان ہو جائیں۔ الہی! ایسی مصیبت مت دے کہ جس سے ہمارا دین بگڑ جائے الہی! دنیا کو ہماری نظروں میں ایسا مت بنا کہ ہم سمجھیں کہ جو کچھ ہے دنیا ہے اور آخرت کی پرواہ ہی نہ کریں۔ الہی! تو وہ پاک ذات ہے کہ تجھ کو کوئی دیکھ نہیں سکتا کسی کا خیال تیرے تک نہیں پہنچ سکتا تو جیسا ہے ویسا کوئی وصف بیان نہیں کر سکتا۔ حوادث تجھ کو متغیر نہیں کر سکتے، سارے عالم کے

ذره ذره سے تو واقف ہے، تیرے سے کوئی چیز چھپ نہیں سکتی۔ ہمارا یہ معروضہ ہے کہ ہمارے عمر کا آخری حصہ ہماری عمر کے پہلے حصہ سے بہتر بننا۔ ہمارا آخری عمل ہمارے پہلے عمل سے بہتر رہے سب دنوں سے بہتر وہ دنیا بننا کہ جس میں ہم تجھ سے ملیں۔ ہمارے مالک! ہمارا ایک اور معروضہ ہے تو عجیب شان والا ہے، تو نیکیوں کو ظاہر کرتا اور برائیوں کو چھپاتا ہے تو پردہ دری نہیں کرتا تو بہت بڑا معاف کرنے والا ہے، تیری مغفرت بہت وسیع ہے، کچھ کو بلانے کے لئے جیسے کوئی محبت سے ہاتھ پھیلاتا ہے اسی طرح تو رحمت کے لئے ہاتھ پھیلاتا ہے۔ او بھیدوں کے جاننے والے! او شکایتوں کے دور کرنے والے! او تصوروں کو دور گذر کرنے والے! او ہمارے استحقاق کے بغیر ہم پر احسان کرنے والے! ہمارے مالک! ہمارے موٹی! ہمارے مقصود! ہماری ایک بات سن! ہمارے جسم کو دوزخ کی آگ میں مت بھن۔

ماں جیسے سمجھ بچہ کو سنبھالتی ہے وہ آگ دیکھتا ہے نہ سانب نہ بچھو، بس گرا پڑتا ہے۔ گراماں ہر مہر چیز سے روکتی ہے، ایسا ہی او لاکھوں ماؤں سے زیادہ محبت کرنے والے! ہم کو ہر اس چیز سے بچاتا رہ کہ جو آخرت میں ضرر دینے والی ہے۔ الہی! دنیا داروں کی آنکھیں جیسے دنیا سے ٹھنڈی ہوتی ہیں ایسا ہی ہماری آنکھیں تیری عبادت سے ٹھنڈی ہوں۔ الہی! تیرے دیدار کا شوق دے۔ او بے سہاروں کے سہارے! ہم کو دشمن کے ہاتھ میں مت دے دے کہ نفس و شیطان ہم کو بہکا کر تیرے راستہ سے نہ بٹھکا دیں۔ الہی! علال روزی کھلا ہمیشہ حرام سے بچاتا رہ۔ الہی جو بے سمجھ ہیں ان کا کیا ذکر ہے تیرے ان مجبور بندوں کا صدقہ ہر حال میں تیرا ذکر کیا کرتے ہیں، کمرے، میٹھے لیٹے، کوئی آن تیری یاد سے غافل نہیں ہیں۔

اے خدا تیرے برگزیدہ اور مقبول مقربان بارگاہ کا صدقہ۔

الہی! تیری شان لا اوبالی کا صدقہ۔

الہی! تیری شان کبریا کی کا صدقہ۔

الہی! تیری عظمت و اعلیٰ کا صدقہ۔

الہی! تیرے پیار سے نبی نے نام نامی کا صدقہ۔

اے خدا تیرے عاشقوں کے عشق و محبت کا صدقہ تیرے ذاکرین کے ذکر و فکر کا صدقہ
 ہم بے سمجھوں کو سمجھ دے، غفلت ہٹے، تیرے ذکر و فکر کا چکا لگ جائے۔
 اے بھٹکے ہوؤں کو راہ دکھانے والے، اے بے دردوں کو درد دل دینے والے! ہمیشہ
 ہم کو تو اپنی نوکری میں رکھ، دنیا میں رہنا، اور پھر دنیا سے باہر ہمارا شیوہ ہو جائے۔
 اے عشق و محبت دینے والے خدا، تیری اوتیرے رسول کی محبت ہمارے دلوں میں بس جائے
 غرض بار الہا! ہم آپ کے ہوں اور آپ ہمارے ہے
 دل میں مقصود و مدعا نہ رہے، تو رہے اور دوسرا نہ رہے
 پہلے آپ کی حالت عرض کرتا ہوں ہے

خدا کے در پہ میں بندے خدا کے آئیں ہوئے
 دعا کے واسطے ہاتھوں کو ہیں اٹھائے ہوئے
 دلوں میں جوشِ تمنا لبوں پہ جا سرائی
 سروں کو فرطِ خجالت سے ہیں جھکائے ہوئے

اب میری حالت سنئے ہے

گنہگار ہوں میں سب سے بڑھ کے قابلِ رحم
 اسی لئے ہیں مجھے پیشوا بنائے ہوئے
 کہ اس پر رحم اگر ہو تو ہو دیں سب مغفور
 یہ کہہ رہے ہیں آئینِ گڑ گڑائے ہوئے
 اہلی! ہم ہیں گنہگار اور تو ستار
 کرم سے اپنے ہمارے گنہ چھپائے ہوئے
 میں تو فاتمہ یا رب ہمارا ہو با نحر
 جہاں کو چھوڑیں تو ہوں تجھ سے لگائے ہوئے
 بعد میں جائیں تو ایمان کے شبِ چراغ کے ساتھ
 ہوتیرا دامنِ عفو و کرم چھپائے ہوئے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَعُظْمٰی بَارَكْ

مورخہ ۲۸ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ

حضرت قبلہؑ نے حاضرین سے فرمایا کہ تین مرتبہ درود شریف پڑھیں، پھر آپ نے بھی یہ درود شریف تین مرتبہ پڑھا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَصَحْبِهِ اَفْضَلِ صَلَواتِكَ وَعِدَدَ مَعْلُوْمَاتِكَ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

(ترجمہ: اے اللہ درود بھیج ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اتنی تعداد میں جو آپ کی معلومات کے موافق ہے برکت اور سلام نازل فرما)

حضرات! ہم میں بہت سے لوگ رمضان المبارک کے انتظار میں تھے اور وہ اسی انتظار انتظار میں اپنی قبروں میں جا کر سو گئے۔ آپ اور ہم کس قدر خوش تقدیر ہیں کہ پھر رمضان المبارک سے ملنے کا موقع ملا۔ کیا کہوں رمضان! کیسے رمضان! کیا شان ہے رمضان کی! آپ نے سنا ہوگا اور رمضان کے جو فضائل ہیں وہ آپ ہر جگہ سنتے ہوں گے مگر مثال کے طور پر میں آپ سے ان میں سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں سنئے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ فاضل حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ آسمانوں کی امان جبرئیل علیہ السلام سے ہے، جبرئیل علیہ السلام جب تک آسمانوں میں رہیں گے، آسمانوں میں امن رہے گا۔ زمین کا امان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ حضرت کی یہاں تشریف آوری کی وجہ سے زمین والے امن میں رہیں گے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا امان رمضان سے ہے جب تک یہ امت رمضان المبارک کی قدر کرتی رہے گی، اس کی تعظیم کرتی رہے گی اور اس پر عمل کرتی رہے گی وہ امن و امان میں رہیں گے، اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو میری امت پر عباد و نمود کی مانند عذاب کرنا منظور ہوتا تو سورہ "قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ" اور رمضان نہ دیتا۔ اللہ نے اس امت کو سورہ "قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ"

اور رمضان المبارک جیسا ہینہ عطا کیا ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہماری امت پر وہ عذاب نازل ہونے لگا جو عذاب کہ قوم عاد و ثمود پر نازل کیا تھا۔ کیا فضیلت عرض کروں رمضان المبارک کی! رمضان المبارک کی رات میں جو لوگ جاگتے ہیں اور تراویح پڑھتے ہیں ان کو شہید کا ثواب ملتا ہے۔ صاحبو! کیا فضیلت ہے اس امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی! رات کو جاگنے والوں کو تراویح پڑھنے والوں کو شہید کا ثواب ملتا ہے، جو لوگ نمازیں یا صر تلاوت کر کے قرآن شریف ختم کرتے ہیں ان کو حج کا ثواب ملتا ہے۔ "سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ" پڑھنے والوں کو حج مقبول و عمرہ کا ثواب ملتا ہے، یہ شان ہے رمضان المبارک کی! اس شان کا رمضان المبارک آپ کے پاس آگیا ہے، کیا خیر و برکات ہیں اس کے، آپ خود محسوس کر رہے ہو گے کہ ہر ایک مسلمان کا دل اولیاء اللہ کے دل کی مانند ہو گیا ہے، ہر ایک مسلمان کے دل میں توجہ الٰہی اللہ پیدا ہو گئی ہے، ہر ایک میں ایک خاص توجہ ہے اللہ کے ساتھ، آپ دیکھ رہے ہیں کہ مسجد میں کیسی آباد ہیں، کوئی قرآن شریف کی تلاوت کر رہا ہے تو کوئی ذکر کر رہا ہے، کوئی توبہ استغفار کر رہا ہے اور اپنے گناہوں کو یاد کر کے رورہا ہے اور اپنی مغفرت مانگ رہا ہے، یہ سارا انقلاب ایک دم رمضان آتے ہی ہو گیا۔ کیا آپ غور فرمائے کہ اس کی وجہ کیا ہے؟ یہ انقلاب کیوں ہوا؟ شعبان میں ان کے دلوں کی یہ حالت تھی اور نہ شوال میں رہے گی، یہ رمضان آتے ہی اس کے سبب سے ہمارے دلوں کی حالت اس قدر کیوں بدل گئی؟ ایسا کیوں ہوا میرے دوستو! اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کا اور ہمارا دشمن جو آدم علیہ السلام کا بھی دشمن ہے، قید ہو گیا ہے، ماہ رمضان المبارک کا چاند نظر آتے ہی ابلیس یعنی شیطان جو بہکانے والا ہے قید ہو گیا ہے، اس کے قید ہونے کی وجہ سے ہمارے دلوں کی یہ حالت ہو گئی ہے، اس کے علاوہ ہمارے پہلو میں بھی ایک دشمن ہے یعنی نفس، یہ بھی ایک دشمن ہے جو گناہوں کی طرف متوجہ کرتا رہتا ہے مگر میرے دوستو! رمضان المبارک میں شیطان کے قید ہونے کی وجہ سے یہ اکیلا ہے، اکیلا ہونے کی وجہ سے دب جاتا تھا۔ اب رمضان المبارک جا رہا ہے اور شیطان قید سے چھوٹتا ہے، اب اس کے بعد دیکھئے شیطان گھر کے بھیدی ہے چوری کرتا ہے، یہ گھر کا بھیدی ہمارا نفس ہے اور عموماً گھر کے بھیدی ہی سے چوری ہوتی ہے۔ غرض نفس شیطان سے مل جاتا ہے اور یہ دونوں مل کر دیکھئے کیسی تباہی اور کیا کیا ہنگامے مچاتے ہیں۔

شیطان ایسا دشمن ہے کہ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے کہ وہ آپ کا دشمن ہے پھر بھی کیا آپ کو اس کے دشمن ہونے میں کچھ شک ہے، پھر یہ نافرمانیاں ہونے کے بعد اب کیا شک رہا؟ دشمن بھی کیسا دشمن ہے میاں! یہ ایسا دشمن ہے کہ آخر وقت میں جب سکرات میں ہیں، مصیبت میں پڑے ہوئے ہیں، اس مصیبت اور تکلیف کے وقت شیطان آکر ایمان پھیننے کی فکر میں رہتا ہے اور زندگی میں بھی سلسل نافرمانیاں کرا رہا ہوتا ہے اس کو ایک مثال سے سمجھئے :-

فرض کرو کہ دو کام ہیں کہ ایک میں ثواب کم ہے اور دوسرے میں ثواب زیادہ ہے تو شیطان آپ کو زیادہ ثواب کا کام بھی نہ کرنے دے گا۔ اگر کرنے بھی دے گا تو وہی کام کرنے دے گا کہ جس میں ثواب کم ہے کچھ بھی ہو دشمن ہے۔ دشمنی نکالنا چاہتا ہے کبھی تو میاں ایسا کرتا ہے اور کبھی ایسے کام آپ سے کرواتا ہے کہ آپ کا خاتمہ خراب ہو جائے۔ میں مثال کے طور پر ایک بد نصیب کا قصہ سناتا ہوں۔

حکایت | اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں اس کا قصہ بیان فرمایا ہے لیکن اس پر اللہ کا ایسا غضب ہے کہ اس کا نام نہیں لیا اور نہ نام لینا چاہتا ہے، بغیر نام لئے اس کا قصہ سنایا ہے وہ قصہ یہ ہے اور اس کا نام ہے بلعام بن باعور۔ کیا کہوں کیا شخص کیا ہو کر مرا۔ کیسے افسوس کی بات ہے، یہ ایسا عابد و زاہد تھا اور اتنی عبادت کیا تھا کہ یہ بلعام صاحب کرامات ہو گیا تھا۔ بڑی بڑی کرامتیں اس سے صادر ہو چکی تھیں، آپ اس سے اندازہ لگائے کہ اسکے قیام مرید تھے جو ہوا پر اڑتے تھے تو مرشد کا کیا حال ہو گا۔ ایسا عابد و زاہد اور ایسا صاحب کرامات کہ جو دعا کرتا قبول ہوتی تھی، اس لئے سارے ملک میں مشہور ہو گیا تھا کہ اس کی دُعا قبول ہوتی ہے۔ ایک دفعہ اتفاق یوں ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام ایک کافر بادشاہ کے ساتھ جہاد کرنا چاہے، اس لئے موسیٰ علیہ السلام فوج لے کر اس کافر بادشاہ پر چڑھائی کئے اب اس بادشاہ نے دیکھا کہ میں موسیٰ علیہ السلام اور ان کی فوج سے تاب نہ لاسکوں گا اس لئے اس نے بلعام بن باعور کے پاس کہلا بھیجا کہ تم آؤ اور موسیٰ علیہ السلام کے لئے بد دُعا کرو۔ میں تم کو بہت کچھ انعام دوں گا۔ پہلے تو اس نے انکار کیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے اس کے پاس اس قدر مال و دولت بھیجی کہ جس سے اس کا گھر بھر گیا، ٹاپلچ میں اب چلا ہے موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں بد دُعا کرنے کے لئے، تو بلعام کی تمام کرامتیں چھین لی گئیں، وہ دعائیں جو قبول

ہوتی تھیں اور ان میں جو اثر تھا اب وہ نہ رہا۔ وہ بالکل ایسا ہو گیا جیسے سانپ کچلی میں سے نکل جاتا ہے، اسی واسطے اللہ تعالیٰ اس کا قصہ بیان فرما کر کہا ہے قرآن میں کہ:-
 كَمْثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثُ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثُ (پ- اعراف- ۷)
 ترجمہ:- تو اس کی مثال کتے کی سی ہو گئی کہ اگر سختی کرو تو زبان باہر نکالے رہے، اور یوں ہی چھوڑ دو تو بھی زبان نکالے رہے۔

اس کی حالت کتے کی طرح ہو گئی اور اس کم سختی کی ساری کرامات اسی طرح چھین لی گئیں جس طرح سانپ کچلی میں سے نکل جاتا ہے۔ ابلیس کی بھی یہی حالت ہوئی تھی اس نے دیکھا کہ آدم کے سبب سے یہ ساری خرابی ہے تو دگا آدم کے ساتھ دشمنی کرنے، ان کے ساتھ اور انکی اولاد کے ساتھ قیامت تک دشمنی کرے گا اور بدلہ لے گا۔ بلعام بھی شیطان کی طرح بجائے تو یہ کرنے کے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام کے سبب سے میری ساری کرامات گئیں اور ہر چیز چھین لی گئیں اب دیکھتا ہوں کہ موسیٰ علیہ السلام کیسے فتح پاتے ہیں، بادشاہ سے آکر کہا کہ موسیٰ علیہ السلام کی فوج خود بخود بھاگ جائے گی، بادشاہ نے کہا بتلائیے کیا تدبیر ہے۔ کہا تمہارے ملک کی حسین خوبصورت عورتوں کو چن چن کر بلاؤ، اور ان عورتوں کو موسیٰ کی فوج میں بھیج دو اور ان سے کہہ دو کہ ان کی فوج جو کرے کر لینے دو۔ غرض یہ حسین عورتیں موسیٰ علیہ السلام کی فوج میں گئیں اور جب یہ وہاں پہنچیں تو زنا ہونے لگا اور جب زنا کثرت سے ہونے لگا تو اللہ کا عذاب آیا اور اس کے ساتھ ہی تمام فوج میں ایک کھلبلی مچ گئی۔ موسیٰ علیہ السلام پریشان ہو گئے اپنی باقی رہی سہی فوج لے کر واپس چلے گئے جب یہ ہوا تو بلعام ملعون ہو گیا، مردود ہو گیا۔ اسی حال میں مردود ہو کر مرا۔

میرے دوستو! یہ شیطان جب چاہتا ہے تو اس طرح کے کام کروا تا ہے کہ خاتمہ خراب ہو جائے، اس کی تدبیریں ایسی ہی ہیں، آپ دیکھئے کیسا شخص تھا۔ کیا ہوا، اور کیا حال ہو کر مر گیا۔

میرے دوستو! پیغمبروں کے سامنے فرشتوں کے سامنے، اولیاء اللہ کے سامنے اللہ کا وہ چاہ و جلال ہے، وہ عظمت ہے، وہ قوت ہے، وہ شان ہے کہ جس کے سبب سے تمام فرشتے پیغمبر

اور اولیاء اللہ لڑ رہے ہیں، کانپ رہے ہیں، اب ایسا شخص مردود ہو کر مراد اللہ کی سلطنت میں اس سے کیا فرق پڑا کچھ بھی نہیں تو اللہ تعالیٰ کی شان ایسی ہے کہ سب کے سب ڈر رہے ہیں کانپ رہے ہیں۔ ایک ہر ہم میں میاں! گناہ کرتے ہیں مگر جیسے کے ویسے ہیں نہ خوف ہے نہ ڈر ہے اللہ کا۔ ہماری جو حالت تھی ویسی ہی حالت رہتی ہے کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبریل علیہ السلام سے پوچھے کہ جبریل! میں دیکھتا ہوں کہ میکائیل علیہ السلام کبھی ہنستے نہیں، آخر کیا بات ہے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا یا رسول اللہ! یہ بہت ہنستے تھے جب سے دوزخ پیدا ہوئی ہے میکائیل علیہ السلام ہنسنا چھوڑ دیے ہیں۔ جبریل علیہ السلام بھی اکثر روتے رہتے تھے ایک روز اللہ تعالیٰ نے ان سے دریافت کیا کہ جبریل تم روتے کیوں ہو؟ انھوں نے عرض کیا اہل بکریوں نہ روؤں، جب سے دیکھا ہوں کہ ابلیس کیسا بڑا عابد، کیسی اسکی وقعت تھی، کیسی اس کی باطنی قوت تھی وہ ملعون ہو گیا، مردود ہو گیا، اسی لئے میں اپنے خاتمہ کی فکر میں ہوں (حاضرین رو نے لگے) کیا معلوم میرا خاتمہ کیا ہوگا؟ اسی واسطے روتا ہوں۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی جب سکرات کا وقت آیا تو لوگوں نے دیکھا کہ حضرت سفیان بے چین ہیں، تڑپ رہے ہیں اور رو رہے ہیں، تب لوگوں نے ان سے کہا کہ حضرت! آپ پاک ہیں اور ہماری نظروں میں آپ کا کوئی گناہ نہیں ہے اور اگر آپ سے گناہ ہوا بھی ہو تو اللہ کی مغفرت آپ کے گناہوں سے بڑھی ہوئی ہے، پھر آپ اتنا کیوں روتے ہیں؟ اسقدر پریشان کیوں ہیں؟ حضرت سفیان فرماتے ہیں لوگو! میں گناہوں پر نہیں رو رہا ہوں بلکہ میں اس واسطے رو رہا ہوں کہ کیا معلوم میرا خاتمہ کیسے ہوتا ہے اور ایمان پر خاتمہ ہوتا ہے یا نہیں۔ میں اس وجہ سے رو رہا ہوں۔

ایک بزرگ تجھے لیا شان تھی ان کی بزرگوں کی باتیں ہی عجیب ہوتی ہیں میاں! وہ اپنے پاس رہنے والوں کو وصیت کئے کہ بھائی دیکھو! میں تم کو کچھ روپے دیتا ہوں۔ دس پانچ روپے بھی دیے اور کہا کہ یہ روپے رکھ لو میں تم کو کچھ علامتیں بتلاؤں گا، اگر میرے سکرات کے وقت یہ علامتیں پائی گئیں تو تم بھولا یہ خاتمہ ایمان پر ہوا (اس وقت مجمع رونے لگا) تب ان روپیوں سے بادام مہری منگالہ پتوں کو بانٹوا اور کہو کہ بچو! آج خوشی کا دن ہے، کیوں کہ آج فلاں کا

خاتم ایمان پر ہوا ہے اور اگر وہ علامتیں نہ پائی گئیں تو لوگوں سے کہہ دو کہ میری نماز جنازہ نہ پڑھیں کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ مرنے کے بعد بھی ریاکار بنوں۔ میں رہے جو حضرات نے کیا خوف کیا ہے ایک مرتبہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ بنگلہ پر تھے اور خوفِ خدا سے رو رہے تھے آپ کے آنسو جو گرے تو نالی سے بہتے ہوئے رڑک پر گرے وہاں کوئی شخص چل رہا تھا اسکے جسم پر گرے تب اس نے کہا ادھیڑ پانی پھینکے ولسے! اسے یوں یہ پانی پاک ہے یا نجس؟ حضرت فرمائیے یہ گنہگار کے آنسو کا پانی ہے اس لئے اس کو دھو لے (سارا مجمع یہ سن کر رونے لگا)۔ ایک شخص تھے غالیاء وہ بھی بڑے بزرگ ہیں ان کا بچہ ان کے ساتھ سویا کرتا تھا۔ ایک رات انھوں نے دیکھا کہ ان کا بچہ بے چین ہے اور اس کو نیند نہیں آرہی ہے تو یہ دیکھ کر حضرت بچہ سے فرمائے کیوں بیٹا کیا بیمار ہو کیوں تم کو نیند نہیں آ رہی ہے تو بچہ نے جواب دیا باپو! میں بیمار تو نہیں ہوں مگر مجھ کو یہ خوف ہو رہا ہے کہ کئی جمعرات ہے۔ ہفتہ بھر استاد جو پڑھا ہے میں وہ سب آموختہ جمعرات کے دن سنتے ہیں اگر غلطی ہوئی تو خوب چٹپٹیں گے مجھ پر استاد خفا ہونگے پس اسی خوف سے نیند نہیں آرہی ہے وہ بزرگ چیخ مار کر رونے لگے اور کہنے لگے کہ آؤ سوئیں اس بچہ کو جمعرات اور استاد کا جتنی ڈر ہے اس کے باپ کو قیامت کا اتنا ڈر اور خوف نہیں ہے غرض صاحبو! ایک دن خدا کے سامنے جانا ہے اور جو کچھ دنیا میں کئے ہیں اس کا حساب دینا ہے قیامت کے دن جب خدا پوچھے گا اور خفا ہوگا تب کیا ہوگا اس کا ہم کو کچھ تو خیال ہے جیسے اس چھوٹے بچے کو خیالی ہے اور وہ بڑا ہے ہم کو نہ قیامت کا ڈر ہے اور نہ کسی کا خیال صاحبو! ایسا ہو تو کیا ہوگا۔

صاحبو! اس وقت میں آپ سے دو چار قصے کہا ہوں فرمائیے ان کے گناہ زیادہ ہیں یا ہمارے گناہ زیادہ ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے گناہوں سے ان کے گناہ زیادہ تھے اسوجہ سے وہ بے چین ہیں اور وہ کہہ رہے ہیں صاحبو! ہم کیوں بے چین آ رہے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ ہوشیار ہیں اللہ کی تابعداری کر رہے ہیں اور ہم غافل ہیں غفلت میں پڑے ہوئے ہیں خدا کی نافرمانی ہو رہی ہے پھر بھی ہم بے فکر کے بے فکر ہیں۔

ایک دفعہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ

کے پاس تشریف لائے اور اوشاد فرمائے عا لہ! (رضی اللہ عنہما) اب یہ وقت سونے کا ہے اور آج تمہاری باری ہے۔ میں تمہارے حق میں غلط دینا نہیں چاہتا۔ اگر مجھے تم اجازت دو تو میں خدا کی عبادت کروں گا۔ سنئے ان نفلوں کو، کوئی چلے فرمائے تمہارے بیوی کا کیا حال ہو رہا ہوگا۔ آپ فرمائے تمہارا حق ہے اور میں تمہارا حق ضائع نہیں کروں گا۔ مجھے اجازت دو کہ میں اللہ کی عبادت کروں۔ یہ کیا بات تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ایک بات سے ایک مسئلہ بنتا ہے اور مصلحت نکلتی ہے، میاں آپ کو اس کا مقصد بھی سمجھاؤں گا۔ سنئے حضور سکھارہے ہیں کہ تمام حقوق العباد سے بچتے رہو۔ اللہ اگر معاف کرنا چاہے تو اپنا حق معاف کر دیتا ہے لیکن بندوں کا حق معاف نہیں ہوتا یہاں یہ بات خوب خیال میں رکھو آج کل مسلمان بندوں کا حق بالکل پائمال کر رہے ہیں، کچھ سمجھتے نہیں کہ کیا ہوگا، کچھ پرواہ نہیں ہے کہ کل قیامت میں کیسے گزرے گی۔ آپ کیا اعمال کر رہے ہیں سنئے بہت سی ایسی عورتیں ہیں کہ گھر میں بھوکی پیاسی مر رہی ہیں، انکے خاوند ہمیشہ غائب رہتے ہیں۔ یہاں تو ایک رات عبادت کرنے کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیوی سے اجازت لے رہے ہیں اور آج کل عورتیں تڑپتی پڑی ہیں بھوکی پیاسی مر رہی ہیں، ان کے خاوند ہمیشہ غائب ہیں کیا ہم ہی حقوق العباد ہیں؟ اور عورتوں کی ایسی حالت ہے کہ مرد تڑپ رہے ہیں، برس بھر ہو گیا ہے ماں باپ کے پاس جا کر بیٹھی سو بیٹھی ہیں، کچھ فکر نہیں ہے کہ اس پر مرد کا بھی حق ہے، کیا جواب دو گی خدا کے پاس۔ اب آپ اس پر اندازہ لگائیے میاں! میں کہاں تک بیان کروں۔ غرض حقوق العباد کا معاملہ بہت نازک ہے، آج میں کہہ رہا ہوں اگر آپ کی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے تو کل جب آپ خدا کے سامنے پیش ہونگے اس وقت سمجھ میں آئے گا اور اس وقت آپ کو پھینکانا پڑے گا کہ افسوس میں نے حقوق العباد کو کیوں اس طرح پائمال کر دیا۔

لوگ گھروں میں کرایہ سے رہتے ہیں میاں! لیکن مالک مکان کو کرایہ نہیں دیتے اور اگر وہ مانگے تو اس پر بہت غصہ میں آتے ہیں آخر میں دعویٰ ہوتا ہے یہ معلوم ہے کہ دعویٰ سے کیا ہوتا ہے برسوں میں فیصلہ ہوگا، خیر بے فکری سے رہو، مگر خدا کے سامنے بھی اسی طرح بے فکری سے رہنا اور اگر دیا و پڑ گیا تو کرایہ ڈبو دیے اور چل دیے۔ میاں! کیا یہ کرایہ ڈوب جائے گا، کیا یہ خدا کے سامنے نہیں لیا جائے گا، کس خیال میں ہیں آپ؟ آپ سے حقوق العباد کیونکر ادا ہو سکیں گے

اگر کوئی کسی کے پاس کچھ امانت رکھائے کہ یہ رکھو، سو روپے، پچاس روپے رکھو، اور کہا کہ بھکو وقت پر دینا۔ مسئلہ تو یہ ہے میاں کہ امانت کا جو روپیہ رکھایا جاتا ہے وہی روپیہ بجنسہ واپس دینا چاہیے اگر ان روپیوں میں سے آپ ایک روپیہ نکال لے اور پھر دوسرا روپیہ اس میں ڈال دیے تو یہ بھی خیانت ہے، جب آپ سے پوچھا جائے گا اور آپ کو پکڑا جائے گا تب معلوم ہوگا، اس وقت پچھتاؤ کیا فائدہ اس وقت پچھتانے سے۔ بہر حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سکھا رہے ہیں کہ بندوں کا بھی حق ہوتا ہے اسی لئے صاحبو! حقوق العباد سے بچ کر رہو۔

الغرض حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کو اجازت دیتی ہوں کہ آپ عبادت کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کنارے پر جا کر روزنامہ شروع کئے۔ آپ اتنا روئے کہ زمین بھیگنے لگی، پھر اٹھ کر وضو فرمائے اور روتے ہوئے تشریف لائے، پھر روتے ہوئے نماز کے لئے کھڑے ہو گئے، پھر نماز پڑھتے پڑھتے تمام رات گزر گئی اور تمام رات آپ روتے رہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ آکر عرض کرتے ہیں کہ حضور جماعت تیار ہے، روتے ہوئے گھر سے باہر تشریف لے گئے۔ صاحبو! حضور کا یہ رونا کیسا تھا کہ آپ تمام رات روتے رہے، اس بارے میں علماء کی

مختلف رائیں ہیں، بعض علماء کہتے ہیں کہ ایک جوش تھا رو رہے تھے، بعض علماء کہتے ہیں کہ خدا کی محبت میں رو رہے تھے، بعض کہتے ہیں کہ حضرت اصل میں اس واسطے رو رہے تھے کہ آپ کو امت کے گناہ یاد آ رہے تھے، اس لئے یہ رونا تھا یہ احساس تھا حضرت کو تمام رات رو کر گزار دیے، کیا ہم بھی اپنے گناہوں کے واسطے کبھی روئے ہیں، دو قطرے بھی بہائے ہیں، میرے دوستو! یہ خوب سوچو، یہ کیا ہو رہا ہے ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ جنت میں ہوں، اور جنت میں تین سو پیغمبروں سے میری ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سب سے دریافت کیا کہ دنیا میں رہنے تک آپ لوگ کس بات سے ڈرتے تھے تو تین سو پیغمبروں نے ایک زبان ہو کر کہا کہ ہم بڑے خاتمہ سے ڈرتے تھے اور دعا کرتے تھے کہ ہمارا خاتمہ برا نہ ہو بلکہ ہمارا خاتمہ اچھا ہو۔ غرض اس کا ہم کو بہت ڈر تھا یہ پیغمبر ہیں میاں! تین سو پیغمبر ڈرتے تھے کہ ہمارا خاتمہ برا نہ ہو۔ دنیا میں رہنے تک ان کو یہ ڈر اور خوف تھا۔

میرے دوستو! اب شیطان چھوٹتا ہے اس واسطے میں آپ کو اس کے ہتھکنڈوں سے خبردار کر رہا ہوں کہ وہ نفس سے مل کر آپ کی کیا ہنگامے پاتا ہے میں اب وہ بتلاتا ہوں نیچے۔ آپ کو

خاتمہ خراب ہونے کی دو چار مثالیں سمجھاتا ہوں اس سے آپ اندازہ لگالیں۔

میرے دوستو! دنیا کے مشاغل اور شہوات یہ تمام چیزیں دل کو ملکوت کی سیر سے روکتی رہتی ہیں آپ بیداری میں ملکوت کی سیر نہیں کر سکتے اور اسی طرح عالم برزخ کی سیر نہیں کر سکتے۔ اس کا کیا سبب ہے؟ سنئے، مشاغل اور خواہشات نفسانی کی وجہ سے ملکوت کی سیر نہیں ہوتی لیکن جب آپ سو جاتے ہیں تو سونے کے بعد تمام خواہشات اور شہوات بیک وقت ختم ہو جاتے ہیں، اس واسطے خواب میں آپ کو کہاں کہاں کی سیر ہوتی ہے اور کیا کیا نظر آتا ہے، ہر چیز کی اصلی حالت کھلتی ہے، سب چیزیں آپ کو نظر آنا شروع ہو جاتی ہیں۔ میرے دوستو! یہی حال ہوگا سکرات کے وقت کہ سکرات کے وقت آپ کے سارے مشاغل دنیا ختم ہو جاتے ہیں اور شہوات نفسانی بھی ختم ہو جاتے ہیں تو اس وقت عالم برزخ اور عالم ملکوت سب کی کیفیت کھلتی ہے، ہر چیز اپنی اصلی حالت پر نظر آتی ہے، یہاں جو بڑے اعتقاد کئے ہیں وہ اصلی حالت میں نظر آئیں گے تب آپ کو پچھتا نا پڑے گا کہ ہائے افسوس میں نے یہ کیا اعتقاد کیا۔ اس طرح وہ اعتقاد کھل کر سامنے آ رہے ہیں، تب یہ اعتقاد خراب ہو جائیں گے۔ یہ اعتقاد خراب ہونے کی وجہ سے دیگر اعتقادات میں بھی ڈانوا ڈول ہو جاتا ہے، ایسے وقت موت آتی ہے تو خاتمہ خراب ہوتا ہے۔ ذرا باریک بات ہے غور فرمالیں۔

میرے دوستو! خاتمہ خراب ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آج کل عجیب ہنگامہ ہے ایک فتنہ برپا ہے کوئی کچھ کہہ رہا ہے تو کوئی کچھ، اس کا کچھ خیال نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرمائے تھے اور صحابہ کیا فرمائے تھے اس کی کچھ فکر نہیں، اپنے جو جی میں آیا وہ کہنا شروع کر دیا ہے میرے دوستو! کہیں بڑے اعتقادات میں نہ پھنسو، ایسی کتابیں مت دیکھو، ایسی صحبتوں میں مت بیٹھو، یہی اعتقادات اگر کل مرتے وقت آگے تو پچھتاؤ گے۔ غرض جب اعتقادات اصلی حالت میں سامنے آئیں گے تو اس وقت پچھتاؤ گے کہ ایسے اعتقادات نہ رکھتا تو اچھا تھا ویسے وقت موت آئے گی تو خاتمہ خراب ہو جائے گا۔

دوسرا سبب خاتمہ خراب ہونے کا جو ہے میرے دوستو! اس کو میں ایک مثال کے ذریعہ آپ کو سمجھاتا ہوں، ذرا باریک باتیں ہیں اس پر غور کیجئے، سنئے، آپ کا ایک دوست ہے آپ کو اس سے محبت بھی ہے آپ اس کو ایک ہزار روپے قرض دیئے چند مہینوں کے بعد یہ معلوم ہوا کہ وہ آپ کے روپے واپس دینا

ہمیں چاہتا۔ روپے ڈرو دینا چاہتا ہے، آپ کو مال کی محبت بھی ہے اور اس شخص سے بھی محبت ہے مگر اس شخص کی محبت کم ہے اور مال کی محبت زیادہ ہے تو زیادہ محبت کی وجہ سے وہ کم محبت ڈٹ جاتی ہے، اس لئے آپ اس پر دعویٰ کر دیں گے، ڈگری لائیں گے، اس کو قید کر لیں گے، اگر چیکہ اس سے بھی محبت تھی لیکن مال کے سامنے کیا ہے، مال کی محبت زیادہ ہے یہ رہ گئی اور اس شخص سے محبت کم تھی اس لئے ڈٹ گئی ایسا ہی میاں! ہم کو اللہ سے محبت ہے اور دنیا سے بھی محبت ہے مگر اللہ سے محبت کم ہے، دنیا سے محبت زیادہ ہے آپ کہیں گے کہ یہ کیسا معلوم ہوا؟ سچے، ایک دنیا کا معاملہ آپ کے سامنے پیش ہوا، اور وہ ایسا معاملہ ہے کہ جس کے بارے میں اس کو نہ کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اسلئے اگر چیکہ اللہ کا خوف ہوتا ہی رہتا ہے لیکن آپ وہ دنیا کا معاملہ کر گزرتے ہیں اور اس کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ یہ حال ہے ہمارا یعنی ہم کو اللہ کی محبت تو ہے مگر کم ہے اور دنیا کی محبت زیادہ ہے غرض جب سکرات شروع ہوگی تو سکرات کے وقت آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ میری محبوب دنیا کو چھیننے والا پھڑانے والا اللہ ہے۔ اللہ کی طرف سے دل میں ایک قسم کی رانی اور عداوت آجائے گی اور دنیا کی محبت غالب رہ کر اللہ کی محبت نکلی جائے گی اور اللہ کی طرف سے کچھ رانی ضرور آئے گی ایسے وقت اگر موت آئے گی تو خاتمہ خراب ہوگا۔

صاحبو! اس پر آپ غور فرمائیے، خاتمہ خراب ہونے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہم کو محبت ہے اللہ کی مگر دنیا کی محبت زیادہ ہے، دنیا کی اس محبت کے سامنے اللہ تعالیٰ کی وہ محبت ٹکیتی نہیں بغیر اللہ کی محبت کے دنیا سے جاتا ہے اور خاتمہ خراب ہو جاتا ہے اور خدا کے سامنے کیسا جاتا ہے میاں! جیسے غلام جو بیھا گا ہوا ہوا، کہا جاتا ہے کہ اس کو پکڑ لاؤ۔ مالک کے سامنے آتا ہے تو کیسا آتا ہے؟ ایسا ہی آپ کو پکڑ کر لائیں گے۔ غرض اس طرح سے پکڑ کر فرشتے خدا کے سامنے ان لوگوں کو لیجائیں گے کہ جتنکے دل میں اللہ کی محبت کا نام و نشان نہیں ہے ختم ہو گئی دنیا! اس وقت کیا حال ہوگا ہمارا؟ خدا کو کیا سند دکھائیں گے، میرے دوستو! دیکھو اس دنیا کی یہ کیفیت ہے۔

ایک دوسری مثال بتلاتا ہوں آپ کو، آپ کا ایک فرزند ہے اس نے دس پندرہ روپے آپ کے کھو دیے، آپ کو بچہ کی بھی محبت ہے اور دیہیوں سے بھی محبت ہے مگر دیہیوں سے محبت کم ہے، بچہ کی محبت زیادہ ہے تو اس وقت آپ کہیں گے کہ گئے تو گئے روپے، بچہ کی محبت کے سامنے

روپے کیا چیز ہیں، کم محبت ہٹ جائے گی، زیادہ محبت غالب آجائے گی، ایسا ہی اللہ سے محبت زیادہ ہے اور دنیا کی محبت کم ہے تو موت کے وقت معلوم ہوگا کہ ہماری دنیا کو اللہ چھین رہا ہے جب یہ معلوم ہوگا کہ اللہ چھین رہا ہے تو اللہ کی محبت کے سامنے مردار دنیا کی کیا حقیقت! اللہ کی محبت بس ہے، کافی ہے ہمارے لئے اس خیال میں اور ایسے وقت جو خاتمہ ہوگا اور موت آئے گی تو خاتمہ خیر ہوگا۔ اچھا خاتمہ ہوگا۔ خدا کے سامنے جائیں گے تو ایسے غلام کی طرح جائیں گے جو مالک کا کام کو کے حاضر ہوا ہو تو میاں! دنیا کرو دنیا سے آپ کو منع نہیں کرتے، صحابہ بھی دنیا کے ہیں تم بھی دنیا کرو، مگر دین کو اور آخرت کو مت بھولو، دنیا کرو دین کے ساتھ، دنیا کرو آخرت کے ساتھ، دنیا کرو خدا کی محبت کے ساتھ، پھر آپ کا خاتمہ اچھا ہوگا۔ یہ دو چیزیں تو آپ سمجھ گئے ہوں گے، ایک اور چیز سمجھاؤں گا میاں! یہ نمونہ بتلا رہا ہوں آپ کو کہ خاتمہ کیسا خراب ہوتا ہے سنئے۔

ہر وقت آپ کی اور ہماری زندگی ایسی گزر رہی ہے کہ گناہوں میں لذت پیتے ہیں، سنکڑوں گناہ ہم کر رہے ہیں، گناہوں سے لذت لے رہے ہیں، اب ایسے وقت کیا ہوتا ہے میاں سنو! حدیث شریف میں آیا ہے کہ جیسے جیو گے ویسے مرو گے، اور دنیا میں جب تک زندہ ہیں آپ گناہوں میں پھنسے ہوئے ہیں، لذت پیتے ہیں، اور گناہوں سے لذت لے رہے ہیں، آخر وقت تک گناہوں میں پھنسے ہوئے لذت لے رہے ہیں، مرتے وقت جیسے جیو گے ویسے مرو گے کے لحاظ سے ایسے وقت موت آئے گی کہ گناہوں کی لذت لے رہے ہوں گے، خاتمہ خراب ہوگا۔ اس واسطے سستی مت کرو گناہوں سے تو بہ کرو، تاکہ توبہ کر کے گناہوں کی لذت کو دل سے نکالو، ان گناہوں کو بھی دل سے نکالو، اور جب موت آئے تو پاک دل لے کر خدا کے سامنے جاؤ۔

میرے دوستو! ایک اور وجہ بتلاتا ہوں کہ جس سے خاتمہ خراب ہوتا ہے۔ سنو! اولیاء اللہ کے ساتھ بے ادبی کرنے سے بھی خاتمہ خراب ہوتا ہے۔ یاد رکھو، آج کل یہ بھی شروع ہو گیا ہے کہ اولیاء اللہ کے ساتھ بڑی بے ادبی ہو رہی ہے، معلوم نہیں ان کا خاتمہ کیا ہوتا ہے۔ اولیاء اللہ کے ساتھ ایسی بے ادبی کرتے ہیں کہ ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ حضرت یوسفؑ صاحب شریف صاحب

کی درگاہ کے سامنے جو مڑک ہے اس پر سے بھی گزرنا نہیں چاہیے، اتدر درگاہ میں جاتا تو براہے ہی اس مڑک پر چلنا بھی براہے۔ افسوس! افسوس! اولیاء اللہ کی یہ قدر ہے آپ کے پاس ہر خدا کے دوستوں کے ساتھ یہ معاملہ ہے، یہ حال ہے تو تب کیا حال ہوگا آپ کا، خیال کر لو اس کو یاد رکھو، ہرگز ایسا راستہ اختیار نہ کرنا رہاں یہ اور بات ہے کہ جو باہل کرتے ہیں کہ سجدہ کرتے ہیں طواف کرتے ہیں، یہ مت کرو، یہ بڑی چیز ہے مگر ان سے بے ادبی یا ان سے اعتقاد میں خلل ڈالنا، فرق ڈالنا، یہ بہت براہے اس سے خاتمہ خراب ہوتا ہے، یعنی اولیاء اللہ کے ساتھ بے ادبی کرنے سے بھی خاتمہ خراب ہوتا ہے۔

ایک اور وجہ ہے کہ جس کے سبب سے خاتمہ خراب ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ خود کو کچھ سمجھنا اور یہ سمجھنا کہ میں بھی ولی ہوں، خود کو ولی سمجھنے سے بھی خاتمہ خراب ہوتا ہے، ستوا یہ کیسا معاملہ ہے کہ خود کو ولی سمجھنے سے خاتمہ خراب ہوگا۔ غرض جو سمجھے کہ میں ولی ہوں تو وہ بہت خسارہ میں رہے گا۔ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے اولیاء اللہ میں سے ہیں، ایک دفعہ ان کے حکایت | عہد زندگی میں قحط پڑا۔ گاؤں کے سب لوگ آکر عرض کئے کہ حضرت دعا کیجئے، تاکہ آپ کی دعا کی برکت سے یہ قحط دور ہو جائے۔ مالک بن دینار جواب دیتے ہیں کہ اس گاؤں میں جتنے لوگ ہیں ان سب سے زیادہ گنہگار ہوں، میرے گناہوں کی وجہ سے تم لوگ پریشان ہو، میں یہاں سے چلا جاتا ہوں تاکہ تمہاری پریشانی دور ہو جائے۔ یہ خیال اولیاء اللہ کا ہے غرض خود کو بڑا سمجھنے سے بھی خاتمہ خراب ہوگا۔

میں آپ کو نمونہ بتلا رہا ہوں اور آپ کو شیطان کے ہتھکنڈے دکھا رہا ہوں، دیکھو کہ یہ کیا کیا خرابیاں پیدا کرتا ہے، ذرا آپ ہوشیار رہیے اور ان سب ہتھکنڈوں کو یاد رکھیے، بنو میرے دوستو! کافروں کی وضع کو اور کافروں کے طریقہ کو پسند کرنا، اس کو اچھا سمجھنا اور تعریف کرنا اس سے بھی خاتمہ خراب ہوتا ہے۔ یاد رکھو اگر کسی وجہ سے، فو کری کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے کافروں کی وضع اختیار کرتے ہو تو ایسا کرو جیسا کہ آپ ضرورت کے واسطے یا لٹخا نہ جاتے ہیں لیکن دل لگا کر نہیں، بیٹھے ضرورت کے واسطے گئے اور نکل گئے، ایسا ہی ان کے طریقہ کو ان سب طریقوں کو سمجھو یعنی ان کو ضرورت سمجھو لیکن اس کے بعد اس کو اچھا نہ سمجھنا اور اس کی تعریف

نہ کرتا۔ ورنہ یاد رکھو خاتمہ خراب ہو جائے گا۔

ایک اور چیز ہے جس سے خاتمہ خراب ہوتا ہے میرے دوستو! اور خوب سوچ لو کہ مخلوق پر ظلم کرنے سے بھی خاتمہ خراب ہوتا ہے۔ کس پر ظلم کر رہے ہو، کیا کیا ظلم کر رہے ہو، کس کو تباہ کر رہے ہو، کس کا مال چھین رہے ہو، کس کی زمین چھین رہے ہو، کس کا گھر چھین رہے ہو، کیا کیا کر رہے ہو۔ ذرا خوب سوچو! آج چھین لو، اور آج جو جی میں آیا کر بیٹھو! کل خدا کے سامنے کیا منہ بتاؤ گے؟ مظلوم کل خدا سے فریاد کرے گا کہ یہ ظالم میری زمین چھین لیا تھا۔ آج اس سے کہہ دو کہ کل اس ظلم کی سزا کیا ہوگی؟ سنو! اس ظلم کی سزا سوائے دوزخ کے کچھ نہ ہوگا۔ دوزخ ہی اس کا بدلہ ہے۔ غرض اس سے بھی خاتمہ خراب ہوتا ہے، یعنی مخلوق پر ظلم کرنے سے بھی خاتمہ خراب ہوتا ہے، میرے دوستو! نمونہ کے طور پر آپ کو سمجھا دیا ہوں کہ یہ چند چیزیں ہیں کہ جن سے خاتمہ خراب ہوتا ہے۔

اگر آپ اچھا خاتمہ چاہتے ہیں تو تنہائی میں رات کو مگر آپ تنہا ہونا چاہیے، کیوں کہ لوگوں میں رہے تو دل کھلتا نہیں۔ غرض رات کو تنہائی میں نماز پڑھو، پھر دو رو کر خاتمہ اچھا ہوگی دُعا کرو، کبھی کبھی یہ دُعا کرو کہ ہمارا خاتمہ اچھا ہو۔ دُعا کرنے سے بھی خاتمہ اچھا ہوتا ہے، اور خاتمہ اچھا ہونے کے لئے نیک لوگوں سے محبت رکھا کرو کہ اس سے بھی خاتمہ اچھا ہوتا ہے۔ فجر کی سنت اور عصر کے پہلے چار رکعت سنت پڑھنے سے بھی خاتمہ اچھا ہوتا ہے، گنہگاروں کی صحبت میں مبت رہو، اس سے خاتمہ خراب ہوتا ہے۔ میاں! آج اور کل پر طمانت رہو۔ کیا معلوم کہ کونسا وقت موت کا وقت ہے، موت کی تیاری میں رہو، اور آپ اس کو یاد رکھ لو، اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم جوان ہیں، ہم ایسے ہیں، ہم دیسے ہیں، اور ابھی موت تو بہت دُور ہے۔ ارے کہاں کی دوریاں چلتے چلتے ٹھوکر لگی کرے مر گئے۔ لے لے نیٹے مر گئے۔ اب کسی حال میں دھوکہ میں مت رہو، غفلت میں مت رہو، موت کی تیاری میں رہو۔ موت کی تیاری کے لئے اتنا تو کرو کہ دنیا میں منہک مت ہو جاؤ، دین ہے تو دنیا ہے، دنیا کے لئے تو جو بیکٹیل گھنٹے مصروف رہتے ہیں، یہ شکل اچھی ہے یا خراب یہ خاتمہ خراب کرنے کی شکل ہے۔ دنیا کے وقت دنیا کرو، اور جو وقت بچ جاتا ہے اس وقت کو اللہ کی یاد میں گزارو۔ جب تم اللہ کی یاد کرو گے تو جیسا جیو گے ویسا مرو گے، کے تحت مرتے وقت

وہ اللہ کا ذکر آپ کو یاد آئے گا تو آپ کا خاتمہ بالخیر ہوگا۔ یہ چند چیزیں میں بتلادیا ہوں ! او بہت سی باتیں ہیں ان کو آپ یاد رکھو، اور ان پر غور کرو۔ ان باتوں پر تنہائی میں غور کرو، وہ یہ کہ خدا کے دوستوں سے کبھی کبھی ملتے بھی رہو۔ اس سے بھی فائدہ اچھا ہوتا ہے۔

حکایت حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے مفسر ہیں، آج ان کی تفسیر موجود ہے، یہ ہمارے نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مرید ہونے کے لئے حاضر ہوئے تو فرمائے اچھا مرید ہو جاؤ۔ حضرت جب ان کو مرید کرنا شروع کئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ان کے کان میں سے کوئی چیز بھر بھراواز کے ساتھ دھوئیں کے جیسی یا ہر تکل رہی ہے، وہ علم منطق کے عالم تھے، انہوں نے دریافت کیا کہ یہ کیا چیز تکل رہی ہے تو حضرت فرمائے کہ منطق کو نکال رہا ہوں تاکہ اچھا علم یعنی علم لدنی حاصل ہو، انہوں نے کہا حضرت! برسوں کی محنت کے بعد یہ علم حاصل کیا ہوں معلوم نہیں پھر آتا ہے یا نہیں اور کہا کہ میں مرید نہیں ہوتا حضرت! میں منطق میں مشہور ہوں میں اسکو کھو کر مرید نہیں ہوتا۔ اس لئے مجھے معاف کیجئے۔ حضرت فرمائے یہ آجائے گا پھر انہوں نے کہا کہ حضرت کیا معلوم کہ آئے گا یا نہیں کیوں کہ یہ شک کی باتیں ہیں، اس لئے واپس ہو گئے اور سوچتے لگے کہ شیطان جب سکرات کے وقت آئے گا تو کیا کروں، اس وقت اس کا جواب کیسے دے گا وہ پریشانی کا وقت ہوگا۔ سکرات کی تکلیف الگ رہے گی، ایسے وقت میں کیا کر سکوں گا۔ اس لئے توحید پر تین سو ساٹھ دلیلیں لکھے، ان (۳۶۰) دلیلوں سے یہ ثابت کئے کہ اللہ ہی ایک معبود ہے اور جب ان کے مرنے کا وقت آیا اور سکرات شروع ہوئی تو شیطان آیا اور توحید سے ہٹانے لگا تو آپ نے کہا ارے تو کیا ہٹائے گا میرے پاس یہ دلیلیں ہیں، اس نے کہا بولے اور یہ بولتے گئے آخر میں اس نے ایک بات ایسی کہی کہ جس سے ان کی ساری دلیلیں ختم ہو گئیں، اب شیطان امام فخر الدین رازی سے ایمان لینے کے رہے تھا اس وقت وہ بہت ڈر گئے کہ کہیں خاتمہ خراب نہ ہو جائے، اس کی خبر کشف سے حضرت نجم الدین کبریٰ کو ہوئی۔ آپ نے خیال فرمایا کہ مرید نہیں ہوا تو کیا ہوا میرے پاس آیا تو تھا اور اس وقت آپ وضو فرما رہے تھے اڑھا اڑھا کر دیوار پر مارے اور فرمایے دے دے دلیل دے کہ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اللہ ایک ہے آپ نے بھی یہی کہہ دیا، اس طرح خاتمہ اللہ احد پر ہوا۔ اس لئے میاں خدا کے دوستوں سے ملتے رہو، ان سے

تعارف پیدا کرتے رہو، آخری وقت یہ بھی کام آتا ہے۔

بہر حال رمضان المبارک کا مہینہ کیا مبارک مہینہ تھا اس مہینہ میں شیطان قید ہو گیا تھا۔ اور ہمارے دل اولیاء اللہ کے دل کے جیسے ہو گئے تھے اور کیا کہوں؟ میرے دوستو! اب جا رہے ہیں یہ رمضان، اور جاتے ہوئے اپنے ساتھ ساری خوبیوں کو لے جا رہے ہیں۔

صاحبزادو! رمضان آئے تو کیا فضیلت تھی ستم؟ نفل نماز پڑھے تو فرض نماز کا ثواب ملتا تھا فرض پڑھے تو شرف فرض کا ثواب آپ کو ملتا تھا۔ یہ نعمتیں ہیں رمضان کی، اب آپ کو رمضان کے بعد نہیں ملیں گی اور غیر رمضان میں نفل کا نفل اور فرض کا فرض ہو گا۔

صاحبو! سنو، جو لوگ روزہ نہیں رہتے ہیں وہ سمجھتے ہوں گے کہ روزہ دار بھوکے مر رہے ہیں

ارے نہیں میاں! سنو غذا دو قسم کی ہوتی ہے، ایک جسمانی، دوسرے روحانی۔ رات کو جسمانی غذا آپ

کو کھلاتے ہیں، جب سحر کا وقت ہوتا ہے، اس وقت جسمانی غذا بند کر کے روحانی غذا شروع کر دیتے

ہیں، تمام دن آپ بھوکے پیاسے نہیں رہتے تھے، دن کو روحانی غذا پہنچتی رہتی ہے آپ کہیں گے

کہ یہ سب شاعرانہ مضمون ہے، نہیں میاں یہ شاعری نہیں ہے، آپ آکر دیکھ لیجئے وہ اس

طرح کہ ایک دن بھوکے رہو، نیت مت کرو، دیکھو کیسی بے چینی ہوگی، پیاس لگے گی، بھوک سے

دل بے چینی ہو گا اور ناتوانی الگ ہوگی اور ایک دن نیت کر کے روزہ رہو، آپ کو بھوک لگے گی

نہ پیاس اور ذکوہ کی کیفیت پیدا ہوگی۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ آپ کو روحانی غذا پہنچا

ہیں۔ اللہ کی طرف سے روزہ داروں کو روحانی غذا پہنچتی ہے، افطار کا جہاں وقت آیا اور

شام کا وقت ہو گیا تو اس کے بعد دیکھئے کہ کیسی بے چینی ہوتی ہے۔ ارے تمام دن رہے نایاں

اب اگر کہا جائے کہ دو منٹ ٹھہریے، اب کہاں ٹھہرتے۔ غرض اب جسمانی غذا کا وقت آ گیا۔

اس نئے روزہ کھولنے کی فکر ہوتی ہے، اب کہاں ہیں میاں یہ فضیلت، رمضان میں جنت کے

دروازے کھول دیئے تھے، دوزخ کے دروازے بند کر دیئے تھے، اب رمضان جاتے ہیں، جنت کے

دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ میرے دوستو

کیا حال ہو گا اس بیمار کا کہ جس کا دوا پلانے والا چلا، رمضان دوا پلانے والے تھے، ہم کو ہماری

بیماریوں کی دوا پلاتے تھے۔ سوچو کہ اب دوا چھوڑتی ہے، لے رمضان اب وقت آ گیا ہے کہ

آپ ہم کو منجھدار میں چھوڑ کر چلے، قرآن سے ہمارے دل کا رنگ دودھور ہوا تھا۔ ہم قرآن پڑھتے تھے یا اور صاحبوں کو سنا رہے تھے، اب کہاں ہے قرآن اور کہاں ہے قرآن کا سننا۔ اب کہاں ہے رنگ کا دودھور ہونا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہر پیغمبر کو معراج ہوئی ہے، اور ہماری امت کی معراج نمازیں ہے، نماز آپ پڑھ رہے ہیں اور نمازیں قرآن کیا پڑھ رہے ہیں اللہ سے باتیں ہو رہی ہیں اب کہاں یہ نعمتیں ملیں گی، اب یہ نعمتیں ختم ہو جاتی ہیں، ایک بھوکا تھا سب کے پیٹ بھرے ہوئے تھے، پیٹ بھوکا رہتا تھا۔ سارے اعضاء بھرے ہوئے تھے، رمضان میں دل نہیں چاہتا تھا کہ آنکھ سے گناہ ہو، کان سے گناہ ہو، اسی طرح پاؤں سے بھی گناہ نہیں ہوتا تھا۔ غرض رمضان میں سب بھرے ہوئے تھے، اب رمضان کے بعد پیٹ بھرتا ہے سب کے سب بھوکے رہیں گے، پیٹ بھرنے کے بعد آنکھ بکھے گی زنا کرنا، ہاتھ بھی کہیں گے گناہ کرنا، اسی طرح پاؤں بھی کہیں گے گناہ کرنا۔ غرض رمضان کے جانے سے اب بھی چیزیں ہم سے چار چلی ہیں، یہ نعمتیں ہمیں رمضان کی اب یہ رمضان کے ساتھ چار ہی ہیں۔

میرے دوستو! آپ روزہ رو کر کیا نے تھے یا دے، آپ روزہ رو کر فرشتے بنے تھے فرشتے بھی کھاتے نہیں، پیتے نہیں، آپ بھی کھاتے نہیں، پیتے نہیں، شان فرشتہ تم میں پیدا ہو گئی تھی فرشتے سوتے نہیں، آپ بھی رات کو سوتے نہیں، اور آپ تراویح میں جاگتے تھے فرشتہ پن آپ میں آگیا تھا، تَخْلِقُوا بِأَخْلَاقِ اللَّهِ ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے جیسے اخلاق پیدا کرو۔

اللہ کے اخلاق پیدا کرنا یعنی اللہ صمد ہے تو آپ بھی کھانے پینے سے بے نیاز تھے یہ سمجھ لو کہ اللہ کے اخلاق میں سے جو اخلاق آگئے تھے اب وہ چھینے جاتے ہیں، نیند کیا تھی روزہ رو کر؟ روزہ دار سو رہا ہے اور فرشتے لکھ رہے ہیں کہ وہ عبارت کر رہا ہے اب یہ ساری نعمتیں چھوٹی ہیں میاں، اے ماہ رمضان! ہم سمجھ ہوئے تھے کہ نہان ہمیشہ رہنے کے لئے نہیں آیا کرتا۔ آپ ہمارے ہیں اس لئے آپ جائیں گے، آپ رہنے والے نہیں ہیں لیکن آپ قبر میں ہمارے کام آؤ۔ قبر میں ہم کو سنت بھولو۔

قیامت کا میدان ہو گا میاں! حساب کتاب ہو رہا ہو گا۔ آفتاب سر پہ آگیا ہو گا، وہ دھوپ، وہ لوگوں کی گرہ پڑے، وہ لوگوں کا ہجوم، وہ پیاس، وہ سختی، ویسے وقت ہم پریشان ہو کر

نکلیں گے، حوض کوثر کا رخ کرینگے۔ اے ماہ رمضان! آپ ہمارے ساتھ آؤ اور حوض کوثر سے پلاؤ۔
میزان میں اعمال تل رہے ہیں میاں، نیکیوں کو ایک پلڑے میں ڈالی رہے ہیں اور گناہ ایک
پلڑے میں، گناہ بڑھ گئے تو جاؤ دوزخ میں، اور نیکیاں بڑھ گئیں تو جاؤ جنت میں۔ وہاں جا کر ہم کیا
کریں گے، کہاں ہیں ہمارے پاس نیکیاں، نیکی کے پلڑے میں کیا ڈالیں؟ ایسے وقت میں اے
ماہ رمضان! آپ آؤ، اگر ہماری مدد کرو، اُس وقت میں رمضان آکر کیا کریں گے معلوم ہے!
معاذ اللہ! حدیث شریف میں آیا ہے کہ رمضان آئیں گے اور اگر سحری میں جو کھانا آپ کھائے ہیں
وہ سب کھانا لاکر نیکی کے پلڑے میں ڈال کر نیکی کا پلڑا بھاری کر دیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک روز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے موسیٰ! میں آخر زمانہ
میں ایک امت پیدا کرنے والا ہوں ان کو دو اندھیریوں کے واسطے دو نور دوں گا، موسیٰ علیہ السلام
نے دریافت فرمایا کہ وہ دو اندھیریاں کیا ہیں، اللہ تعالیٰ فرمایا ایک قبر کی اندھیری۔ قبر کی اندھیری
دور کرنے کے لئے قرآن دوں گا اور دوسری قیامت کی اندھیری۔ قیامت کی اندھیری دور کرنے کیلئے
رمضان دوں گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کیا اچھی امت ہے یہ، آپ مجھے اس امت میں پیدا
فرماتا تھا۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا موسیٰ! تم کو اس کی کیا ضرورت ہے؟ وہ امت تو بہت
دنوں کے بعد آنے والی ہے۔

غرض حساب ہو رہا ہے میاں! قیامت کا میدان ہے، اللہ تعالیٰ برآمد ہیں، ایسے وقت
ہم اللہ کے سامنے کھڑے ہیں، اب حساب شروع ہو گا تو کیا ہو گا، کیا حساب دیں گے؟ ہمارے پاس
نیکیاں کہاں ہیں، یہاں تو سارے گناہ ہیں نیکیاں تو کچھ نہیں ہیں، آپ کیا کرتے، پریشان ہیں،
اس وقت معلوم نہیں کیا حکم ہوتا ہے، کیا ہم کو دوزخ میں بھیج دیتے ہیں، غرض پریشانی میں کھڑے
ہوں گے۔ ایسے وقت خوب صورت شکل میں رمضان المبارک آئیں گے اور اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ
سجدہ میں گر جائیں گے۔ تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا رمضان کیا لاتے ہیں، بولیں۔ رمضان عرض کرینگے
روزہ دار کا حساب و کتاب رہنے دو، میں ان کو جنت میں لے جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ
رمضان مجھے تمہاری بہت خاطر ہے لے جاؤ جو روزہ دار ہیں ان کو جنت میں لے جاؤ۔
رمضان پھر کھڑے ہوں گے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اب کیا ہے کیوں کھڑے ہو، عرض

کریں گے سب کے سامنے روزہ داروں کو عزت کا تاج پہنایا جائے حکم ہوگا کہ لاؤ تاج اور عزت کے ساتھ روزہ داروں کو تاج پہنائیں گے، پھر بھی رمضان کھڑے رہیں گے تب اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اچھی اب کیا ہے، اب کیا بولنا چاہتے ہو کہیں گے الہی! ان روزہ داروں کو ان کے پیغمبروں کے سایہ میں جگہ دو، حکم ہوگا رمضان کی خاطر ہم کو منظور ہے اس لئے ان روزہ داروں کو ان کے پیغمبر کے سایہ میں جگہ دو۔ پھر بھی رمضان کھڑے رہیں گے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا اچھی اب کیا ہے، عرض کریں گے یہ تو میری وجہ سے آپ نے ان کو عطا فرمایا، ان کے اعمال کا بدلہ بھی دیجئے یعنی وہ جو نیک اعمال کئے ہیں ان کا بدلہ بھی دیجئے حکم ہوگا دو ان کو ان کے اعمال کا بدلہ میرے دوستوں اور رمضان آکر روزہ داروں کو بخشا کر لے جائیں گے، خوشخبری ہو ان لوگوں کو جو روزہ رہے اور یہ نعمت ان کو حاصل ہوئی۔ عرش کے نیچے ایک صندوق ہے میاں نور کا اس صندوق پر قفل پڑا ہوا ہے، اس صندوق میں روزہ داروں کو دوزخ سے نجات ملنے کی خوشخبری ایک کاغذ پر لکھ کر اسکو اس صندوق میں ڈالیں گے اے ماہ رمضان یہ سچ ہے ہم کس منہ سے کہیں کہ ہم روزہ دار ہیں۔ کیا ہمارا روزہ، اور کیسے ہمارے روزے۔ سب کی خبر ہے آپ کو۔ ایک بار آپ ہم کو روزہ دار بولو تو ہم کو یہ تمام نعمتیں مل جاتی ہیں، اے ماہ رمضان ایک بار آپ ہم کو روزہ دار بول کر کھڑے رہ کر ہم کو دوزخ سے نجات کا پروانہ لکھا کر اس صندوق میں رکھ کر قفل ڈال کر جاؤ۔

غرض میدان قیامت میں پہی ہو رہا ہوگا کہ ایسے میں قرآن اللہ تعالیٰ کے سامنے آئیں گے اور عرض کریں گے الہی! یہ تو آپ رمضان کی وجہ سے دیئے، میں بھی ان کی نیند کھو یا تھا، رات کی نیند کھو کر وہ مجھ کو سنتے اور پڑھتے تھے حکم ہوگا کہ اس کا صلہ یہ ہے کہ جنت میں ان کو لے جا کر بڑے بڑے مراتب اور درجے دیئے جائیں۔ اے ماہ رمضان! اب آپ سفارش کیجئے کہ ان روزہ داروں کو تراویح پڑھنے والوں کو بڑے بڑے درجات دیئے جائیں۔

غرض یہ خوبیاں تھیں میاں رمضان میں، یہ نمونہ تھا جو میں نے عرض کیا۔ ان خوبیوں کا رمضان اب جا رہا ہے، اب کوئی دم کا مہان ہے، میرے دوستو! ہائے ان کا دامن پکڑو، اور دامن پکڑ کر یہ کہو۔ گل پھینکے ہیں اوروں کی طرف بلکہ شمر بھی اے خانہ برانداز چمن کچھ تو ادھر بھی

اب رمضان المبارک جارہے ہیں اس لئے کچھ دعا کرومیاں :-

دعاء

یا الہی اے اللہ! آپ ہم کو اپنا خوف دیجئے۔ اے اللہ! ہم سے آپ اتنی اطاعت کرائیے کہ جس کے صلہ میں ہم کو جنت مل جائے۔ اے اللہ! ہم کو اتنا یقین دیجئے کہ دنیا کے مصائب ہم کو آسان معلوم ہونے لگیں۔ الہی! ہمارے دین میں کوئی مصیبت مت آنے دیجئے۔ ہمارے دین کو مصیبتوں سے بچائیے، ہم پر مصیبت مت آنے دیجئے اے اللہ! ہم دنیا ہی کے نہ ہو جائیں، ایسا نہ ہو کہ ہم رات دن دنیا میں پھنسے رہیں، ہم کو ایسا بتائیے کہ ہم دنیا کریں دین کے ساتھ، ہم دنیا کریں آخرت کے ساتھ ایسا ہم کو بتائیے۔ اے اللہ! آپ خود فرماتے ہیں کہ میں سب چیزوں کو ”کن“ سے پیدا کیا ہوں اور وہ ”کن“ (یعنی ہو جاوے) ہونے سے بن گئے، لیکن ہم کو آپ خود اپنے ہاتھ سے بنائے ہیں اے اللہ! ہم کو اپنے ہاتھ سے بنا کر دوزخ میں مت ڈالئے، آپ ہم کو اپنے ہاتھ سے بنا کر دوزخ کی آگ میں مت جلائیے۔ اے اللہ! ہمارے اللہ! ہم آپ کے در پر کبھی نہیں آئے، دنیا کے سارے دروں پر برباد ہو کر پھرتے رہے لیکن آپ کے دروازہ پر نہیں آئے، رمضان المبارک کھینچ کر لا کر آپ کے دروازہ پر چھوڑے ہیں، اب رمضان جارہے ہیں ہم کو اپنے دروازہ سے مت نکالئے۔ ہم اُدھر اُدھر مارے مارے پھرتے تھے، اب رمضان آپ کے دروازہ پر لا کر چھوڑے ہیں، اے اللہ! ہم کو اپنے دروازہ سے مت نکالو۔

ایک وقت بادشاہ ہارون الرشید نے اپنی باندیوں کو حکم دیا کہ ان چیزوں میں سے جس چیز کو تمہارا جی چاہے چن لو، تب کسی باندی نے کچھ لیا تو کسی نے کچھ۔ غرض سب باندیوں نے کچھ نہ کچھ لے لیا۔ ان میں سے ایک باندی تھی اس نے بادشاہ پر ہاتھ رکھ دیا، لوگوں نے کہا یہ کیا ہے تب اس باندی نے کہا کہ سب باندیوں نے ایک ایک چیز لے لی اور میں نے بادشاہ کو لے لیا۔ جب بادشاہ میرا ہو گیا تو اب ساری سلطنت میری ہے، ساری بادشاہت میری ہے۔ غرض ہر چیز میری ہے ایسا ہی الہی! آپ ہمارے ہو جاؤ۔ ہم کو آپ اپنا بنا لو۔ اے اللہ! آپ ہمارے ہو گئے تو جنت ہماری ہے، دنیا ہماری ہے۔ غرض ہر چیز ہماری ہے۔ اے الہی! ہم کو آپ اپنا بنا لو۔ آپ ہمارے ہو جائیے۔ الہی! آپ ہمارے ہو جاؤ۔ ہم کو اپنا بنا لو۔ الہی! آپ ہمارے ہو جاؤ۔ ہم کو اپنا بنا لو۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَيْرِ خَلْقِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ
وَعَصْبِهِ اَجْمَعِينَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

نعت شریف

الحاج مرزا شکور بیگ صاحب نے اپنا کلام سنا کر سامعین کے قلوب کو متاثر کیا
کہاں میں کہاں ان کا دربارِ عالی : حقیقت نبی ہے میری خوش خیالی
دل مضطرب نے مراد اپنی پائی : نظر آگئی ان کے روضہ کی جالی
مدینہ کے داتا غریبوں کے والی
نہ لوٹائے گا مجھے ہاتھ خالی

سرا پا خطا کا رخصت ہوا ہے : ندامت سے اور شرم سے سر جھکا ہے
گناہوں کی تفصیل بے انتہا ہے : شفاعت کا بس تیری ایک آسرا ہے
مدینہ کے داتا غریبوں کے والی
نہ لوٹائے گا مجھے ہاتھ خالی

نظر پاک ہے اور نہ دل پاک میرا : لباس عبادت ہے صد پاک میرا
دکھا وایہ پہو جائے سب خاک میرا : فقط دیدہ دل ہے نمناک میرا
مدینہ کے داتا غریبوں کے والی
نہ لوٹائے گا مجھے ہاتھ خالی

کرم سے مرا بختِ خفتہ جگا دے : خدا کے لئے اپنا جلوہ دکھا دے
شرابِ محبت نظر سے پیلا دے : میری زندگی کو عبادت بنا دے
مدینہ کے داتا غریبوں کے والی
نہ لوٹائے گا مجھے ہاتھ خالی

نہ دنیا کا میں مرتبہ چاہتا ہوں : نہ عقبیٰ کا کوئی صلہ چاہتا ہوں
 تری نیم شب کی دعا چاہتا ہوں : ترے نام پر خاتمہ چاہتا ہوں
 مدینہ کے داتا غریبوں کے والی
 نہ لوٹائے گا مجھے ہاتھ خالی
 جو طالب ہیں اس کے انھیں سیم و زر دے : مرے دل کو اپنی محبت سے بھر دے
 مری شام غم کو خوشی کی سحر دے : غلاموں میں شامل مرا نام کر دے
 مدینہ کے داتا غریبوں کے والی
 نہ لوٹائے گا مجھے ہاتھ خالی
 کوئی وقت ہو شام ہو یا سحر ہو : تصور ترا میرے پیش نظر ہو
 زباں پر ترا نام قدموں پر سر ہو : مرا خاتمہ ہو تو ایمان پر ہو
 مدینہ کے داتا غریبوں کے والی
 نہ لوٹائے گا مجھے ہاتھ خالی

نعت شریف

الحاج جناب سید نعیم الدین حسینی صاحب سپرداؤز رتے نہایت خوش الحانی
 سے نعت شریف سنا کر سامعین کو محو حیرت بنا دیا۔

سلطان جہاں محبوب خدا تیری شان شوکت کیا کہنا : ہر شے پہ لکھا ہے نام تیرا تیرے ذکر کی رفعت کیا کہنا
 ہے سر پہ تاج نبوت کا جوڑا ہے تن پہ کراست کا : سہرا ہے جبیں پہ شفاعت کا اُمت پہ ہے رحمت کیا کہنا
 معراج ہوئی تاعرش گئے الحق تم سے ملا تم حق سے ملے : سب راز قادی دل پر کھلے یہ عزت و شمت کیا کہنا
 حوروں نے کہا سبحان اللہ علماں نے پکارا صلی اللہ : اور تدسی بولے الا اللہ ہے عرش یہ دعوت کیا کہنا
 قرآن کلام باری ہے اور تیری زبان پر جباری ہے : کیا تیری فصاحت پیاری ہے اور تیری بلاغت کیا کہنا
 باتوں سے چمکتی لذت ہے آنکھوں سے برسی رحمت ہے : خطبے سے چمکتی ہیبت ہے اے شاہ رسالت کیا کہنا

ہوسن نبی کی کیسے صفت جس کی ہے خدا کو بھی چاہتا ۛ
 والشمس چمکے الا رنگت پھر اس میں ملاحظت کیا کہنا
 صدیق جان صداقت کی، فاروق شان عدالت کی ۛ
 عثمان ہیں کان سخاوت کی، حیدر کی ولایت کیا کہنا
 دو پھول بتونی گلشن کے، اک سبز ہوئے اک سُرخ ہوئے ۛ
 بغداد و عرب جن کے ہیکے ان پھولوں کی نکہت کیا کہنا
 کیسے کرم کھل جائیں اگر رحمت کی گھاٹ سے جم کر ۛ
 پیاسے یہ کہیں خوش ہو ہو کر اے ابر رحمت کیا کہنا
 آنکھوں سے کیا دریا جاری، اور لب پہ دعا جو پیاری پائی ۛ
 رورو کے گزاری شب ساری اے جا امت کیا کہنا
 شہرت ہے جمیل اتنی تیری یہ سب ہے کرامت مرشد کی
 کہتے ہیں مجھے مدارح نبی، سب اہل سنت کیا کہنا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَعُظْمُبَارِك

مورخہ ۲۸ رمضان المبارک ۱۳۸۲ھ مطابق ۲۳ فروری ۱۹۶۳ء

حضرت قبلہؒ نے حاضرین سے فرمایا کہ (۳) مرتبہ درود شریف پڑھیں پھر آپ نے بھی یہ درود شریف پڑھا: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَصَحْبِهِ اَفْضَلْ صَلَوَاتِكَ وَعَدَدَ مَخْلُوْعَاتِكَ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ
ترجمہ: (اے اللہ درود بھیج ہمارے سردار محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل و اصحاب پر سب سے افضل درود اور اتنی تعداد میں جو آپ کی معلومات کے موافق ہے برکت اور سلام نازل فرما)

حضرات! جب رمضان المبارک کا چاند نظر آتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرماتے "لَقَدْ اَظْلَكُمْ شَهْرٌ عَظِيْمٌ" ترجمہ: ایک عظمت والا مہینہ تم پر سایہ کر رہا ہے، اور یہ محاورہ ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور باپ کے بچوں کے لئے کہتے ہیں کہ یہ باپ کے سایہ میں ہیں یعنی باپ کی حمایت میں ہیں، یہ مبارک مہینہ آیا ہے مسلمانوں کو اپنی حمایت میں لینے کے لئے۔ اس لئے جو مسلمان روزہ رہے، تراویح پڑھے تو ان کو حمایت میں لے لیا جاتا ہے اور جو مسلمان نہ روزہ رہے نہ تراویح پڑھے ان کو حمایت میں نہیں لیا جاتا رمضان اسی کا ہے جو روزہ رکھے اور تراویح پڑھے۔

میرے دوستو! دن تو دنیا کے گزر جائیں گے مگر اس کے بعد جب اسکی حمایت کا موقع آئے گا، تو اس وقت روزہ نہ رکھنے والوں کو اور تراویح نہ پڑھنے والوں کو پھٹانا پڑے گا۔ جو لوگ تراویح پڑھے ہیں، اور روزہ رکھے ہیں ان کو دیکھو کہ جب وہ قبروں میں ہوں گے تب ادھر سے رمضان آئیں گے اور ادھر سے قرآن اور اللہ تعالیٰ سے شفاعت کر کے فرشتوں کو بھیج کر ان کو آرام پہنچانے کا سامان کریں گے، پھر قیامت کے دن بھی رمضان مدد کریں گے۔ غرض ہر موقع اولاد ہر ملک رمضان آکر مدد کریں گے، میزان پر نیکیاں تل رہی ہیں جس کی نیکیاں بڑھ جائیں گی اسکو شہادت

کی طرف بھیجا جا رہا ہے تو ویسے موقع پر رمضان آکر کھڑے رہیں گے اور اگر روزہ داروں کی نیکیاں کم ہوں تو وہ جو سحر کو کھانا کھائے تھے، وہ کھانا لا کر نیکیوں کے پلڑے میں ڈالیں گے، جب کھانا نیکیوں کے پلڑے میں ڈالا جائے گا تو نیکیوں کا پلڑا جھک جائے گا اور ان کو جنت کی طرف لے جائیں گے۔

رمضان المبارک کی فضیلت کے تعلق سے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ شیطان اور نفس دونوں مل کر مسلمانوں کے دلوں میں یہ دوسو سہ ڈالتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو مسلمانوں سے محبت ہوتی تو دن بھر بھوکا اور پیاسا کیوں رکھتا اور کیوں جگاتا۔

میرے دوستو! یہ دھوکہ ہے نفس اور شیطان کا آپ غور کیجئے کہ جب بچہ کی ماں بچہ کو کڑوی دوا پلاتی ہے تو بچہ بھی یہی کہتا ہے کہ میری ماں دشمنی کر رہی ہے اور مجھے کڑوی دوا پلاتی ہے، یہ بچہ کی بے سمجھی ہے۔

ماں دشمن نہیں ہے، اچھا ہونے کے لئے تجھے کڑوی دوا پلاتی ہے، میرے دوستو! اللہ تعالیٰ کو بھی ہم سے یہی محبت ہے، سوائے زیادہ محبت ہے، یہ اللہ کی محبت کا تقاضہ ہے کہ جو ہم سے روزہ رکھوائے ہیں اور ہم کو تراویح پڑھائے ہیں جس روز ہم دنیا میں آئے تھے، اس وقت ہماری روح نورانی تھی لیکن نفس کی صحبت کی وجہ سے ہم گناہ کئے، اور روح پر ظلمت و تاریکی چھا گئی اور اگر اس سیاہی کو لے جا کر وہاں جائیں گے تو وہاں سیاہی دور کرنے کا کوئی سامان نہ ہوگا سوائے دوزخ کی آگ کے۔ دوزخ میں جلنے ہی سے یہ سیاہی دور ہوگی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا تقاضہ ہے کہ وہ آپ کی روح کو نورانی بنانا چاہتا ہے۔ صابو! یہ روزہ اور تراویح کیا کرتے ہیں، سنو! یہ سیاہی کو نور سے دھوتے ہیں آپ روزہ رکھ رہے ہیں، تراویح پڑھ رہے ہیں، اور آپ کس وجہ سے جاگ رہے ہیں، یہ ان کی محبت کا تقاضہ ہے، اس لئے جاگ رہے ہیں، میں آپ کو ایک مثال کے ذریعہ سمجھاتا ہوں آپ اس سے خود اندازہ کر لیں گے کہ اللہ تعالیٰ کو ہم سے کس قدر محبت ہے، ایک بچہ پائتھانہ کر رہا ہے ماں دیکھ کر اٹھالیتی ہے اور کہتی ہے کہ تمہارے پاس یہ نجاست ہے لیکن میرے پاس صندل کے زیادہ اچھی چیز ہے، اس پر غور کیجئے، اب سیاہی اللہ تعالیٰ بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ روزہ دار کے منہ کی بدبو تمہارے پاس ناپسندیدہ ہے لیکن میرے پاس اس کی بومشک سے زیادہ اچھی ہے دیکھا آپ نے۔ اللہ کو اپنے بندوں سے جو محبت ہے، اس سے آپ اس کا اندازہ کیجئے یہی محبت الفاظ اور محبت کے تقاضہ کی وجہ سے ماں بچہ کو جب کڑوی دوا پلاتی ہے تو کہتی ہے کہ میاں تم یہ

دو اپنی بوس تم کو روپیہ دوں گی۔ ایسا ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے روزہ دار بندے! تو روزہ رکھ، میں تجھے جنت دیتا ہوں اور تجھے حور دیتا ہوں۔ اور تیرے روزہ کا بدلہ میں ہوں میرے دوستو! غور کرو! بچہ اگر کھانا نہ کھائے اور بھوکا رہ جائے، یا دیر ہو جائے تو ماں کس طرح بے چین ہوتی ہے کہ میرا بچہ نہیں کھایا، اسی طرح روزہ دار بندہ جب بھوکا پیاسا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو بڑا شاق گذرتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ میں تیرے روزے کی قدر کرتا ہوں، تیرے بھوک اور پیاس کی قدر کرتا ہوں، اور فرماتا ہے کہ اگر ماں بے چین ہوتی ہے تو اس کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں، مگر میرے ہاتھ میں تو سب کچھ ہے اس لئے اپنے بندوں کو روحانی غذا بھیجتا ہوں حکم ہوتا ہے کہ میرے بندوں کو دن میں روحانی غذا پہنچاؤ اور رات کو جسمانی غذا۔ آپ اندازہ کیجئے، یہ ایک واضح دلیل ہے، مثلاً ایک دن آپ فاقہ رہ کر دیکھیے، بڑی بے صبری ہوگی، بھوک لگے گی، پیاس لگے گی، عجیب تماشہ ہوگا۔ اس کے برخلاف ایک دن روزہ کی نیت کر کے دیکھو، اس روز نہ بے چینی ہوگی نہ پیاس لگے گی نہ بھوک لگے گی، یہ کیا بات ہے فاقہ میں ایسا کیوں ہوتا ہے اور روزہ میں کیوں نہیں ہوتا۔ سنو! روزہ میں آپ کو روحانی غذا پہنچتی ہے اس لئے آپ کو کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا۔ یہ روحانی غذا وہ ہے میاں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھ روز کا روزہ رہتے تھے تو یہ فرماتے تھے کہ میرا اللہ مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے، کیا کھلاتا، اور کیا پلاتا ہے، وہ یہی روحانی غذا کھلاتا اور پلاتا ہے اور روحانی غذا آپ کو بھی پہنچائی جاتی ہے، رمضان کا کیا مبارک مہینہ ہے میاں، لیکن جو لوگ روزہ نہیں رہتے ان کو شیطان ڈراتا ہے بلکہ شیطان اور نفس دونوں مل کر ڈراتے ہیں تو وہ گھبراتے ہیں کہ روزہ کیسے رہیں گے، کیسے دن گزرے گا، یہ دھوکا ہے شیطان کا، بت کھاؤ دھوکا، جب آپ بھوکے پیاسے رہ کر روزہ پورا کرتے ہیں، رات کو جاگ کر تراویح پڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بڑی قدر کرتے ہیں اور وہ بڑے قدرداں ہیں اپنی قدردانی کی وجہ سے فرشتوں کو دکھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو، اے میرے فرشتو! تم کو نہ کھانے کی ضرورت ہے، نہ پینے کی، میرے بندے کو دیکھو، اس کو کھانے کی بھی ضرورت ہے، پینے کی بھی ضرورت ہے، اس کے باوجود اس نے ہماری وجہ سے کھانا چھوڑا ہے پینا چھوڑا ہے، میری وجہ سے نیند چھوڑا ہے، میں ان کو دنگا جو کچھ مجھے دینا ہے، اور آخرت میں تم سے بڑھ کر اس کو بلند درجہ دوں گا۔

منوہاجو ایک وہ زمانہ تھا کہ پیدائش سے قبل ایک منی کا قطرہ تھا، اس کے بعد ماں کے پیٹ میں رہا۔ پھر انسان بنا اور پیدا ہوا، ماں صدقہ ہو رہی ہے باپ قربان ہو رہا ہے، اب اس کے بعد جوان ہوا۔ جوان ہو کر روزہ رکھا، تراویح پڑھا۔ اعتکاف بیٹھا اور نیک کام کیا، اسکے سبب سے نورانیت آگئی۔ عرشِ اعلیٰ سے شبِ قدر میں فرشتے ملاقات کے لئے آتے ہیں۔

میرے دوستو! رمضان کی خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ بھی ہے کہ ہمارا دشمن شیطان قید ہو گیا تھا۔ نفس اکیلا تھا شرارت تو کرتا تھا مگر اکیلا ہونے کی وجہ سے اس کی شرارت دیتا ہی تھی، اب رمضان جا رہا ہے، کوئی دم کے مہمان ہیں، اب شیطان چھوٹتا ہے نفس سے مل کر دیکھتا ہے کہ کون کون سے گناہ چھوٹ گئے تھے وہ سب کراتا ہے۔

آپ کا جو دشمن ہے اس دشمن کا تعارف کراتا ہوں، اس کی چالوں کو ظاہر کرتا ہوں تاکہ آپ ڈرتے رہیں اور اپنی حفاظت کریں، اور گیارہ مہینوں تک آپ اپنے دشمنوں سے ہوشیار رہیں۔ میرے دوستو! ایک شخص نے مست ہاتھی سے مقابلہ کیا اور شیر سے کشتی کی، تو آپ کو تعجب ہو رہا ہے لیکن اس بے بڑھکے تعجب تو یہ ہے کہ ایک بے کس انسان، عاجز و مجبور انسان، اللہ کی مخالفت پر تلا ہوا ہے، بہت کچھ پروردگار کی نافرمانی کر رہا ہے تو کیا یہ کام اس تعجب کرنے سے بڑھ کر نہیں ہے جو شیر سے کشتی لڑنے سے اور ہاتھی سے مقابلہ کرنے پر کیا جا رہا تھا۔ یوں نہ ہو گا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اے انسان تو اپنی ہستی کو بھول گیا، تجھے اپنی مجبوری و ناچاری یاد نہ رہی، ذرا سوچ کہ تیری تخلیق کس طرح کی گئی ہے، سن پہلے تو مٹی سے بنا، مٹی ایک ذلیل عنصر ہے، اسی وجہ سے شیطان نے آدم کو سجدہ نہ کیا، شیطان نے کہا کہ وہ مٹی سے بنا ہے اور میں آگ سے بنا ہوں، میں مٹی کو سجدہ کیوں کروں؟ یہ دھوکہ ہوا اس کج بخت کو، حالانکہ اسکو خدا کے حکم کی طرف دیکھنا چاہیے تھا، مٹی ہوا کچھ ہو، غرض اس نے خدا کے حکم کا انکار کیا۔ اس کو ملعون ہونا تھا وہ ملعون ہوا۔ اس کے مقدر میں یہی تھا۔ غرض انسان کی پیدائش کا سلسلہ نطفہ سے چلا، نطفہ منی کا وہ بحس قطرہ ہے کہ جو کپڑے پر لگا تو دھونا پڑے، پھر جب انسان بنا اور دنیا میں آیا تو مجبور تھا کہ کبھی اڑانے کی قدرت نہیں تھی اور جب جوان ہوا تو سمجھا کہ میں بھی کچھ ہوں، اب وہ اکرٹنے لگا اور بالک ہی کے خلاف پر تل گیا۔ نافرمانی کرنا شروع کیا، یہ ہے ہماری ہستی، ہم کیا تھے، کیا سے کیا ہوئے، کہاں سے کہا ہم کو لایا گیا۔

اب مالک کی نافرمانی اور مخالفت کرنے لگے، اچھا میاں جوان ہوئے، طاقتور ہوئے اور قدرت آتی سب کچھ ہوا تو اب بھی کیا ہوا۔ پیٹ میں گوہ بھرا ہوا، رگوں میں خون، اگر کپڑوں کو دنگ ہائے تو دھوا پڑتا ہے۔ کان میں میل، ناک میں ریٹ، منہ میں زہر، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک حکیم نے اپنی حکمت سے نجات پر چڑا مڑھ کر خوبصورت بنا دیا ہے۔ انسان کے اندر کیا چیز ہے، اس پر انسان نے غور نہ کیا۔ مالک نے حکم سنا دیا۔ اس کو سوچنا چاہیے تھا کہ اب میں کیسے نافرمانی کروں۔ ہر روز اُس سے ایسی چیز نکلتی ہے کہ جس کو دیکھ کر اہستہ آتی ہے۔ اس کی بوسے دم گھٹتا ہے، اس کو اپنے ہاتھ سے دھو تا ہے، یہ ہستی ہے۔ ایسی ہستی ہو کر خالق کی نافرمانی کرتا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ عورت طرح طرح کے زیورات سے بناؤ سنگھار کر کے تیرے سامنے آتی ہے تو سب کو چھوڑ کر اس کی نجس جگہ کا ارادہ کرتا ہے، دیکھا تیرا یہ ارادہ ہے۔ غرض طرح طرح کی بیماریوں میں لدے ہوئے ہیں۔ ایک رگ میں درد اٹھے تو اس کی سدھار نہیں ہوتی کیا مجبوری ہے ذرا غور تو کرو۔ کبھی ہمارے ہاتھ سے کچھ لے جاتی ہے تو مجال نہیں کہ اس کو روک سکیں، پھر ہمارے سامنے کاٹتا ہے تو ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ ایسا کانٹا بے چین کر دیتا ہے۔ ایک جیونٹی ہم کو مضطرب کر دیتی ہے۔ دیکھا تو اپنی مجبوریوں کو۔ ایسا بھی۔ ہرگز زبردست قدرت والے خدا کی نافرمانی کر رہا ہے۔

تمہاری حالت ایسی ہے۔ غرض تم میں اور جانور میں کیا فرق ہے، جانور کو بھی کھانے پینے کی خواہش ہے، تجھ کو بھی کھانے پینے کی خواہش ہے۔ جانور کو بھی جماع کی خواہش ہے، تجھ کو بھی جماع کی خواہش ہے۔ پھر تجھ میں اور جانور میں کیا فرق ہے۔ جب تجھے غصہ آتا ہے تو درندہ بنا ہوا رہتا ہے۔ ان سب مجبوریوں پر غور کرو۔ ان مجبوریوں کے بارے میں کبھی سوچو اور اپنی حالت پر غور کرو۔ مگر کچھ بات ہے ان میں میاں کہ یہ سب کچھ ہونے کے باوجود انسان میں ایک چیز ہے۔ وہ کیا چیز ہے، وہ دل ہے تمہارے سینے میں کہ جس میں راز الہی ہے۔ دل اللہ کا خزانہ ہے، معرفت الہی کا صندوق ہے جس میں روحانی موتی رہتے ہیں۔ یہ چیز ایسی ہے تمہاری کہ تمہارے دل کے سامنے سب بیچ ہے، سارے عالم میں تمہاری دھوم مچی ہوئی ہے لیکن تمہاری جو حالت ہے اس کے سبب دھوم نہیں ہے اس لئے کہ تمہارا حال تو ابھی سن چکے، آپ کو یہ جو دل دیا گیا ہے، اس کے سبب سے عالم میں دھوم

مچی ہوئی ہے۔ عالم تو ایک طرف ہے میاں! اللہ تعالیٰ خود تمہاری طرف مائل ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دل کی طرف دل میں (۳۶۰) مرتبہ نظر ڈالتا ہے۔ اسی وجہ سے انسان کو اثرات المخلوقات کہتے ہیں۔ غرض آپ کو ایک نایاب چیز ملی ہے، اس میں تو خزانہ ہے محبت کا، معرفت کا، راز الہی کا ان ہی چیزوں سے سینکڑوں باتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ آپ کے دل کے خزانہ کو چھیننے کے لئے چار دشمن ہیں جو آپ کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ آپ کی ساری وقعت جو اس دل کے خزانے سے ہے چھین لی جائے تاکہ دوسرے جانوروں کی طرح تم بھی جائزہ بن جاؤ۔ وہ چاہتے ہیں کہ دل کے خزانہ کو اور اس کی دولت کو لوٹ لیں، ہوشیار رہو، اور سنبھل جاؤ میاں، یہ دل کا خزانہ، دل کی دولت کس طرح لوٹی جاتی ہے۔ سنو یہ اللہ تعالیٰ کا خلاف کرنے سے بوٹی جاتی ہے، اس لئے یہ چار دشمن آپ کے پیچھے لگے ہوئے ہیں کہ آپ سے اللہ کی نافرمانی کرائیں۔ پہلا دشمن کیا ہے سنو! پہلا دشمن دنیا ہے۔ دنیا کے واسطے کیا کیا نہیں ہو رہا ہے، کیا کیا نہیں کیا جا رہا ہے۔ کچھ خبر ہے آپ کو کہ یہ دنیا کیا کر رہی ہے سنو! یہ تم سے اندرونی دشمنی نکال رہی ہے۔ تم کو خدا کے خلاف چلا رہی ہے، خدا کی نافرمانی کر رہی ہے۔ میں تم کو ایک مثال سے سمجھاؤں گا۔ میاں ذرا یاد رکھو۔ یہی ایک مثال ہے نہ سمجھنا۔ اسی سینکڑوں مثالیں ہیں۔ ایک مثال آپ کے سمجھنے کے لئے عرض کرتا ہوں۔ میرے دوستو! اگر آپ کے پاس کوئی امانت رکھائے تو کیا کرنا چاہیے، ویسے ہی بعینہ دینا چاہیے، اگر آپ اس میں سے ایک روپیہ لے لئے اور اپنے پاس کا ایک روپیہ ڈال دیے اور کم نہ کئے تب بھی آپ نافرمان ہو گئے۔ امانت کا حکم ہے کہ بعینہ وہی چیز دینا جیسے آپ کے پاس رکھائی گئی ہے، میرے پاس کئی لوگ تڑپتے ہوئے آئے ہیں کہ ہم حج کے واسطے روپیہ جمع کئے تھے، ایک صاحب کے پاس یہ روپیہ رکھائے تھے وہ صاحب کل کل اور آج آج بولتے ہیں، کبھی دیتا ہوں کہتے ہیں اور کبھی نہیں، ان کو کیا حق تھا کھا جانے کا، یہ نافرمانی خدا کی ہے۔ دنیا آپ کو نافرمان بنا کر آپ کے دل کا خزانہ لوٹ رہی ہے، وہ صاحب کو خبر بھی نہیں ہے اور ان کو معلوم نہیں کہ ان کے دل کا خزانہ لٹا یا نہیں۔ یہ دنیا دشمن ہے میاں آپ کی بس دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے کچھ باتیں کہتا ہوں، میرے دوستو! دنیا پر دھوکہ مت کھاؤ، جو کچھ تم کر رہے ہو، سب کر دو مگر دنیا کو اپنا گھر مت بناؤ۔ آخرت کو اپنا گھر بناؤ۔ تب کبھی تم آخرت لگاؤ مگر دنیا نہ کرو گے

اگر آخرت کو اپنا گھر سمجھو گے تو جو کرو گے آخرت کے واسطے کرو گے۔ ایک دشمن ہے میاں دنیا اسکا مقابلہ تو سمجھا دیا ہوں کہ سب کچھ کرو کر دنیا کو اپنا گھر مت سمجھو، آخرت کو اپنا گھر سمجھو۔

دوسرا دشمن میاں شیطا طین الانس ہیں، یعنی انسانوں میں کے شیطان۔ یہ بڑی صحبت ہے۔ بڑی صحبت بڑی ہی ہوتی ہے، میاں اس سے اچھے اچھے دیندار بگڑ گئے، خراب ہو گئے۔ اس سے بچتے رہو۔ یہ دوسرا دشمن ہے جو آپ کے دل کا خزانہ لوٹنے والا ہے۔ عادت پڑھنے کے بعد بڑی چیز بڑی نہیں معلوم ہوتی۔ میری باتوں کو خوب یاد رکھیے۔

ایک صاحب تھے جو عطر نکالتے تھے ان کے گھر میں عطر کی بو بہکتی تھی، ان کی بیٹی ایک **حکایت** ایسے گھر میں بیاہی گئی جہاں چمڑے کی دباغت ہوتی تھی، وہ ایک عطر خانہ سے نکل کر بدبو کے گھر میں آ گئی۔ اس کا دل کیا کہتا ہو گا۔ ہمیشہ ناک پکڑ کر ایک کونے میں بیٹھی رہتی تھی، ہوتے ہوتے اس کو عادت پڑ گئی۔ ایک دن ساس نے کہا کہ یہ ہو کچھ کام کی نہیں ہے ہمیشہ کونے میں بیٹھتی ہے، ہونے جواب دیا کہ نہیں، اماں جان میرے آنے کے بعد آپ کے گھر کی بدبو چلی گئی۔ افسوس بدبو نہیں گئی بلکہ ناک چلی گئی۔

غرض اچھا آدمی بھی بردوں میں جاتا ہے تو برا ہو جاتا ہے، اس کو خبر بھی نہیں ہوتی کہ میں برا ہو گیا ہوں، جس طرح اس لڑکی کو خبر بھی نہ ہوئی کہ میں بدبو کی عادی ہو گئی ہوں۔

تیسرا دشمن شیطا طین الجن ہیں۔ یعنی ابلیس، یہ تیسرا دشمن ہے آپ کا۔ میں سچ کہتا ہوں دنیا اور شیطان آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ جب چوری ہوتی ہے۔ (میاں غور سے سنو) گھر کے بھیدی سے ہوتی ہے، یہ نفس ہمارے گھر کا بھیدریا ہے شیطان نفس کو ملا کر دھوکہ دیتا ہے، لیکن اگر ہمارے نفس کی اصلاح ہو گئی ہو تو یہ شیطان کچھ نہیں کر سکتا۔ میں ایک مثال سے سمجھاتا ہوں، ایک شخص جارح ہے اس کو ایک عورت نظر آ گئی۔ اب شیطان کہتا ہے کہ دیکھ، اس کو دیکھ، وہ جارح ہی ہے اسکو دیکھ۔ شیطان یہی کہے گا، سر پکڑ کر اوپر نہیں کرنا۔ شیطان فقط دیکھ دیکھ کہے گا۔ شیطان سے نہ ہو سکا تو جن کی بددلیتا ہے اور کہتا ہے کہ اس کے سر کو اونچا کر دے، اس کا سر پٹا دے تو وہ جن سر پکڑ کر اوپر کر دیتا ہے، آپ آنکھ بند کر لیجئے تو ابلیس کہتا ہے کہ اس کی آنکھ چیرا اگر آپ کے نفس کی اصلاح ہو چکی ہے تو آپ نے آنکھ کی پتلی نیچے کر لی۔ انسانوں میں کے شیطان سے

بھی نہ ہو سکا۔ اگر ہوتا ہے تو نفس سے ہوتا ہے، آپ نے آنکھ نہ کھلی کر لی اور یہ نظری سچ گئے۔ شیاطین الانس سے بھی کچھ نہ ہوا۔ ابلیس سے بھی کچھ نہ ہوا، یہ فقط آپ کا نفس ہے جو آپ کو تباہ کرتا ہے سمجھ لیا آپ نے، اب ایک اور بات آپ سے عرض کرتا ہوں، غور سے سنئے: آدم و حوا علیہما السلام کو جنت میں رکھا گیا، انھیں سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے ابلیس ملعون ہوا۔ اسے فکر ہوئی کہ آدم و حوا تو مزے اُڑا رہے ہیں، کیا کر دوں اور کیسے بہکاؤں ان کو، لیکن جنت میں جانے کا موقع نہ تھا۔ باہر کھڑا ہوا تھا کہ ملاوس یعنی مور جو خدمتی جنت کا تھا۔ باہر آیا۔ ابلیس اس کے سامنے بہت رویا۔ اس نے پوچھا کہ کیوں روکتے ہو، کیا بات ہے، کیا تکلیف تو کچھ نہیں ہے، میں بڑا عابد ہوں، جنت میں آکر دیکھنا چاہتا ہوں کہ عابدوں کا جنت میں کیا مرتبہ ہے، نور نے کہا کہ میں کیسے لے جاؤں، دریاں بیٹھا ہوا ہے اور کہا کہ سانپ بھی ملازم ہے، اگر وہ آجائے تو میں اس سے مشورہ کروں گا۔ اتنے میں سانپ بھی آیا۔ اس کے سامنے بھی شیطان بہت رویا، تب مشورہ میں یہ ملے ہوا کہ سانپ کے منہ میں شیطان بیٹھ گئے گا اور سانپ مور کو پیٹ جائے گا اور جنت میں شیطان سانپ کے منہ سے باہر نکل آئے گا۔ غرض سانپ کو مور اپنے پاؤں میں پیٹ لیا اور جنت میں چھوڑ دیا، وہاں جا کر شیطان حوا کے پاس آیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ تم کو جنت سے نکالی دیں گے لیکن اگر تم یہ پھیل کھاؤ گے تو اب دلا بادل تک جنت میں رہو گے۔ غرض دھوکہ دیکر آدم و حوا کو ممنوعہ پھل کھلایا جس کی وجہ سے آدم و حوا دونوں جنت سے نکالے گئے اور دنیا میں چھوڑ دیے گئے، مور کے لئے حکم ہوا کہ اس مردود کے پاؤں سنخ کر دو، بد صورت بنادو، اور سانپ کے لئے کہا گیا کہ اس کے منہ میں زہر پیدا کر دو۔ اس کے پہلے سانپ کے منہ میں زہر نہ تھا۔ اب سانپ کے منہ میں زہر آگیا اور مور کے پاؤں خراب ہو گئے۔ جب وہ ناچتا ہے اور پاؤں پر نظر پڑتی ہے تو روتا ہے کہ میرے پاؤں کیسے خراب ہیں۔ ایسا ہی صاحبو! ہمارا نفس اس سے ہزار درجہ بڑھ کر ہے۔ آپ کو دھوکہ دے کر تافربانی کرتا ہے، آپ غور کر کے سمجھ گئے ہوں گے کہ آپ کا سب سے زیادہ دشمن کون ہے؟ یہ نفس ہے جو آپ کے بغل میں بیٹھا ہوا بھلی گھونٹے لگا رہا ہے۔

حکایت ایک بہو تھی، کئی دن گذر گئے، بات ہی نہ کرتی تھی، ایک دن سانس نے کہا کہ بیٹی تم بھی کچھ بات کرو تو پہلی بات جو ہونے لگی اس سے کی وہ یہ تھی کہ اماں جان

میرے خاندان جو تمہارے بیٹے ہیں اگر وہ مر گئے تو کسی سے میرا نکاح کرو دگی یا نہیں، تب ساس نے کہا کہ تم خاموش ہی رہو، تمہاری خاموشی ہی اچھی ہے۔ تم بات کر کے ساس کا بھلیہ ٹھنڈا کر دیے میرے دوستو! جیسی یہ بہو تھی ایسا ہی تمہارا نفس ہے، جیب بات کرے گا تمہارا دین و ایمان ٹھنڈا ہو جائے گا۔

اگر کہا جائے کہ رشوت نہ کھاؤ، اللہ نے اسکو حرام کیا ہے اگر ایسا کہا جائے تو نفلی کہتا ہے گا۔ اب تو آرام سے گذرتی ہے نہ عاقبت کی خبر خدا جانے یہ بھی اچھے کہنے کی مانند بات ہے رشوت کھاؤ اب تو آرام سے گذر رہی ہے، عاقبت کی خبر خدا جانے۔ مگر اس یہودہ نفس کو ذرا سمجھاؤ ایک طبیب نے کہا کہ اس غذا میں زہر ہے، اگر کھاؤ گے تو مر جاؤ گے۔ مرے سے گذر رہی ہے آرام سے گذر رہی ہے عاقبت کی خبر خدا جانے کہی نہیں کہو گے اور اللہ تعالیٰ فرمائیں کہ فلاں چیز میں زہر ہے تو کہنے ہو کہ اب تو آرام سے گذر رہی ہے ذرا ان دونوں باتوں پر غور کرو۔ صا حو! اللہ کا بولنا ہوا ہے اس میں ضرور زہر ہو گا۔ مرنا تو ضرور ہے چلتے چلتے مر رہے ہیں، موت کا کوئی بھروسہ نہیں، اب تو آرام سے گذر رہی ہے عاقبت کی خبر خدا جانے یہ تو بول ہی نہیں سکتے۔

نفس کی ایک باریک بات بتلاتا ہوں۔ غور سے سنو میاں، ایسی عبادتیں جن کی صورت نظر آتی ہے مثلاً نماز تو ایک بار نفس ایسی عبادت کرنے دے گا کہ اس سے لوگوں میں شہرت ہوتی ہے اور بعض نیکیاں ایسی ہیں کہ جن میں کچھ پیسہ یا ٹیڑھا ہے جیسے گناہ تو ان کو نفس کرنے نہ دیکھا میرے دوستو! میں ایک قصہ بیان کرتا ہوں سنئے۔ ایک بڑے عہدہ دار تھے، کسی بزرگ کے مرید بھی ہوئے تھے، وہ نماز پڑھتے تھے اور نہایت سب سے وظیفہ بھی دوڑھائی گھنٹہ تک بیٹھ کر پڑھتے تھے اور موٹے موٹے دانوں کی تسبیح بھی کھٹ کھٹ پھلتی تھی، کسی سے رشوت کی بات کریں تو وظیفہ خراب ہوتا ہے اس لئے انگلیوں پر اشارہ میں بات ہوتی تھی۔ اپنی غرض کہتا کہ دوسروں پر دیتا ہوں تو انگلیوں کے اشارہ سے کہتے کہ تین سو اس نے کچھ کہا اور یہ کچھ اشارے سے کہے۔ غرض اس نے کہا کہ اچھا دیتا ہوں سرکار تو یہ کونہ اٹھا دئیے جا نماز کا۔ یہ سب کر رہے ہیں وظیفہ خراب نہیں ہوتا۔ رشوت لئے تو کچھ نہیں ہوتا۔ غرض وظیفہ نماز بھی جاری اور

رشتہ بھی لے رہے ہیں۔ یہ نفس آپ کے پہلو میں بیٹھا ہوا ہے یہ اس کی چالاکیاں ہیں۔
 آپ کو نفس کی ایک اور چالاکی بتلاتا ہوں نفس کہتا ہے کہ کبیرہ گناہ نہیں کرنا۔ معیہ
 گناہ کریں تو کیا ہوتا ہے مگر میرے دوستو! چھوٹی سی چنگاری سے گھر جلے گا یا نہیں۔ اسی طرح
 سے کیا چھوٹا گناہ اور کیا بڑا گناہ۔

صاحبو! ایک شخص ہے سڑک پر چل رہا ہے اور بارش ہو رہی ہے ایک چھٹیا پڑا۔ دوسرا پڑا پھر
 تیسرا پڑا۔ ایسے ہی چھٹے پڑنے کی وجہ سے پورا پانچواں بھیگ گیا۔ اب وہ کہتا ہے کہ بچنے سے کیا
 فائدہ؟ اس طرح سب بھیگ جاتا ہے، اسی طرح اگر کہو گے کہ چھوٹا گناہ کئے تو کیا ہوتا ہے سنو
 گناہ صادر ہونے کے لئے نفس چھوٹا گناہ سکھاتا ہے، پھر بڑا گناہ کرتے ہیں تو اب کچھ خبر نہیں
 ہوتی۔ دنیا کے دھوکہ میں مت آؤ۔ چھوٹے گناہ کا ضرر بھی ویسا ہی ہوتا ہے جیسے بڑے گناہ کا۔
 اور نفس کا یہ بھی دھوکہ ہے، کہتا ہے کہ اب گناہ کرو، توبہ کر لیں گے۔ سنو آپ اور سمجھو،
 اس کو دھوکہ کہتے ہیں، اگر ایک شخص کے پاس مرہم ہو تو میاں مرہم کے بھر دسہ پر کیا ہاتھ کاٹ
 لیتے ہیں، یا ہاتھ کٹ جائے تو مرہم لگاتے ہیں۔ اسی طرح توبہ کے بھر دسہ پر گناہ نہیں کرتے،
 بلکہ اگر گناہ ہو جائے تو توبہ کرتے ہیں۔ دیکھا آپ نے نفس کی چال بازی کو۔ میں اس کی چال بازی
 آپ کو دکھا رہا ہوں۔ غرض توبہ کے بھر دسہ پر گناہ کئے جا رہے ہیں۔

ایک موٹی مثال سے سمجھاتا ہوں نفس کہتا ہے کہ ارے میاں اللہ کی رحمتیں ہمارے گناہوں
 سے کم نہیں ہے بلکہ بڑی ہوئی ہے۔ اور نفس یہ بھی کہتا ہے کہ حدیثوں میں اللہ کی رحمت کا ذکر
 آیا ہے اس لئے ان کی رحمت کے سامنے ہمارے گناہ کیا چیز ہیں۔ صاحبو! نفس آپ کو دھوکا
 دے رہا ہے۔ میرے دوستو! ذرا غور سے سنو۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بھی آیتیں ہیں اور غضب
 کی بھی غضب کی آیتیں چھوڑ کر کیسے صرف رحمت کی آیتیں لے رہے ہو۔ رحمت کی حدیثوں سے
 ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کو ہم سے بہت محبت ہے، اور اگر ہم کو بھی ان سے محبت ہے تو کیا کرنا
 چاہیے۔ ہم کو ان کی اطاعت کرنا چاہیے یا نافرمانی۔ اللہ کی رحمت کو سن کر یہ سمجھیں گے کہ
 اللہ کو ہم سے محبت ہے تو کیا اس کے محبت کے بدلہ میں اللہ کا فلاں ہی کرنا چاہیے، کیا چال
 چلا ہے دیکھو، یہ چال نفس کی ہے سمجھ رہے ہیں نا آپ اس کی چال کو۔

جو گناہ ظاہری ہیں ان سے تو آپ ایک بار رک جائیں گے لیکن جو گناہ دل کا ہے آپ اس سے رکتے نہیں، کیونکہ آپ کو خبر ہی نہیں کہ دل کا گناہ کیا ہوتا ہے میاں، میں اسکو تفصیل سے مثال دیکر عرض کرتا ہوں کہ دل کا گناہ کیا ہے۔ کینہ، حسد کرنا، اپنے کو بڑا سمجھنا، کسی کو حقیر سمجھنا۔ ممکن ہے نفس ظاہری گناہ نہ کرنے دے، لیکن اس گناہ سے تو بچنے نہ دے گا۔

حکایت | حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ایک وقت بازار کو جا رہے تھے راستہ میں ایک شخص نے سوال کیا (یعنی پیسہ مانگا) آپ نے منہ سے تو کچھ نہیں فرمایا لیکن دل میں خیال فرمائے کہ یہ ہٹا کٹا آدمی ہے اس کو خیال نہیں آتا کہ بھیک مانگ رہا ہے۔ عرض آپ ایک طرف چلے گئے۔ اور وہ دوسری طرف چلا گیا۔ آپ نے رات میں خواب دیکھا کہ ایک شخص مردار گوشت لا کر کھ رہا ہے کہ حضرت کھاؤ۔ آپ فرمائے کہ میں اس کو کیسے کھاؤں، تب اس نے کہا کہ صبح کو کھائے تھے نا حضرت اس فقر کی دل سے غیبت کی تھی یا نہیں، اس لئے مردار گوشت کھائے یا نہیں۔

عرض ظاہری گناہ سے رکیں گے دل کے گناہ سے نہیں رکیں گے، میرے دوستو! یہ گناہ تو دل کا گناہ ہے میاں۔ ان گناہوں کے بارے میں کیا کہتے ہو نفس تو آپ کا ایسا دشمن ہے کہ وہ پہلے ہاتھ پاؤں کے گناہ ہی سمجھنے نہ دے گا۔ آنکھ کا گناہ کیا ہے میاں، غیر اجنبی عورت کو دیکھنا یا اس کے کسی ایسے عضو کو دیکھنا جو ناجائز ہے مثلاً غیر محرم عورت کے سر کے بال دیکھنا بھی گناہ ہے کسی کی دولت کو دیکھ کر ویسا ہی خود کے لئے ہونے کی خواہش کرنا یا حرص کرنا یہ بھی گناہ ہے میاں، زبان کا گناہ چغخوری کرنا، غیبت کرنا، جھوٹ بولنا ہے، کان کا کیا گناہ ہے چھپک کسی کی باتیں سننا، ہاتھ کا گناہ، غیر محرم عورت کو ہاتھ لگانا، یا ناجائز مضمون لکھنا یہ بھی ہاتھ کا گناہ ہے، پاؤں کا گناہ کیا ہے، کسی ناجائز جگہ چل کر گیا وہ پاؤں کا گناہ ہے، ایک پیٹ کا گناہ ہے، وہ مال حرام کھانا ہے اس سے بہت کم بچتے ہیں، اس میں بہت سے مبتلا ہیں، گرفتار ہیں۔

حکایت | امام احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ ہیں۔ تین سال تک مغرب کے وضو سے صبح کی نماز پڑھے۔ یوں تو ستر سال تک شب بیدار رہے اور دنیا کو چھوڑ کر

ایک غار میں جا کر رہے تھے۔ جب ان کے انتقال کا وقت آیا تو غار کے کونے سے آواز آئی
 احمد تمہارے انتقال کا وقت قریب آگیا۔ اور دو کالے قطرے ان کے منہ پر ٹپکے اور منہ
 سیاہ ہو گیا۔ مرید روئے کہ مرشد کا یہ حال ہے تو مریدوں کا کیا حال ہوگا۔ ہماری نافرمانی کی وجہ
 سے ہمارا کیا حال ہوگا۔ غرض روئے اور دفن کر دیے۔ ایک مرید کے خواب میں حضرت تشریف
 لائے اس نے دیکھا کہ زمین و آسمان تک نور ہی نور ہے اس میں حضرت بیٹھے ہیں اور آپ کے
 ساتھ خلفاء راشدین ہیں وہ دوڑ کر گیا اور دریافت کیا کہ حضرت وہ کالے قطرے کیا تھے آپ
 نے جو ایسا دیکھا کہ نامہ اعمال میں دیکھا کہ مال حرام کی دو چوٹیوں سے دو وقت کچھ خریدا کہ جو کھایا
 تھا وہ وہ کالے قطرے ہیں کرٹیکے لیکن میں درود شریف زیادہ پڑھتا تھا۔ یہ اسی کا نور ہے
 جو تو دیکھ رہا ہے میں لوگوں کو جو نیک باتیں بتلاتا تھا۔ اس کے بدلہ میں یہ خلفائے راشدین
 میرے ساتھ ہیں۔

دیکھا آپ نے پیٹ کا گناہ یہ ضرابیاں پیدا کرتا ہے نفس ہمیں کچھ خبر ہونے نہیں دیتا
 غرض ہم نفس کے دھوکہ میں ہیں۔

ایک جسم کا گناہ ہے میاں وہ کیا ہے کافروں کا لباس پہننا یہ جسم کا گناہ ہے کیا کہوں
 مسلمانوں کی حالت دیکھتا ہوں تو بول رہی نہیں سکتا۔ ان کو دیکھ کر اندر ہی اندر دل گھٹتا ہے عورتیں
 ننگے آستین دکھاتے ہیں۔ ایک چولی پہنتی ہیں کتنی تک یہ ہندوؤں کی چولی ہے۔ ہندوؤں کی عورتیں
 ایسی چولی پہنتی ہیں۔ یہ چولی پہننے کے بعد معلوم نہیں ہوتا کہ مسلمان عورت ہے یا غیر مسلم عورت
 یہ کافروں کا لباس پہنا جا رہا ہے گاؤں میں جا کر دیکھو تو صرف تام سے پہچانے جاتے
 ہیں اور لباس کافروں کا اس لباس سے صرف صورت کافروں کی بتاتے ہیں۔ مہذب لوگ
 کوٹ پتلون پہنتے ہیں انگریزی کے الفاظ ہیں اور مجھے انگریزی نہیں آتا البتہ نکلانی عیسیٰ علیہ السلام
 کو سولی دی گئی تھی اس لئے ان دوگوں نے اس کی شکل بنا کر گلے میں لگائے ہیں مسلمانوں کی کیا
 کم نچتی آئی کیا بھی ان کے پاس کوئی تبرک چیز ہے۔ یہ کیوں لگا رہے ہیں۔ غرض سب کافروں کا
 لباس پہن رہے ہیں۔ کیا اسلامی غیرت بھی نہیں ہے۔ قومی امتیاز بھی نہیں ہے۔ لباس سے
 معلوم ہی نہیں ہوتا کہ یہ مسلمان ہے یا کافر۔

سنو صلیو! اسلام کے پانچ جزء ہیں۔ ایک عقائد عیسائیوں کے عقائد سے ہمارے عقائد الگ ہیں۔ دوسرے عبادت۔ (جیسے نماز، روزہ وغیرہ) ہیں۔ تیسرے معاملات ہیں۔ چوتھا جز معاشرت ہے۔ پانچواں تمدن ہے۔ یہ پانچ چیزیں ہیں۔ تمدن بھی ایک جزء ہے اسلام کا۔ اس کو عادت کر رہے ہیں۔ عورتیں کافروں کی سی بن گئی ہیں بعض عورتیں ٹیکہ لگانے لگی ہیں۔ یہ بکھتی کی بات ہے مسلمانوں کی شان تھی کہ پہلے آستینوں کی چولی پر کرتا پہنتے تھے اب لائے آستین کی بجائے کہنیوں تک پہنتی ہیں، بالکل کافر عورت معلوم ہوتی ہیں۔ شاید یہ خیال ہوتا ہو گا کہ صورت تو کافروں کی بنائیں گے گو عقائد نہ بدلیں گے لیکن کیوں پہن رہے ہیں کافروں کا لباس۔ صلیو! اس وقت نفس کیا کہہ رہا ہے سنو! نفس یہ کہہ رہا ہے کہ ارے میاں کافروں کا لباس پہن لئے تو کیا کافر ہو جاتے ہیں۔ نہیں ہوتے ہیں میاں، ذرا سا ڈی چولی پہن کر اس مجمع میں آپ آجائیے مجمع میں اس طرح آئے تو کیا آپ عورت ہو جائیں گے۔ آپ عورت نہیں بن جاتے۔ مرد کے مرد رہتے ہیں لیکن آپ سے آیا نہ جائے گا، پھر کافروں کا لباس پہن کر کیسے آیا جاتا ہے۔

میاں اس کا لباس نے بڑے بڑے کام کئے ہیں۔ ایک مثال سے سمجھاتا ہوں۔

حکایت حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے شہر میں ایک عورت رہتی تھی۔ کسبن آدھیں تھیں مگر کسبن بن گئی تھی۔ نہایت خوبصورت ہونے کی وجہ سے شہر کے تمام پیسہ والے گردیدہ ہو کر اس کے پاس جاتے تھے۔ حضرت بایزید بسطامی کو برا معلوم ہوا کہ یہ کینجوت پیسہ لوٹ رہی ہے۔ حرام کاری ہو رہی ہے اور پیسہ الگ ضائع ہو رہا ہے۔ اس لئے ایک روز حضرت اس کے دروازہ پر آکر بیٹھ گئے۔ جب لوگ آنے لگے تو حضرت کو بیٹھا دیکھ کر واپس ہونے لگے، اس نے اندر سے کہا کہ آپ یہاں کیوں بیٹھے ہیں، کیا کہنا ہے کہو، حضرت فرمائے کہ میں ایک رات رہنا چاہتا ہوں اس نے کہا کہ آپ کے جیب میں ایک کوڑی بھی نہیں ہے، اور میری فیس دو سو اشرفیاں ہیں۔ کیا آپ دیں گے اس کو۔ آپ فرمائے ہاں دوں گا۔ اور دو سو اشرفیاں نکال کر دیدیے پیسہ دینے کے بعد وہ آپ کی باندی بن گئی اور حضرت کو اندر لے گئی۔ آپ بیٹھ کر فرمائے کہ میں جو کچھ کہوں گا کیا تم اسکو سنو گی؟ اس نے کہا ہاں سنوں گی، آپ فرمائیے میرا جی چاہتا ہے

کہ میرے کپڑے تم کو پہنا کر دیکھوں کہ ان میں تم کیسی نظر آتی ہو، اور چاہتا ہوں کہ فاسقوں کے کپڑے نکال کر متقیوں کے کپڑے پہنا کر دیکھوں، وہ اس پر راضی ہو گئی، جب وہ حضرت کا جبہ تنایا پہن کر کھڑی ہو گئی، تو آپ اس کے پاس کھڑے ہو کر یہ دعا کہنے لگے: اے اللہ! میں نے تو اس کے ظاہری لباس کو اتار دیا ہے، فاسقوں کا لباس اتار کر متقیوں کا لباس پہنا دیا ہے۔ اس کے دل کی اصلاح اور اصلاح آپ کے ہاتھ ہے۔ اس متقی لباس کو پہننے کی وجہ سے آپ اس کے دل کو درست کیجئے ابھی آپ کی دعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ اس نے ایک چیخ ماری اور کہا کہ تفرت اب میں آئندہ گناہ نہ کروں گی اس نے آپ مجھے تو یہ کرائیے۔ حضرت تو یہ کرائے۔ حضرت سے ذکر و ریاضت سیکھی، اس کے بعد ایک دفعہ مکہ میں حضرت بایزید بسطامیؒ کے پاس اڑتی ہوئی آئی اور بے موسم کے میوے کھلائی اور دعا پڑھ گئی یہ کپڑوں کی شان ہے میاں، یہ کپڑا اس نوبت پر پہنچا تھا ہے آپ فاسقوں کا گناہ گاروں کا لباس پہنتے ہیں۔ گاؤں میں دیکھو کافروں کا لباس پہنا جا رہا ہے۔ غرض کہیں کافروں کا لباس ہے تو کہیں انگریزوں کا لباس، یہ ایک جہانی گناہ ہے۔

میرے دوستو! آپ غور کر لئے۔ نفس دھوکہ باز ہے، میں نمونہ کے طور پر سمجھا دیا ہوں، اور آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ اب کیا کرنا چاہیے، آپ اپنے نفس کا مقابلہ کیسے کریں گے۔ اس کا مقابلہ یہ ہے کہ نفس کے تقاضہ کو اور اس کی خواہشات کو پورا مت کرو۔ اس کے بجائے دیکھو کہ اللہ اور رسول کا اس کے مقابلہ میں کیا حکم ہے، اس پر عمل کرو کسی سے پوچھ کر یا دینیات کی کتابیں دیکھ کر عمل کرو۔ چند روز تک ایسا معلوم ہو گا کہ کام بہت سخت ہے مگر ہوتے ہوتے عادت ہو جائے گی اور غیب سے آپ کی تائید ہوگی تو آپ کا نفس مغلوب ہو جائے گا۔

حکایت حضرت بایزید بسطامیؒ نے ایک دن خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا تو پوچھا کہ اے اللہ آپ کے پاس پہنچنے کا کوئی قریب کا راستہ بتلائیے، تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا بایزید تم نفس کی تائید مت کرو، میرے پاس پہنچنے کا قریب تو راستہ ہی ہے۔

دوستو! میں آپ کو آپ کے دشمنوں سے واقف کرا دیا ہوں۔ اور آپ کو ان کی چالیں بھی سمجھا دیا ہوں۔ نفس یہ چالیں گیارہ مہینہ تک چلتا رہے گا۔ اس لئے آپ کو واقف کرانے کے لئے سب کچھ سمجھا دیا ہوں۔ رمضان المبارک تو اب جا رہا ہے، ہم تو پہلے ہی سے سمجھے ہوئے تھے کہ

اگر کوئی یہاں کہیں سے آیا ہے تو وہ ٹھہرے گا نہیں۔ اے ماہ رمضان آپ جا رہے ہیں جیسے، ہم سمجھے ہوئے ہی تھے کہ آپ جانے والے ہیں۔ اے ماہ رمضان جاؤ! آپ پھر آئیں گے مگر افسوس اس کا ہے کہ ہم آپ سے ملتے ہیں یا نہیں۔ آپ کو روتے ہوئے رخصت کرتے ہیں۔ اے ماہ رمضان! آپ جاتے ہیں جاؤ۔ آپ کی جیسی خاطر کرنا تھا ہم آپ کی خاطر نہیں کئے۔ آپ ہم سے نالاں ہو کر مت جائیے، ہم سے راضی ہو کر جائیے، ہم کو آپ سے بہت سے کام لینا ہے۔ قیامت کے موقع پر کام لینا ہے اس لئے ہم سے خوش ہو کر جاؤ۔

سنو صاحبو! رونا کس موقع پر ہوتا ہے میرا خیال ہے کہ بچے روتے ہیں، کیوں کہ رونا بچوں کا کام ہے، یا کوئی مر گیا تو روتے ہیں، اور مصیبت آئی تو روتے ہیں اور کس لئے روتے ہیں ہاں عورتیں ماں باپ کے گھر سے سسرال میں گئیں تو روتے ہیں۔ پس کیا یہی چیزیں رونے کی ہیں؟ ہمارے سمجھ پر پتھر پڑے ہیں۔ میاں ہماری نافرمانیوں پر رونا۔ اصلی رونا تو ہے خدا کی نافرمانی پر۔ یہ ہیں رونے کی چیزیں میاں۔ میرے دوستو! میں اب آپ سے عرض کرتا ہوں کہ کبھی کبھی تنہائی میں جا کر وہاں بیٹھ کر اللہ سے رجوع ہو کر اپنے گناہوں کو یاد کرو۔ نافرمانیاں ہوتی ہیں اس لئے توبہ کرو، اور مغفرت مانگو۔ میاں کیا بھروسہ ہے زندگی کا؟ آج ہیں کل نہیں، ہر گناہ کو تنہائی میں یاد کرو، اور ان گناہوں کو معاف کراؤ۔

دوسری بات یہ ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ مسلمانوں کے مجمع پر خدا کی رحمت برسی ہے اب ہمارے اس مجمع پر بھی خدا کی رحمت برسی رہی ہے اس لئے اب دعا کر کے ختم کرتا ہوں۔

دعاء

الہی! مالک! ہمارے مالک! ہم آپ کے غلام ہیں۔ مگر ہم کو غلام کہتے ہوئے شرم آ رہی ہے کیوں کہ جیسا آقا ہوتا ہے ویسا ہی اس کا غلام ہوتا ہے نہ کہ ہم جیسا نابیکار غلام بھی ہوں تو دیے ہی ہونا چاہیے جیسا کہ مالک ہوتا ہے۔ غلام یوں نہ بولے کہ ہم تو غلام ہیں، مگر کیسے غلام ہیں میاں۔ ہم تو بھاگے ہوئے غلام ہیں، در بدر مارے مارے پھر رہے ہیں کبھی اس در پر نہیں آتے کبھی اللہ کے در پر نہیں آتے۔ بھاگے ہوئے غلام ہیں، تیرے در پر کبھی نہیں آتے۔ مالک ہمارے صرف یہ رمضان کا طفیل تھا کہ ہم کو تیرے دروازہ پر لا کر ڈالا۔ ہم کو خیر کے دروازہ پر

لا کر ڈالا۔ آپ رمضان جا رہے ہیں۔ الہی! ہم کو اپنے در سے موت نکالے۔ یہ رمضان ہم کو آپ کے در پر ٹا کر ڈالے ہیں، جب وہ جا رہے ہیں تو ہم کو اپنے در سے موت نکالے۔ الہی! ہم اپنے گناہوں کو یاد کرتے ہیں۔ جو کچھ نافرمانیاں ہوئی ہیں ہم اس پر شرمندہ و نادم ہیں، اور ہم سب کے سر جھکے ہوئے ہیں، شرم کے مارے سر جھک رہے ہیں۔ ہم دنیا طلب کئے لیکن اللہ کو کبھی طلب نہیں کئے ہمیشہ دنیا طلب کرتے رہے۔ یا الہی! یا الہی! یہ آپ کی رحمت ہے، یہ آپ کا کرم ہے کہ ہمیں مغفرت دے کر ہم کو یاد کرتے ہیں۔ الہی! ہم سر پا گناہگار ہیں۔ میں اپنی طرف سے اور آپ سب کی طرف سے کہہ رہا ہوں، الہی! ہم سر پا گناہگار ہیں۔ الہی! ہم بندے جس طرح دونوں ہاتھ پھیلا کر کہتے ہیں یا الہی! اسی طرح آپ بھی دونوں ہاتھ پھیلا کر کہتے ہیں کہ میرے گناہگار بندے کب تک تو گناہ میں رہے گا، ارے! میرے پاس آ، ایسا کہہ کر ہم کو بلاؤ۔ اللہ تعالیٰ ہاتھ پھیلا کر کہتا ہے کہ کب تک گناہگار مجھ سے بے رخ رہے گا، ارے! آ، ارے! آ میں تیری توبہ قبول کروں گا۔

ایک شخص تعامیاں! اس کی تمام عمر گناہوں میں گزری، اس نے ایک دن آئینہ دیکھا حکایت! تو ایک سفید بال نظر آیا تو یہ سمجھا کہ موت کا بیغا آیا تو اس نے رو کر اللہ سے عرض کیا کہ میں

عمر بھر گناہگار ہوں، اب توبہ کرنا چاہتا ہوں، کیا آپ میری توبہ قبول کریں گے، حکم ہوا، اور غیب سے آواز آئی تو مجھے دوست نہیں رکھتا تھا، تو نے میرا سا تھ چھوڑا، تو میں نے بھی تیرا سا تھ چھوڑا تو میری نافرمانی کرتا رہا۔ میں سمجھے مہلت دیتا گیا۔ اب توبہ کرنے کے لئے آیا ہے۔ ارے میں تیری توبہ قبول کرتا ہوں۔

صاحبو! توبہ کرو، رو، بلاؤ اور دنا نہیں آیا تو رونے کی صورت بناؤ۔ الہی! ہاں جیسے اپنے بچے کے غصے کو پھپھاتی ہے، ایسا ہی الہی! آپ ہمارے گناہ چھپاتے ہیں۔ ہم کو رسوا ہونے نہیں دیتے، ہم خود ہی رسوا ہوتے ہیں۔ الہی! آپ کسی کو رسوا نہیں کرتے۔ الہی! ہاں جیسا بچوں کے قصور چھپاتی ہے، ایسا ہی آپ بھی چھپاتے ہیں، ہمیں رسوا نہیں ہونے دیتے۔

صاحبو! جب بچہ دیکھتا ہے سانس پھو کو تو ان کو بکرا ایسا ہے لیکن ماں بچا لیتی ہے، الہی! ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں، یعنی ہم کو جو چیزیں نقصان پہنچانے والی ہیں، ان کو ہم پکڑ لیتے ہیں آپ ہم کو بچاؤ۔ جیسا کہ ماں بچہ کو بچاتی ہے اسی طرح آپ بھی ہم کو بچاؤ۔ اور توبہ کس کو

کہتے ہیں میاں تو یہ یہ ہے کہ کیے ہوئے کام پر نادم ہونا اور آئندہ نہ کرنا۔ الہی! ہم بھی تو بہ کرتے ہیں کہ ہم کبھی گناہ نہیں کریں گے۔

الہی! آپ ہم کو توفیق دو کہ ہم کبھی گناہ نہ کریں۔ الہی! ہم وہ کئے جو ہمارے لائق تھا۔ آپ وہ کرو جو آپ کے لائق ہے۔

گناہوں کو مٹانا اس کی جگہ نیکیاں لکھنا یہ آپ کے لائق ہے۔ الہی! سب کو آپ اپنا بنائے سارے عالم کو آپ گن کہہ کر بنائے ہیں، ہم کو آدم سے بنائے ہیں، اور آدم کو آپ اپنے ہاتھ سے بنائے ہیں، اس لئے ہم کو دوزخ میں نہ ڈالیے۔ آپ ہم کو اپنے ہاتھ سے بنائے ہیں اس لئے ہم کو دوزخ کی آگ میں نہ جلائیے۔ آپ تو ہمارے ہیں، آپ ہمیشہ ہمارے رہیں۔ ہم کو بھی آپ اپنا بنا لو۔ آپ ہم کو بھی اپنا بنا لو۔

يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ

جا میا واقف دم باش عزیزاں رفتند
فکر عقبی بکن آخر کہ تو ہم مہمانی
کم خور و کم خپ و کم گو ہم بچہ ملا کم نشین
دائما در ذکر باش و خویش را ہیں بدرین

از طیفیل خواجگان نقشبند

سکندر دہشتیہ ہا قیامت کبھو دیا د

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَعُظْمَاءُ مَبَارَك

مورخہ ۲۸ رمضان المبارک ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۴ فروری ۱۹۶۴ء

”دُعَا مَبَارَك“ شروع ہونے سے پہلے حاضرین سے فرمایا کہ پہلے سب تین مرتبہ درود شریف پڑھیں، آپ نے بھی یہ درود شریف پڑھا۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَفْضَلَ
صَلَّوَاتِكَ وَعَدَدَ مَحَلَّوَاتِكَ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ
ترجمہ :- اے اللہ درود بھیج ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی
آل و اصحاب پر سب سے افضل درود اور اتنی تعداد میں جو آپ کی معلومات

کے موافق ہے برکت اور سلام نازل فرما۔

حضرات! رمضان المبارک آئے بھی اور چلے بھی، اور یہ ایسا

مبارک زمانہ تھا کہ ہر شخص کے دل میں نیک خیال ہی آتا تھا یہ مبارک زمانہ اب ختم ہو رہا
ہے، اب یہ تشریف لے جا رہے ہیں۔ اس وقت آپ کے سامنے رمضان شریف کے کچھ فضائل
بیان کئے جائیں تو کیا فائدہ کہ یہ گیارہ مہینے بعد کام آئیں گے یہ ہمیشہ میرا یہ خیال رہتا ہے کہ
آپ کے سامنے ایسی چیز پیش کر دوں جو اس کے بعد گیارہ مہینے تک کام دیتی رہیں، اگرچہ کہ
یہ رمضان المبارک کا آخری زمانہ ہے، اس لئے کچھ رمضان المبارک کے فضائل کا بھی بیان
ہونا چاہیے تھا لیکن اب اس کا موقع نہیں ہے کیوں کہ رمضان المبارک تو چلے، اس لئے اس
کی بجائے میں آپ کو ایسی چیزیں سناتا ہوں کہ اگر آپ ان کو اپنے ذہن میں رکھیں تو اس سے
گیارہ مہینے تک فائدہ حاصل کر سکتے ہیں اور کام لے سکتے ہیں۔

صاحبو! آپ کو وہ حدیث تو یاد ہوگی کہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

تشریف فرما

فرمایا ہے کہ انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب تک وہ درست رہتا ہے تو سارے اعضاء درست رہتے ہیں، جب وہ بگڑتا ہے تو سارے اعضاء بگڑ جاتے ہیں۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جوار شہادہ فرماتے ہیں، اس سے کیا مراد ہے۔ صاحبو! گوشت کے ٹکڑے سے مراد دل ہے۔ دل اچھا ہوتا ہے تو سارے اعضاء اچھے کام کرتے ہیں۔ جب یہ دل بُرا ہو جاتا ہے تو سارے اعضاء بڑے کام ہوتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ دل نیک کام پر عمل پیرا ہو تو سارے اعضاء اچھے کام کرتے ہیں اور اگر دل بڑے کام انجام دے تو سارے اعضاء بڑے کام کرتے ہیں اللہ کی مخلوق میں دل سے زیادہ اچھی چیز کوئی نہیں ہے۔

صاحبو! دل کیا ہے سنو، یہ ربانی صندوقچہ ہے، اس میں روحانی موتی رہتے ہیں۔ میرے دوستو! اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ دل ایسی چیز ہے کہ جس کی طرف اللہ تعالیٰ روزانہ تین سو ساٹھ مرتبہ نظر ڈالتا ہے۔ غور فرمائیے کیا تعریف ہے اس کی، کیا عزت ہے اس کی، اگر کسی شخص کے کسی نیکی کو اس شخص کی طرف جو منسوب کرتے ہیں تو وہ دل ہی کے عمل کی وجہ سے ہے۔ مثلاً اگر کسی کو زاہد کہتے ہیں تو انسان زاہد نہیں ہے بلکہ حبیب اس کی دل سب کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف ہو جاتا ہے تو دل کے اس عمل کی وجہ سے اس شخص کو زاہد کہتے ہیں یا اگر کسی کو عاشق کہتے ہیں تو اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ اس کے دل میں محبت بھری ہوئی ہوتی ہے کہ جس کے سبب سے اس کو عاشق کہتے ہیں، اگر عتاب ہوا تو دل پر ہی ہوتا ہے۔ خطاب ہوتا ہے تو دل پر ہی ہوتا ہے۔ سعید بھی دل ہی ہوتا ہے اور شقی بھی دل ہی ہوتا ہے، اس لئے دل کے متعلق عرض کرتا ہوں غور سے سنئے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے جسم میں دل ایک عجیب چیز پیدا کی ہے اور دل اور جسم میں عجیب تعلق ہے کہ جب جسم سے کوئی نیک کام کریں تو دل میں نور آتا ہے اور اگر جسم سے برا کام کریں تو دل میں برائی آتی ہے یعنی آپ نیک کام کریں تو دل میں نوریت آتی ہے گناہ کریں تو دل میں سیاہی اور تاریکی آتی ہے۔

صاحبو! قلب کے معنی کیا ہیں سنو! قلب کے معنی ہیں الٹ پلٹ ہونے کے، اس کا فلاح یہ کہ ایسی شریف مخلوق ہونے کے باوجود عجیب و غریب ہے یہ دل۔ اس میں یہ عیب ہے کہ

الٹ پلٹ ہوتا رہتا ہے، یعنی یہ دل انسان کی روح اور نفس کے بیچ میں ہے۔ کبھی نفس کی طرف ہو جاتا ہے تو کبھی روح کی طرف، اگر روح کی طرف ہو جائے تو فرشتوں سے بھی بڑھ جاتا ہے اور اگر نفس کی طرف ہو جائے تو شیطان سے بھی بدتر ہو جاتا ہے، اس میں صفت ہے الٹ پلٹ ہونے کی، جس کی صفت اختیار کرتا ہے ویسا ہو جاتا ہے، اسی واسطے میں آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں کہ دل میں گناہوں کی وجہ سے کیا ہوتا ہے سنئے! یہ جھت نہایت سفید ہے، اگر یہاں چو لہا جہ میں تو پہلے تو کچھ خبر نہیں ہوتی لیکن اگر دس، پندرہ دن چو لہا جلے گا تو سارا جھت کالا ہو جائے گا۔ یہ نمونہ ہے دل کے گناہوں کا، دل کے گناہوں کے سبب سے دل پر کچھ سیاہی ہی چڑھتی ہے مگر شروع شروع میں تو آپ سمجھ نہیں سکتے لیکن بڑھتے بڑھتے دل کالا ہو جاتا ہے، جب دل کالا ہو جاتا ہے تو اس کو عربی میں "زین" کہتے ہیں اور اردو میں "زنگ" ایسے دل میں اصلاح کی امید رہتی ہے، اس کے واسطے بہترین نسخہ کیا ہے، یہ زنگ دل سے دور کرنے کے واسطے روزہ اور قرآن بہترین نسخہ ہے، یہ دونوں چیزیں دل کی سیاہی دور کرنے کے لئے کیسیا ہیں اور بہترین چیزیں ہیں۔ اسی واسطے رمضان میں روزے فرض کئے گئے ہیں، اور قرآن بھی پڑھا جاتا ہے، روزوں سے اور قرآن پڑھنے اور سننے سے دل کی سیاہی دور ہوتی ہے، اور اس کے سبب سے زنگ دور ہو جاتا ہے مگر بات یہ ہے کہ جب یہ سیاہی بڑھتے بڑھتے انتہا کو پہنچ جاتی ہے اور اس کا انتہائی درجہ ہو جاتا ہے تو اس وقت قبولیت کی امید نہیں رہتی۔ اور اس دل کے اصلاح کی بہت کم امید رہتی ہے، غرض جب دل کی گری ہوئی حالت انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو اس پر مہر ہو جاتی ہے اس کے لئے قرآن شریف میں "خَتَمَ اللَّهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ" (پ۔ رکوع۔ سورہ یقرا)

(ترجمہ: خدا نے ان کے دلوں پر مہر لگا رکھی ہے) آیا ہے۔

اس کے بعد پھر کیا ہوتا ہے سنو! اس کے بعد توبہ کی توفیق بند ہو جاتی ہے اور کوئی کتنا ہی سمجھا سمجھ میں نہیں آتا، حق بات پر ہر طرف شبہ پیدا ہوتا ہے اور شبہ ختم ہی نہیں ہوتا بلکہ بڑھتا ہی جاتا ہے، چیز بڑی ہے اس کی وجہ سے مہر ہو جاتی ہے۔ مفسر صاحب واجب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دیکھ بندے، تجھ کو میں پاک اور ستھرا دل دیکر بھیج رہا ہوں۔ ایسا ہی دل لے کر میرے پاس آنا۔ دنیا میں آنے کے بعد میاں گناہ کے سبب سے دل پر سیاہی چھا جاتی ہے اور دل پر مہر

ہو جاتی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کو آپ سے محبت ہے، اس لئے آپ فرماتا ہے کہ اے میرے بندے تیرے دل کی یہ حالت مجھ سے بچی نہیں جاتی۔ اس واسطے طرح طرح کی تدبیریں سکھاتا ہوں، صاحبو! قرآن میں جو کچھ کہا گیا ہے اور جو کچھ سمجھایا گیا ہے وہ اسی ال کی سیاری کو دور کرنے کیلئے ہے لیکن انسان کی عجیب حالت ہے کہ اللہ سے منہ موڑا ہوا ہے اور اسی سے بے رخی برتا ہے لیکن اللہ بے رخ نہیں ہے، انسان تعلق توڑنا چاہتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ تعلق توڑنا نہیں چاہتا۔ انسان اللہ کا ہونا نہیں چاہتا لیکن اللہ انسان کو اپنا بنانا چاہتا ہے، غرض اللہ تعالیٰ کو انسان سے بچہ محبت ہے، اللہ تعالیٰ انسان کو دوست بنانا چاہتا ہے اس لئے سمجھاتا ہے تو انسان بگڑتا ہے، اس کی مثال ایسی ہے جیسے اگر کسی شخص کا بیٹا نالائق ہو جائے تو باپ اس کی اصلاح کی فکر میں رہتا ہے اور طرح طرح کی تدبیریں کرتا ہے کہ کسی طرح بیٹا راہ راست پر آجائے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ دیکھتے ہیں کہ انسان کے دل کی حالت بگڑی ہوئی ہے اسی واسطے قرآن میں طرح طرح سے سمجھاتے ہیں، تاکہ انسان اللہ تعالیٰ کا ہو جائے اور صاف و ستھرا دل لیکر دنیا سے جائے۔ اسی لئے صاحبو! جب آپ دنیا سے جاؤ تو دل صاف و ستھرا لیکر جاؤ۔ سنئے! اگر شہد میں زہر ملا ہو اور بچہ شہر کھانے کیلئے منہ کرے تو ماں طرح طرح سے کوشش کرے گی کہ بچہ زہر نہ کھائے، اسی طرح اللہ تعالیٰ دیکھتے ہیں کہ انسان گناہ کرتے ہیں۔ میرے دوستو! انسان گناہ نہیں کر رہے ہیں بلکہ زہر کھا رہے ہیں۔ میرے اس معروضہ کو یاد رکھو۔ ہم خدا کی نافرمانی نہیں کر رہے ہیں بلکہ زہر کھا رہے ہیں۔ بچہ کی نظر شہر پر پڑتی ہے تو ماں نظر کھتی ہے اس زہر پر کہ جو اس شہر میں ملا ہوا ہے۔ اسی طرح اللہ ہم پر نظر رکھتے ہوئے ہیں اور ان کی نظر زہر کی طرف ہے، اسی واسطے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں دیکھ بندے! میں تمہد کو گناہوں سے روکتا ہوں تو تو سمجھتا ہے کہ میں تیرا نقصان کر رہا ہوں لیکن تیرا یہ خیال غلط ہے، میں تمہد کو گناہ کی لذت سے روکتا ہوں کیونکہ وہ زہر ہے اس زہر سے بچ کر تو میری طرف آؤ۔ دیکھ تیری آخرت خراب ہو رہی ہے، آمیری طرف آ کہ میں تجھ کو تریاں پلاؤں اور دل کو صاف کروں اور دل صاف کر کے جنت میں بھیجاؤں، اس لئے تو بہ کر کے گناہوں سے باز ہو کر آ۔ صاحبو! اسکے بعد میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ گناہوں سے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے کیا ہوتا ہے سنو! اس سے آخرت بھی خراب ہوتی ہے اور دنیا بھی۔ اس وقت میں آپ کو گناہوں کی وجہ سے آخرت میں کیا نقصانات ہوگا بیان کرنا نہیں چاہتا بلکہ گناہوں کی وجہ سے دنیا میں جو نقصان اور ضرر پہنچتا ہے اسکو سمجھانا چاہتا ہوں سنئے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں اثر رکھا ہے، بعض دوائیں ایسی ہیں کہ جن سے دست آتے ہیں اور بعض ایسی ہیں کہ جن سے تھکنی ہوتا ہے، بعض دواؤں سے بخار اترتا ہے۔ ٹیبن ایک چیز ہوتی ہے کہ جسکو کھاتے کے بعد بڑی خوشی رہتی ہے۔ کپڑا میں بھی ایک اثر ہے اور

مقتناطیس میں بھی کہ رہا ہے کو کھینچتا ہے، گالی دو، اس میں بھی ایک اثر ہے، کیوں صاحب کیا گالی آکر پیٹ گئی، تعریف کرتے ہیں تو چہرہ پر بشاشت آجاتی ہے۔

صاحبو! ہر چیز میں اثر ہونے کے آپ قائل ہیں کسی کو اس کا انکار نہیں، اگر اثر نہیں ہے تو گناہوں اور خدا کی نافرمانی میں۔ ذرا سوچو کہ جس طرح ہر چیز میں اثر ہے اسی طرح گناہ اور نافرمانی میں بھی اثر ہے، سنو! شیطان بنفس آپ کو اس بات سے نہیں روکتے کہ آپ ہر چیز میں اثر کے پائے جانے کے قائل ہو جائیں لیکن شیطان بنفس آپ کو اس بات کا اعتقاد نہ رکھنے دینگے کہ اللہ کی نافرمانی میں اثر ہے، یاد رکھو جیسے ہر چیز میں اثر رکھا گیا ہے، اسی طرح گناہوں اور نافرمانیوں میں بھی اثر ہے، اس سے آخرت بھی ضایہ ہوتی ہے اور دنیا بھی برباد ہو جاتی ہے، اب میں اسی چیز کو سمجھانا چاہتا ہوں کہ دنیا کیسے برباد ہوتی ہے، اب ذرا سوچئے کہ ابلیس جسے شیطان کہتے ہیں پہلے وہ کیسا تھا۔ سنئے وہ بڑا عابد و زاہد تھا۔ دنیا میں اتنی عبادت کیا تھا کہ فرشتوں نے بھی نہ کی ہوگی۔ اس لئے اسکو آسمانوں پر عرش پر بلا لیا گیا۔ غرض عرش کو ٹیکادیکر بیٹھنا اور فرشتوں کو پڑھاتا تھا۔ اسی لئے اسکو معلم الملکوت کہتے ہیں لیکن اس نے خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی، خدا کا حکم تھا کہ آدم کو سجدہ کرو، اس نافرمانی کا کیا اثر ہوا آپکو بتاتا ہوں سنئے! اسکی وجہ سے یہ ہوا کہ آسمانوں سے زمین پر پھینک دیا گیا اور زمین پر بھی ملعون بنا دیا گیا صورت بگاڑ دی گئی، رحمت کی جگہ لعنت نصیب ہوئی، سچ کہتا تھا اسکی بجائے ہمیشہ جھوٹ بولنا شروع کیا اور جھوٹ بول کر ہی ہم کو بہکا تا ہے اسی طرح آدم علیہ السلام کو بھی جھوٹ بول کر بہکایا، یہ نافرمانیوں اور گناہ کا اثر ہے۔

اسی طرح میرے دوستو! نوح علیہ السلام کے زمانہ میں ساری مخلوق خدا کی نافرمانی کرتی تھی۔ بہت سمجھایا گیا لیکن اس کا کچھ اثر نہ ہوا۔ جب گناہوں کی انتہا ہو گئی تو نافرمانیوں کا اور گناہوں کا یہ اثر ہوا کہ تمام زمین پر پانی آگیا اور سب کے سب غرق ہو گئے۔ دنیا میں پانی آنے سے سب کے سب ڈوب گئے اور انکی دنیا برباد ہو گئی۔ میں آپ کو صرف دنیا خراب ہونے کے متعلق بتلا رہا ہوں۔

اسی طرح عاد کی قوم بڑی اچھی قوم تھی لیکن جب اللہ کی نافرمانی کرنے لگی اور گناہوں میں مبتلا ہو گئی تو بہت سمجھایا گیا۔ جب اس قوم کی سمجھ میں نہ آیا تو گناہوں اور نافرمانیوں کا کیا اثر ہوا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ ان پر "سلاطہ" اور سینکڑوں گز اوپر اٹھاتی تھی اور چٹکتی تھی اور پٹک پٹک کر ان کو مار ڈالتی تھی بس طرح قوم عاد برباد ہوئی۔

چنانچہ ثمود کی جو قوم تھی وہ بھی جب خدا کی نافرمانی کرنے لگی تو اس قوم کو بھی بہت سمجھایا گیا۔ لیکن نہ سمجھی تب ایک فرشتہ آیا اور ایک پیچ مارا کہ جبکہ سب کے سب کھینچ پھٹ گئے اور سب مر گئے۔ یہ دنیا کی

حالت ہے اور اس طرح گناہوں سے دنیا کی خرابی ہے۔

اسی طرح شعیب علیہ السلام کی قوم بھی اچھی تھی لیکن جب وہ بھی گناہ میں مبتلا ہوئی اور خدا کی نافرمانی کرنے لگی تو ان پر بارش بند ہو گئی، یہ قوم اسی پریشانی میں تھی کہ ایک کالابادل انکے سروں پر آیا تو وہ بہت خوش ہوئے کہ اس سے پانی برسے گا۔ لیکن پانی کی بجائے اس بادل سے آگ برسی اور سب پر باد ہو گئے۔

فرعون نے بھی طرح طرح سے موسیٰ سے مقابلہ کیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو بہت سمجھایا لیکن اسکی سمجھ میں نہ آیا جب موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر چلے تو یہ خبر فرعون کو بھی پہنچی، یہ خبر سنتے ہی فرعون نے اپنی فوج کے ساتھ انکا پیچھا کیا تاکہ ان سب کو ختم کر دے، اسوقت تک موسیٰ مع بنی اسرائیل کے دریائے نیل کے کنارہ پہنچ گئے تو اتنے میں انھوں نے دیکھا کہ فرعون آ رہا ہے یہ دیکھ کر سب پریشان ہوئے اور گھبرائے گئے کہ وہ سب کو قتل کر دیگا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ایسا مت سمجھو اور آپ نے دریا میں لاکھٹی ماری کہ جس سے دریا میں راستہ ہو گیا اور موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لیکر دریائے نیل سے پار ہو گئے۔ آپکے پیچھے وہ گھوڑے کو دریا میں ڈالا تو جبرئیل علیہ السلام آکر گھوڑی دکھائے، گھوڑی کو دیکھ کر گھوڑا اسکے پیچھے دوڑا۔ اس طرح فوج بھی فرعون کے پیچھے دریا میں گئی، جب یہ مع فوج کے پنج دریا میں پہنچا تھا کہ پانی اکڑ گیا، فرعون بھی غرق ہو گیا اور اسکی فوج بھی اور ساری قوم بھی، یہ گناہوں کے سبب سے دنیا کی بربادی دیکھو۔

قارون کے پاس اتنے خزانے تھے کہ اسکے خزانہ کی کنجیاں ایک طاقتور آدمی بھی اٹھانہ سکتا تھا، غرض اسکے پاس بہت بڑا خزانہ تھا جو ایک نعمت تھی اسکو بھی سمجھایا گیا مگر اسکی سمجھ میں بھی کچھ نہ آیا اور اس نے خدا کی نافرمانی کی، گناہ کرنے سے قارون کے خزانے زمین میں دھنسا دیے گئے، میں آپکو دنیا خراب ہونے کی وجہ بتلا رہا ہوں کہ اس طرح اس کی دنیا خراب ہو گئی۔

چنانچہ بنی اسرائیل کی بھی یہی حالت تھی حالانکہ وہ پیغمبروں کی اولاد تھے لیکن جب وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے لگے اور توریت پر عمل کرنا چھوڑ دیے تو ان پر بھی بلائیں اور مصیبتیں آئیں، انکے گھرا چار دے گئے اور ظالم بادشاہ ان پر مسلط کر دیا گیا، یہ گناہ اور نافرمانی ہی کا اثر تھا، صابو! ہم بھی سنبھل گئے تو ٹھیک ہے۔

صفا! صابو! اللہ کے نیک بندوں پر بھی گناہوں اور نافرمانیوں کا اثر ہوتا ہے، یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ وہ کافر تھے اس لئے ان پر نافرمانیوں کا یہ اثر ہوا۔ نہیں خدا کے نیک بندوں پر بھی گناہوں اور نافرمانیوں کا اثر ہوتا ہے میرے دوستو! سمجھو کہ اگر ڈاکٹر کا بیٹا نہ ہر کھالے تو اس پر بھی ڈاکٹر کا بیٹا ہونیکے باوجود نہ ہر کا اثر ہوگا جو تک نہ ہر کا اثر ہے اسلئے ڈاکٹر کا بیٹا کھائے یا خود ڈاکٹر کھائے، نہ ہر اس پر بھی اثر کرے گا۔ اسی طرح گناہ و نافرمانی میں اثر ہے جو گناہ کرے گا تو اسکی دنیا تباہ و تاراج ہو جاتی ہے، آخرت تو خراب ہوتی ہی ہے دنیا بھی خراب ہو جاتی ہے

دیکھو آدم علیہ السلام کیسے نیک اور مقبول بندہ تھے لیکن جب گناہ کئے یعنی انکو جنت میں دکھل کر مکہ دیا گیا تھا کہ تم اس درخت کا پھل نہ کھاؤ۔ وہ گیہوں کا درخت تھا لیکن آدم علیہ السلام وہ کھائے یعنی نافرمانی کئے۔ سنو! آدم علیہ السلام سے لعنہ شعلیہ ہوئی۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ ابلیس نے حوا سے کہا کہ دیکھو! میاں! سنو! کیا سمجھتا ہے (خدا نے تم کو اس درخت کا پھل کھانے سے اسلئے منع کیا ہے کہ وہ تم کو ہمیشہ جنت میں نہیں رکھنا چاہتا۔ یہ سکر حوا بگڑ گئیں، آدم علیہ السلام نے بہت سمجھایا لیکن کچھ اثر نہ ہوا اور اس درخت کا پھل کھائے اسکا پھل کھاتے ہی جنت کے تمام کپڑے اتر گئے خشک ہو گئے دونوں درخت کے پتے لیکر ڈھانک لئے۔ سر کا تاج اور سرچج الگ نہیں رہے اس واسطے کہ انہوں نے خیالی کیا کہ یہ اللہ کا مقبول بندہ ہے اسلئے تاج سر سے علاوہ نہ ہوا۔ جبریل علیہ السلام اور سر سے تاج چھین لئے اور سرچج بھی چھین لئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے پڑوس میں میرا نافرمان نہیں رہ سکتا۔ دونوں چاؤ اور دونوں جنت سے نکال کر دنیا میں پھینک دیئے گئے۔ آدم علیہ السلام سے نکلے اور حوا سے فرمایا کہ دیکھو حوا! یہ گناہ کی پہلی نحوست ہے کہ میرا محبوب اپنے پڑوس سے نکال دیا ہے سو حوا جو نیک لوگوں کے ساتھ یہ معاملہ ہو رہا ہے۔

ایک اور واقعہ سنئے ماکہ اچھی طرح آپ کے ذہن نشین ہو جائے کہ جس طرح کافر گناہوں کا اثر ہوتا ہے اسی طرح نیک بندوں پر بھی اسکا اثر ہوتا ہے سنو! سلیمان علیہ السلام کی بیوی اور انکے کسی قرابت دار کا دعویٰ سلیمان علیہ السلام کے سامنے پیش ہوا، غور سے سلیمان علیہ السلام جس طرح ہونا چاہیے تھا اسی طرح فیصلہ کئے لیکن بیوی کی حقوڑی سی رعایت کئے حکم یہ تھا کہ دونوں فریقوں سے رعایت اور طرفداری نہ کی جائے لیکن سلیمان علیہ السلام بیوی کی رعایت اور طرفداری کئے حکم آیا سلیمان! تم نافرمانی کیے اب اسکا اثر بھی کچھ لینا، اسکا اثر دیکھو تم بچپتاؤ گے، اسکے بعد تھوڑا زمانہ گزر گیا سلیمان علیہ السلام کے پاس ایک انگوٹھی تھی جس کی وجہ سے انکی حکومت تھی اور انکی یہ عادت تھی کہ وہ اس انگوٹھی کو اپنی بیوی کو دیکر بیت الخلاء کو جاتے تھے ایک دفعہ حسب عادت آپ انگوٹھی بیوی کو دیکر بیت الخلاء گئے تب ایک جن سلیمان علیہ السلام کی صورت بنا کر انکی بیوی کے پاس آیا اور کہا کہ انگوٹھی دو! انہوں نے انگوٹھی دیدی اب کیا تھا وہ انگوٹھی لیکر تخت پر بیٹھ کر حکومت کرنے لگا۔ اوہ سلیمان علیہ السلام کی یہ حالت ہوئی کہ انکو گھر میں کوئی بھی سہارا نہ رہا تھا باہر انکی کوئی وقعت تھی! ایسا بڑا بادشاہ کہ جسکے ماتحت انسان اجاؤر چرند پرند وغیرہ تھے اب انکی کوئی وقعت نہ تھی جنکی کل تک وہ عزت تھی آج یہ ذلت میں گزر رہی ہے، آپ غور کیجئے کیسی تکلیف ہو رہی ہوگی! یہ ذلت اس واسطے ہوئی کہ وہ نافرمانی کئے۔ غرض گناہ کا یہ اثر ہوا اور ابلیس دن تک یہی مانتا رہی لیکن وہ جن تلون مزاج تھا اسلئے ایک دن پانی میں انگوٹھی پھینک کر چلا گیا، اسکے بعد جبریل علیہ السلام نے اسکا اطلاع دی

انگوٹھی فلاں منہ پر پانی میں ہے اسکو دہاں سے نکال لو، سلیمان علیہ السلام نے ایسا ہی کیا، انگوٹھی نکال لی اور بادشاہ ہو گئے۔ غرض خدا کے نیک بندوں سے بھی ذرا سی لغزش ہوتی تو چالیس دن تک اسطرح پریشان رہے۔ منو صاحبو! یعقوب علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ یعقوب! میں نے یوسف کو تم سے کس لئے جدا کیا؟ سنو! جب یوسف کے بھائیوں نے آکر تم سے دریافت کیا کہ یوسف کو ہمارے ساتھ جانے دو کہ ہم جنگل میں جائیں تاکہ سیر و تفریح کریں تب تم نے کہا کہ تم یوسف کو لے تو جاتے ہو لیکن میرا دل ڈر رہا ہے کہ کہیں بچے کو بھیڑ یا نہ کھا جائے، اسطرح کہنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بھائیوں کی غفلت کی وجہ سے تم نے کہا کہ کہیں بچے کو بھیڑ یا نہ کھا جائے لیکن اس وقت تم کو میرا خیال نہ آیا۔ اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا کہ تمہیں بھیڑیے کے کھا جانے کا خوف ہوا، میری حفاظت کا خیال نہ آیا۔ سو جب سے میں نے چالیس سال تک یوسف کو تم سے دور رکھا، یہ میری جاپ میں نے بیٹوں سے فرمایا کہ تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ اور یوسف کو تلاش کرو کہیں نہ کہیں یوسف بچا جینگے یہ کہنے کی وجہ سے میں نے تم کو یوسف سے ملا دیا۔ غرض نافرمانیوں اور گناہوں کا اثر ضرور ہوتا ہے۔

منو صاحبو! جب یوسف قید خانہ میں داخل ہوئے تو انکے ساتھ دہاں دو قیدی اور بھی ساتھ تھے انھوں نے خواب دیکھا اور اپنا خواب یوسف کو سنا کر اسکی تعبیر دریافت کی، آپ نے ان میں سے ایک سے فرمایا کہ تجھکو پھانسی دی جائے گی اور دوسرے سے آپ نے فرمایا کہ تو بادشاہ کے پاس پھر اسی کام پر بھائی ہو جائیگا۔ اسکے بعد آپ نے فرمایا کہ جب تم بھائی ہو کر بادشاہ کے پاس جاؤ تو بادشاہ سے کہنا کہ ایک بے قصور آدمی قید خانہ میں قید ہے اسکو رہا کر دیا جائے۔ یوسف اس طرح فرمانے کے بعد جبرئیل علیہ السلام قید خانہ میں تشریف لائے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیوں یوسف! کیا میں رہائی دلا نہ سکتا تھا یہ نہ فرمائی ضرور اثر و کھلائیگی اس لئے سات سال مزید قید میں رہو۔ منو صاحبو! غور کیجئے نیک بندوں کے ساتھ یہ معاملہ ہو رہا ہے، ذرا ذرا سی لغزش کا اثر ظاہر ہو رہا ہے۔ منو صاحبو! کیا خیال ہے آپکا۔ کیا ہمارے کبیرہ گناہ بے اثر رہیں گے، ذرا ان قصوں سے عبرت لو۔

غرض پیغمبروں کے ساتھ یہ معاملہ ہو رہا ہے اسی طرح پیغمبروں کی اولاد بھی گناہ کے اثر سے محفوظ نہ رہ سکی اس سلسلہ میں آپکو ایک واقعہ سنا تا ہوں جو قرآن مجید میں مذکور ہے، وہ واقعہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک فرقہ ایک گاؤں میں رہتا تھا بنی اسرائیل پیغمبر کی اولاد سے تھے، یہ لوگ ایک دریا کے کنارے رہتے تھے ان کیلئے ہفتہ تبرک دن تھا اسدن انکو حکم تھا کہ کچھ کام نہ کریں، اور انکو یہ بھی حکم تھا کہ ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار کریں یہ ان پر حرام تھا۔ ایک دن شیطان انکے پاس گیا اور انکو اس طرح سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے دن شکار کیلئے سے منع کیا ہے اسلئے تم یوں کرو کہ دریا کے کنارے ایک گڑھا کھودو کہ جس میں پانی آتو سکے لیکن واپس نہ بیا سکے۔ اور ہفتہ کے دن پانی اس گڑھے میں چھوڑ دو پانی کے ساتھ پھلیاں بھی اس گڑھے میں آجائیں گی۔

اس گڑھے سے اتوار کے دن پھیلیاں پکڑو، دیکھا اپنے شیطان نے کیا تدبیر سکھائی ہے۔ چنانچہ اس قوم کو یہ دلیل معقول نظر آئی اور اس میں کچھ قباحت نظر نہ آئی، تب انہوں نے کہا کہ یہ تو بہت اچھی تدبیر ہے کہ اس سے گناہ بھی نہیں ہوتا اور شکار کا مقصد بھی حاصل ہو جاتا ہے، جب انہوں نے ایسا کیا تو مہلت دی گئی لیکن انہوں نے اس ڈھیل کو نہ سمجھا۔ اسکے بعد انہوں نے یوں کر ناشروع کیا کہ ہفتہ کے دن گل پھینکے اور اتوار کے دن گلی اور پھیلیاں نکالتے۔ اس پر بھی عذاب نہ آیا تو وہ علی الاعلان ہفتہ کے دن شکار کھیلنا شروع کئے لیکن انکے تین فرقتے ہو گئے۔ ایک علی الاعلان شکار کھیلنا شروع کیا۔ دوسرا فرقہ خود تو شکار نہ کھیلتا تھا لیکن دوسروں کو شکار کھیلنے سے منع بھی نہ کرتا تھا اور تیسری جماعت وہ تھی جو خود بھی شکار نہ کھیلتی تھی اور دوسروں کو بھی شکار کھیلنے سے منع کرتی تھی، اس تیسری جماعت کے لوگوں نے خیال کیا کہ اب عذاب الہی نازل ہوگا۔ اسلئے انہوں نے اپنے محلے علیحدہ کر لئے اور حورمیاں میں دیوار تعمیر کر دیئے تھے، چند روز کے بعد انہوں نے دیکھا کہ ان لوگوں کے محلے سنان ہیں حتیٰ کہ سکان کے دروازے تک اندر سے بند ہیں، انہوں نے خیال کیا کہ معلوم نہیں انکے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا اور وہ کس مصیبت میں گرفتار ہو گئے۔ تفصیلات معلوم کرنے کیلئے ان لوگوں نے دیواروں پر چڑھ کر انکے گھروں میں دیکھا تو کیا دیکھتے ہیں کہ ان میں کے جوان بتدریج بنا دیئے گئے ہیں، اور جو بوڑھے تھے وہ سو رہے ہو گئے ہیں، یہ سماں دیکھ کر وہ لوگ رونے لگے انکے ساتھ ساتھ وہ مسخ شدہ انسان بھی رونے لگے، انہوں نے کہا کہ اب رونے سے کیا فائدہ ہم پہلے ہی سمجھے ہوئے تھے کہ گناہ اپنا اثر دکھائیگا اسلئے گناہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔

صاحبو! ایک اور بات عرض کرنا ہوں، غور سے سنئے! وہ یہ ہے کہ یہ گنہگار لوگ سور اور بند بنا دیئے گئے، یعنی صورتیں مسخ ہو گئیں، اور مسلمان جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں خیر الامت ہیں یعنی بہترین امت ہیں اسلئے انکی صورتیں مسخ نہیں ہوتیں، بہترین عضو جو دل ہے وہ مسخ ہو جاتا ہے۔ وہ کم درجہ کی امت تھی اسلئے انکی صورتیں مسخ ہو گئیں، اور یہ اعلیٰ درجہ کی امت ہے، اسلئے انکا بہترین عضو جو دل ہے وہ مسخ کر دیا جاتا ہے۔ ایک مثال کے ذریعہ میں آپکو سمجھاتا ہوں، سب سے صاحبو! یہ حرام مال کیا ہے سنئے، عالم رزخ میں اسکی مثال نجاست و گوہ کی ہے اگر نیک آدمی حرام مال کھائے تو اسکو خواب میں گوہ نظر آتا ہے اس طرح خواب دیکھنے والے کو سمجھنا چاہیے کہ میں نے کہیں حرام مال کھالیا ہے جیسے سور گوہ کھاتا ہے ایسا ہی حرام مال کھانے والا گوہ کھاتا ہے۔

صاحبو! دل کے مسخ ہونے کی تین علامتیں ہیں: ۱۔ دماغیات میں مزہ نہ آنا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دل میں کچھ نہ کچھ خرابی ہوئی ہے (۲) دوسرا گناہ بے خوف ہو کر کرنا (۳) تیسرا عبرت نہ ہونا اور دنیا میں پھنس جانا۔

یہ تین علامتیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ دل مسخ ہو گیا ہے۔ غرض دنیا میں گناہ اور نافرمانی کا جو اثر ہوتا ہے میں نے بطور نمونہ آپ کو سمجھا دیا ہے آپ اسکو سمجھ لیجئے اور نہ میں میں رکھیے سنئے! گناہوں کے سبب سے رزق کم ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے نفرت ہو جاتی ہے، بھانگنے کی فکر ہوتی ہے، نیک بندوں سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے، دنیاوی کارروائیوں میں بھی دشواری ہوتی ہے لیکن ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ کارروائیوں میں شواہ کیوں ہو رہی ہے دل کی سیاہی چہرہ پر ظاہر ہوتی ہے، چہرہ پر رونق ہو جاتا ہے، گناہوں سے نیکیوں کی ہمت گھٹ جاتی ہے وہ اسطرح کہ آج ایک نیکی چھوٹی، کل دوسری چھوٹی وغیرہ علامت ہے دل کے مسخ ہونے کی۔ صاف صاف ایک اور بات عرض کرتا ہوں سنئے! حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے عرض کیا گیا کہ الہی! ہم کس طرح پہچانیں کہ آپ ہم سے راضی ہیں یا ناراض؟ تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ اگر میں وقت پر پانی برساؤں اور ضرورت نہ ہو تو بند کردوں تو سمجھنا کہ میں تم سے راضی ہوں، مثلاً کھیت کاٹنے کے وقت پانی بند ہو جائے تو یہ علامت ہے اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی لیکن اگر کھیت کاٹنے کے وقت پانی برساؤں تو سمجھو کہ یہ میری ناراضگی کی علامت ہے۔

صاف صاف! سنو! امام احمدؒ لکھے ہیں کہ نبی امیہ کے خزانہ میں گیموں کا ایک دانہ تھا جو حجم میں کھجور کی گٹھلی کے برابر تھا۔ اس دانہ کے ساتھ یہ لکھا ہوا تھا کہ یہ زمانہ عدل کی پیداوار ہے۔ صاف صاف! غور کیجئے یہ برکت تھی کہ پہلے زمانہ میں درختوں کے پھل وغیرہ بڑے ہوتے تھے اور اب چھوٹے ہو گئے ہیں، یہ نافرمانیوں اور گناہوں کا اثر ہے، اب آپ اس فرق پر غور کرو، سنئے! میں خود بکری کا گوشت چار پیسے پاؤں سیر کھایا ہوں آج بارہ آنے پاؤں سیر ہے، یہ کیا غضب ہے! یہ کیا ہو رہا ہے سنئے! یہ سب ہماری نافرمانیوں اور گناہوں کا اثر ہے کہ بے برکتی ہو گئی ہے اسکے بعد امام احمد بن حنبلؒ روایت کرتے ہیں کہ جب قبر میں پرستمانوں نے حملہ کیا اس فوج میں بھی ایک شریک تھے ان میں حضرت زبیرؓ اور حضرت ابودرداءؓ بھی تھے، جب قبر میں فتح ہوا تو حضرت ابودرداءؓ ایک طرف کو نہ بڑھ سکے، یہ دیکھ کر لوگوں نے کہا کہ حضرت یہ کیا بات ہے! آج ہماری خوشی کا دن ہے کہ قبر میں فتح ہو گیا، پھر آپ بجائے خوشی منانے کے کیوں رورہے ہیں۔ آپ فرمائے سنو! جب کوئی قوم اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی چھوڑ دیتی ہے تو اسے ذلیل و خوار کر دیا جاتا ہے، یہ قوم جو کل تک برسر اقتدار تھی آج قید ہو رہی ہے، ذلیل ہو رہی ہے اور مسلمان انکو پکڑ پکڑ کر قید کر رہے ہیں، یہ ذلت اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کو چھوڑنے کی وجہ سے انکو نصیب ہوئی ہے۔

سنو صاف صاف! ہر امت بعض وقت ایک دن یا صرف ایک وقت تک کی ہوتی ہے، مثلاً اگر کوئی شخص صبح میں بغیر ناشتہ کئے گھر سے نکلا اور کہیں اسکو کھانے کا موقع بھی نہ ملا اور گھر آنے میں دیر ہو گئی تو وہ پچھتا رہا ہے کہ

میں کھانا کھا کر نکلتا تو یہ پچھتاوا نہ ہوتا۔

ایک پچھتاوا سال بھر کا ہوتا ہے مثلاً اگر ویت پر کھیت میں بیج نہیں بوسے تو پچھتاوا ہے کہ موسم بھل گیا اور بیج کیوں نہ بوسا۔ یہ پچھتاوا ایک سال کا ہوتا ہے۔

ایک عمر بھر کا پچھتاوا ہوتا ہے جیسے اگر کسی ایسی عورت سے نکاح ہو جائے جو ہمیشہ جھگڑا کرتی ہے یا عورت کسی ایسے مرد سے نکاح کرے جو ہمیشہ بیوی سے جھگڑا کرتا ہے تو یہ عمر بھر کا پچھتاوا ہے۔

مغویہ یا جو ایک پچھتاوا ابد الابد کا ہوتا ہے وہ کیا ہے؟ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے ابد الابد

کا پچھتاوا ہوتا ہے مرنے کے بعد بھی اسکا اثر ظاہر ہوتا ہے۔

حاجو! میں آپ کو ایک اور واقعہ سناتا ہوں آپ کو تکلیف تو ہو رہی ہوگی مگر سن لیجئے اسلئے سناتا ہوں

ہوئے کہ پھر ایک سال تک سنانے کا موقع نہیں ملتا اور یہ فطرت ہی صاف ہے اسلئے جو کچھ بولتا ہے آج

ہی بولتا ہوں۔ حضرت ابراہیم اوحم کا واقعہ ہے اور یہ زونیا خاندان سے ہیں انکے زمانہ میں

ایک شخص بیچارہ ہوا اور یہ شخص بڑا گھٹکار تھا ساری عمر گناہوں میں گزری یہ طرح طرح کے گناہ کرتا تھا حضرت

کو معلوم ہوا تو آپ نے خیال فرمایا کہ اسکا کیسا ہوگا اسلئے اپنے اس سے فرمایا کہ میں تم کو چھ باتوں کی نصیحت کرتا

ہوں (۱) پر عمل کر لو پھر تمہارا بے جوخی میں آئے گناہ کرو میں تم کو اجازت دیتا ہوں کہ وہ بہت خوش ہوا اپنے

فرمایا کہ ایک بات تو ہے کہ میںاں جنبہ گناہ کرو تو اللہ کی روزی نہ کھانا اس نے کہا سید روزی اللہ کی

ہے اسی نے کیا ہے کیسے نہ کھاؤں؟ حضرت فرمائے تجھے شرم نہیں آتی جس کا کھانا ہے اسی کی نافرمانی کرتا ہے

دوسری بات یہ ہے کہ اللہ کے ملک میں رہ کر گناہ مت کرو اس نے کہا کہ حضرت یہ کس طرح ہو سکتا ہے

کہونکہ مشرق و مغرب سب اللہ ہی کا ملک ہے اسلئے ملک سے نکل کر کہاں جاؤں گا آپ فرمائے کہ تجھے شرم

نہیں آتی کہ اللہ کے ملک میں رہ کر اسکی روزی کھانا ہے اور اسی کے ملک میں گناہ کرتا ہے کیا یہ تجھے اچھا معلوم ہوتا

تیسری بات یہ کہ تو اللہ کے سامنے گناہ نہ کرنا۔ اسکی نظروں سے غائب ہو کر گناہ کرنا اس نے کہا کہ حضرت

یہ کیسا ہو سکتا ہے کیونکہ وہ تو ہر جگہ موجود ہے کیسے نہ دیکھے گا؟ آپ فرمائے کہ تجھ کو شرم نہیں آتی کہ اللہ کی

روزی کھانا ہے اسی کے ملک میں رہتا ہے اور اسی کے سامنے گناہ کرتا ہے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ جب روح قبض کرنے کے لئے ملک الموت آئیں تب اسوقت ان سے کہنا کہ

حضرت چل دی نہ کرو ذرا باہر ٹھہرو اس نے کہا کہ حضرت کہیں میرے اس طرح کہنے سے کیا وہ رک جائیں گے

وہ تو فوراً آئیں گے اور روتے نکالیں گے۔ اور ہمت نہ دینگے۔ یہ سن کر آپ فرمائے کہ جب ایسا ہے تو پھر تو

دعویٰ سے نہ بہ کر لے اور موت کے لئے تیار ہو جا۔

پانچویں بات یہ ہے کہ جب قبر میں ستر تکیر آئیں تو ان کو آنے سے روک دینا۔ اس نے کہا کہ حضرت وہ کیوں رکیں گے، کیا وہ میرے اس طرح کہنے سے رک جائیں گے، آپ فرمائیے کہ پھر مجھے شرم نہیں آتی، اس نے تو ان کے سوال کیلئے ابھی سے تیار ہو جایا۔

چھٹی بات یہ ہے کہ میدانِ قیامت میں جب فرشتے گنہگاروں کو دوزخ میں لے جائیں تو کہنا کہ میں دوزخ میں نہیں جاتا، اس نے کہا کہ حضرت کہیں وہ سنتے ہیں وہ تو زبردستی دوزخ کی طرف لیجاتے ہیں، آپ فرمائیے کہ جب وہ زبردستی کرینگے تو پھر تو ابھی سے توبہ کرے اور خود کو پاک کرے، اس نے کہا کہ حضرت آپ کا کہنا اب میری سمجھ میں آگیا، میں اب توبہ کرونگا۔ پھر کبھی نہ چھوڑوں گا اور اس پر قائم رہوں گا اور اس نے توبہ کر لی اور عمر بھر اس توبہ پر قائم رہا۔

صاحبو! ذرا غور سے سنو! تاکہ آپ کے ذہن میں رہے۔ بشرِ حافیؒ اولیاء اللہ میں سے ہیں لیکن انکا شروع کا زمانہ بہت خراب تھا۔ دنیا بھر کے فسق و فجور میں مبتلا تھے اور طرح طرح کے گناہ کرتے تھے، ایک دن کا واقعہ ہے کہ اسی فسق و فجور کے زمانہ میں وہ دیوانخانہ میں بیٹھے ہوئے تھے، شراب کا دور چل رہا ہے اسوقت ایک شاہ صاحب دروازہ پر آئے اور دعا لگائے کہ اللہ کے واسطے کچھ دلاؤ بابا! تو جو باندی انگن چھاڑ رہی تھی، اسنے کہا کہ حضرت جائے اسوقت میرے مالک مشغول ہیں، دیتے دلاتے کچھ نہیں، یہ سر شاہ صاحب نے کہ کیا وہ میرا مالک ہے اسنے کہا کہ ہاں ہاں وہ میرا مالک ہے آپ غلام میرا مالک ہے اس نے جو جی میں آیا کرتا ہے اگر یہ بھی کسی کا غلام ہوتا تو اپنے مالک سے بچھڑ کر جاتا۔ صاحبو! میرے جلوں کو یاد رکھو۔ یہ گفتگو بشرِ حافیؒ نے سن لی۔ یہ سنتا تھا کہ وہ ایک چیخ مارے اور سب فسق و فجور کے سامان کو توڑ پھوڑ دیا اور کسی کے مرید بھی ہو گئے اور بہت ریاضت کی، اور اولیاء اللہ میں سے ہو گئے۔ سنئے حافیؒ کہتے ہیں پرہیز پرہیز والے کو۔ اسنے کہ آپ ہمیشہ ننگے پاؤں پھرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ غلام بھی کہیں جو تپہ پھنسا ہے، آپ غلامی کو نبھانے کیلئے ننگے پاؤں پھرتے تھے، اس واقعہ کو ذہن میں رکھیے ایک اور واقعہ سنئے! مشغولی شریفؒ میں مولانا رومؒ لکھتے ہیں کہ ایک شخص تھا اسکی صورت عورتوں جیسی تھی اور آواز بھی عورتوں کے جیسی تھی، دائرہ بھی کچھ نہیں تھی، مونچھ بھی نہیں تھے، یہ عورتوں کے کپڑے پہنتا اور خود کو عورت کہتا تھا۔ اس شہر میں یہ طریقہ تھا کہ ہر جگہ نہانے کیلئے غسل خانے تھے مردوں کے الگ اور عورتوں کیلئے علیحدہ غسل خانے تھے، لوگ ان میں جاتے اور نہاتے تھے، مردوں کے غسل خانہ میں مردوں کو نوکر رکھتے تھے اور عورتوں کے غسل خانہ میں عورتوں کو، یہ عورتوں کے غسل خانہ میں نوکر نہو گیا کیونکہ اسکے دل میں فسق و فجور تھا۔ اب بستی کی عورتیں نہانے کیلئے آتی تھیں، اور یہ انکو خوب رگڑتا

مسلماً تھا۔ ہر عورت کہتی تھی کہ میں اسکے ہاتھ سے ہٹاؤں گی، یہاں تک کہ بادشاہ کے پاس خبر پہنچی تو بادشاہ کی بیوی اور بیٹیوں نے کہا کہ اسکو ہمارے پاس لاؤ۔ اور یہ بادشاہ کے پاس محل کی عورتوں کو ہٹانے کیلئے مقرر کیا گیا، بادشاہ کی بیوی اور بیٹیاں ننگے ہو کر اسکے سامنے نہاتے تھے اور یہ ان سب کو رگڑتا، مسلماً تھا یہ فاسق و فاجر تو تھا لیکن نیک لوگوں کے پاس بھی جایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ ایک بزرگ کے پاس گیا تو وہ فرما کہ اللہ تعالیٰ تجھکو توبہ کی توفیق عجیب انداز سے دینے والا ہے۔ غرض کئی دن بادشاہ کے گھر میں عورتوں کو ہٹاتا رہا۔ کئی دن کے بعد ایک دفعہ بادشاہ کے بیٹی کا ایک قمیض تیر پور کھو گیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ لاکھوں روپے کا زیور ہے، اس لئے دروازہ بند کر دو، اور تلاشی و اگر نہ ملے تو کانوں اور نعلوں میں دیکھو، پھر بھی نہ ملی تو بادشاہ نے حکم دیا کہ دروازے بند کر دو، اور ہر ایک کو ننگے کر کے دیکھو، یہ سنتے ہی اسکے ہونٹ خشک ہو گئے چہرہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں، فوراً سجدہ میں گر گیا اور کہنے لگا کہ اے اللہ میں آپکا گنہگار بندہ ہوں، میں نے جو کچھ کیا برا کیا۔ اب میں آپکی رحمت کا دامن پکڑا ہوں، اب میرے ننگا ہونے کی نوبت آگئی ہے اگر میں ننگا کیا گیا تو کیا ہوگا، بادشاہ تو قتل کر دیا گیا۔ اسکے علاوہ میں سارے شہر کی عورتوں کو ننگا دیکھا ہوں، ان کو رگڑا، مسلا ہوں، ساری بستی کے مرد کیا کہیں گے، کیا کچھ دشمنی ظاہر نہ کرینگے، اور میرا کس درجہ برا حال کر دینگے، غرض بہت پریشان تھا اور سجدہ میں پڑا کہنے لگا کہ اے اللہ! میری ماں مجھ کو نہ جنتی تو اچھا تھا مگر میں یہ دن نہ دیکھتا تھا۔ اسکو یوں محسوس ہو رہا تھا کہ گویا اسکو چاروں طرف سے سانپ ڈس رہے ہیں اور کہا کہ افسوس میرا دل لوہے کا ہے کہ میں نہ ندہ ہوں، اے اللہ کیا کروں، اب میں آپکا دامن پکڑا ہوں، اے اللہ میں نافرمان ہوں، اے اللہ! میں نے وہ کام کیا جو میرے لائق تھا، اب آپ وہ کام کرو جو آپ کے لائق ہے، میاں ستاری کر دو اب توبہ نہیں توڑوں گا۔ یہ کہتا جاتا اور روتا جاتا تھا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ یا خدا یا خدا کہہ کر وہ رومی رہا تھا کہ اتنے میں عورتوں کی طرف سے آواز آئی کہ وہ چیر مل گئی، یہ سن کر وہ بہت خوش ہوا اور جب محل کے دروازے کھولے گئے تو یہ گھر جاکر بیٹھ رہا اور ہمیشہ کے واسطے توبہ کر لیا۔ صاحبو! کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کھینچنا چاہیں تو کچھ نہ کچھ ذریعہ بنا دیتے ہیں۔

صاحبو! سنئے، ایک دفعہ ایک حبشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اگر میں گناہ کروں اور پھر توبہ کروں تو کیا اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول فرمائے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں قبول فرمائیں گے۔ یہ سن کر ایک چنچ مارا۔ گرا اور مر گیا۔ اس نے کہا کہ میں نے ایسا کام کیا ہے، اب اللہ تعالیٰ کو کیا صورت دکھاؤں گا یہ کہا اور مر گیا۔ صاحبو! میرے لفظوں کو یاد رکھو، آپ کے کام آئیں گے۔

صاحبو! جب قیامت قائم ہوگی اسوقت اللہ تعالیٰ گنہگاروں کو سامنے بلائے گا اور ان سے مخاطب ہو کر فرمائے گا اے بے حیا لوگو! دنیا میں تم لوگ میرے سامنے گناہ کرتے رہے، کیا تم کو میرے سامنے گناہ کرنے سے شرم نہیں آئی۔ صاحبو! ہم کچھ خیال نہیں کرتے کہ اللہ ہم کو دیکھ رہا ہے۔ غرض میدان قیامت میں اپنے سامنے کھڑا کر کے فرمایا گا اے بے حیا لوگو! تم میری مخلوق سے شرماتے تھے، کیا تمہارے پاس میری مخلوق کی وقعت مجھ سے زائد تھی۔ اے بے حیا لوگو! تم کو شرم نہیں آئی کہ تم میری نظروں کے سامنے گناہ کئے، کیا میں نے تم کو اسی واسطے پیدا کیا تھا کہ مجھ ہی سے ہاتھ پاؤں کی نعمتیں لے کر میری ہی نافرمانی کرو صاحبو! اسی واسطے بزرگوں کا ارشاد ہے کہ یہ وقت مت آنے دو تم تیار ہو جاؤ۔ پھر خدا بڑا مہربان ہے اس کی مہربانی کو کیا عرض کروں، آپ کو ایک حدیث سناتا ہوں، اس سے آپ کو اسکی مہربانیوں کا اندازہ ہوگا۔

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ اللہ تعالیٰ صبح کو ہاتھ لائے کر کے بلاتا ہے جیسا کہ ماں بچہ کو ہاتھ لائے کر کے بلاتی ہے اور کہتی ہے کہ ادھر آؤ میاں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے گنہگار! ادوات کے گناہ کرنے والے آ، میں تیری توبہ قبول کرتا ہوں۔ پھر مغرب کے وقت فرماتا ہے اے وہ دن کے گناہ کرنے والے آ، میرے پاس تو آتا ہی نہیں، مجھ سے بے رخ ہو کر پھرتا ہے، تو آ، میں تیرے گناہوں کو معاف کرتا ہوں۔ غرض مغرب کے وقت ہاتھ پھیلا کر فرماتا ہے کہ آ میرے نزدیک آ، میں تیرے گناہوں کو معاف کر دیتا ہوں۔

حدیث دوسری حدیث بھی اسی طرح ہے کہ ایک شخص نے گناہ کیا اور اللہ کے سامنے گر کر عرض کیا، اے اللہ میں نافرمان بندہ ہوں، میں نے جو کچھ کیا نفس اور شیطان کے دھوکے سے کیا، اب توبہ کرنے کے لئے آیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے فرشتو! دیکھو یہ میرا بندہ میرے سامنے آیا ہے گناہ تو کیا لیکن اب سمجھ گیا ہے کہ میں عذاب بھی دیکھتا ہوں اور معاف بھی کر سکتا ہوں میرے عذاب کا بھی خوف ہے اور میری رحمت بھی چاہتا ہے، تم گواہ رہو میں اسکے گناہ معاف کرتا ہوں صاحبو! اللہ تعالیٰ ایسے مہربان ہیں اس لئے معاف کر دیتے ہیں۔

میرے دوستو! جو کچھ ہوا سو ہوا آئندہ اتنا تو کرو، اور دل سے کہو اے دل کیا یہی انصاف ہے۔ صاحبو! زہر کھایا ہوا شخص کیا کرتا ہے یعنی اگر کوئی شخص زہر ملا ہوا شہد کھائے تو وہ کیا کرتا ہے یا درکھو اگر زہر کھالیا جائے تو صرف جسم مرنے لے گا لیکن گناہ کا زہر کھانے سے دل مرنے لے گا تو اس لئے آپ کیا کر دے دوستو سنو! جو کچھ ہوا سو ہوا۔ اب یہ خیال کر دو کہ اللہ کے سامنے حاضر ہوں۔ صاحبو! زہر کھایا ہوا آدمی یقین کام کرتا ہے۔ ایک تو پچھتا رہا ہے دوسرے یہ کہنے لگے کہ زہر کا کتنا ہے تیسرے یہ کہہ رہے ہیں کہ کام نہیں کرتا۔

صاحبو! آپ بھی ایسا ہی کرو خدا کی نافرمانی کرو تو اسکے زہر سے پس جاتے ہیں میاں، آپ کا دل پنیسا جاتا ہے میاں، گناہ بھی ہوا تو کیسی بڑی قدرت والے کا گناہ ہوا جو سزا بھی دے سکتا ہے اسلئے آپ افسوس کرو کہ ایسا نہ ہونا تھا اور پھر بھی نہ کرنے کا خیال کرو جیسا زہر کھایا ہوا شخص قے کر کے زہر کا لٹا ہے اسی طرح آپ بھی تنہائی میں جا کر بیٹھو، سوؤ، اور رونا نہیں آیا تو روتے کی صورت بنا کر اللہ تعالیٰ کے سامنے بیٹھو، اور یہ کہو کہ میں بھلا ہوں یا بُرا ہوں، آپ کا ہوں میرے ویسے آپ کو سیکڑوں بندے ہیں مگر مجھ کو آپ کے سوا کوئی نہیں ہے میں وہ کام کیا جو میرے لائق تھا اب آپ وہ کرو جو آپ کے لائق ہیں۔ اسکے بعد کہو کہ اے اللہ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں جو شخص کو زنگ لگ جائے تو صیقل سے صاف کرتے ہیں اسی طرح اے اللہ ہم نے زنگ لگا دیا تو اس کو زنگ دور کرتے ہیں۔ اے اللہ مجھے آگ میں جلائے بغیر میرے دل کے زنگ کو دور کیجئے۔ اس دل کے زنگ کو دور کرنے کیلئے وزخ کی آگ میں مت ڈالو، اتنا رو میاں کہ دل پاک و صاف ہو جائے، اگر تم برو تے ہوئے عرض کرو گے تو صاحبو! اللہ تعالیٰ کیا فرماتا ہے سنو، غور سے سنو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے تو اتنا کیوں روتا ہے اگر تو نے گناہ کر لیا ہے تو میں تجھ کو صاف کر دیتا ہوں، تیرے گناہ پر اصرار سے مجھے بہت برا معلوم ہوتا ہے اب تو آگیا ہے اور توبہ کر رہا ہے تو میں صاف کر دیتا ہوں اگر تو نے زمین پھر گناہ کیا ہے تو میں تجھ پر آسمان پھر کر مغفرت ڈالتا ہوں اور فرشتوں سے کہتا ہوں کہ اس کے ہاتھ اور پاؤں کو بھلا دو، اور اس کو گناہوں سے پاک و صاف کر دو، میاں! آپ غور کئے تو یہ سے یہ ہوتا ہے، اور تمہا مستی میں یہ توبہ نہ آتے دو، تنہائی میں رو کر عرض کرو اور خدا سے معافی چاہو وہ ہر حالت میں ہر بانی کرنے کیلئے تیار ہے، اب تک جو کچھ ہوا سو ہوا۔ (اب بھی) توبہ کر لو، بارہ مہینے تک جو چیز کام آنے والی ہے وہ میں نے سمجھا دیا ہے اب وہ غلو کر کے ختم کرنا ہوں۔

دعا

یا الہی! اب رمضان شریف جا رہا ہے، یا الہی ہم آپ کے غلام ہیں، ہم خود کو غلام کہنے سے بھی شرم آتی ہے یقیناً ہم خود کو غلام کہتے ہیں لیکن میاں! اچھے آقا کے اچھے غلام ہوتے ہیں، ہمارے جیسے نہیں ہوتے میاں، جو کچھ بھی ہو ہم تو غلام ہیں، یا الہی! ہم غلام ہیں مگر کیسے غلام؟ بھلا سگے ہوئے غلام ہیں، کبھی ادھر کبھی ادھر پھرتے رہے کبھی آپ کے در پر نہیں آئے، رمضان شریف ہم کو آپ کے در پر لا کر ڈالے ہیں، اب یہ جا رہا ہے ہم کو آپ کے در پر ڈال کر جا رہا ہے، آپ ہم کو اپنے دے سے مست تک لاؤ یا اللہ آپ ہمارے ہیں ہم کو بھی آپ اپنا بنا لو۔ مسلمانو! ستوا اللہ اس کا ہوتا ہے جو اللہ کا ہوتا ہے۔ الہی ہماری توبہ قبول کرو، آج ہم سب توبہ کر رہے ہیں۔ ہمارے خدا کو سن لو، اور ہمارے گناہوں کو صاف کر دو، آپ ہم سب کو اپنے پاس نیک لوگوں میں لکھو اور۔

توبہ مستجاب ہو جائے

شجرہ حضرت نقشبندیہ رضی اللہ عنہم اجمعین

یا فتنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الہی بحیرت شفیق المذنبین رحمۃ للعالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم
 الہی بحیرت خلیفہ رسول اللہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 الہی بحیرت مصاحب رسول اللہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 الہی بحیرت حضرت امام قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 الہی بحیرت امام ہمام حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 الہی بحیرت سلطان العارفین قطب العاشقین حضرت خواجہ بایزید سیطامی رحمۃ اللہ علیہ
 الہی بحیرت حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ
 الہی بحیرت حضرت خواجہ ابوالقاسم گورگانی رحمۃ اللہ علیہ
 الہی بحیرت حضرت خواجہ ابوالعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ
 الہی بحیرت حضرت خواجہ ابویوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ
 الہی بحیرت حضرت خواجہ جہاں حضرت خواجہ عبدالحق بنجدانی رحمۃ اللہ علیہ
 الہی بحیرت خواجہ مولانا محمد عارف دیواری رحمۃ اللہ علیہ
 الہی بحیرت حضرت خواجہ مولانا محمود انجیر فتنوی رحمۃ اللہ علیہ
 الہی بحیرت حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ
 الہی بحیرت حضرت خواجہ محمد یاساسی رحمۃ اللہ علیہ
 الہی بحیرت حضرت سید السادات حضرت خواجہ امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ
 الہی بحیرت حضرت خواجہ اجنان پیری امام الطریقیت حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ
 الہی بحیرت حضرت خواجہ ملاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ
 الہی بحیرت حضرت خواجہ محمد یعقوب بساچرخا رحمۃ اللہ علیہ
 الہی بحیرت حضرت خواجہ ناصر الدین عابدی رحمۃ اللہ علیہ
 الہی بحیرت حضرت خواجہ محمد شرف الدین زاہد رحمۃ اللہ علیہ

الہی بجزمت حضرت خواجہ محمد درویش رحمۃ اللہ علیہ
 الہی بجزمت حضرت خواجہ مولانا خواجگی محمد الکنکی رحمۃ اللہ علیہ
 الہی بجزمت حضرت خواجہ خواجگان حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ
 الہی بجزمت حضرت محبوب صمدانی امام ربانی مجدد الف ثانی امام الطریقت حضرت شیخ احمد فاروقی برہنہی رحمۃ اللہ علیہ
 الہی بجزمت عروۃ الوثقی حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ
 الہی بجزمت حضرت ایشان حضرت شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ
 الہی بجزمت حضرت حافظ محمد محسن رحمۃ اللہ علیہ
 الہی بجزمت حضرت بیداداد حضرت سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ
 الہی بجزمت حضرت شمس الدین حبیب اللہ عارف باللہ قیوم زمانہ قطب جہاں حضرت مرزا مظہر جاننار رحمۃ اللہ علیہ
 الہی بجزمت قطب الاقطاب فردالافراد حضرت شاہ عبداللہ المعروف بہ غلام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ
 الہی بجزمت شیخ واصل مرشد کامل عارف باللہ حضرت شاہ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ
 الہی بجزمت شیخ وقت قطب دوران عارف باللہ حضرت سید محمد یاد شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
 الہی بجزمت شیخ واصل مرشد کامل حضرت ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ
 الہی بجزمت جمیع حضرات نقشبندیہ بر فقیر ابوالبرکات سید غلیل اللہ ابن ابوالحسنات سید عبداللہ رحمہم فرما
 دعا قبتش بخیر گداں بِحُدْمَةِ النَّبِيِّ وَاللَّهِ الْاَلْحَادِہ

اَمَّا بَعْدُ..... را

در طریقہ عالیہ نقشبندیہ بیعت نموده داخل محفل گردانیدم حق سبحانہ تعالیٰ
 مذکور را از فیوضات مرشدان حفظ و اقر

نصیب تنکاتر مع استقامت شریعت عطا فرما یہ
 آمین یا رب العالمین و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد
 و آلہ و اصحابہ اجمعین ہ برحمتک یا ارحم الراحمین ہ

شجرہ حضرات قادریہ رضی اللہ عنہم اجمعین

یا فتاح

ذکر المولیٰ من کلّ اولیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی ارسل رسولاً یهدی الی طریق الایمان للعالمین وصیّدہ وسیلۃ مرضیۃ לנוصول الی صراط النجاة والیقین والصلوة والسلام علی رسولہ افضل النبیّین سید المرسلین حبیب رب العالمین محمد المصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم
 اما بعد فہذہ شجرۃ قادریۃ من توکل الیہا وصل الی المذام
 الہی بجزواتک اربعہ الضعیف ابوالبرکات سید خلیل اللہ کان اللہ ابن حضرت ابوالحسنات سید عبد اللہ
 رحمۃ اللہ علیہ

الہی بجزمت راز و نیاز حضرت ابوالحسنات سید عبد اللہ شاہ قدس سرہ

الہی بجزمت راز و نیاز حضرت سید محمد پادشاہ بخاری قدس سرہ

الہی بجزمت راز و نیاز حضرت سید خواجہ احمد بخاری قدس سرہ

الہی بجزمت راز و نیاز حضرت سید حسین بخاری قدس سرہ

الہی بجزمت راز و نیاز حضرت سید محی الدین پادشاہ بخاری قدس سرہ

الہی بجزمت راز و نیاز حضرت سید علی بخاری قدس سرہ

الہی بجزمت راز و نیاز حضرت سید فرید الدین بخاری قدس سرہ

الہی بجزمت راز و نیاز حضرت سید علی صوفی بخاری قدس سرہ

الہی بجزمت راز و نیاز حضرت شیخ فرید الدین صوفی قدس سرہ

الہی بجزمت راز و نیاز حضرت شیخ الشیوخ حضرت شیخ علی صوفی قدس سرہ

الہی بجزمت راز و نیاز حضرت سلطان العارفين قطب العارفين سید شاہ عبد اللطیف قادری لا الہ الا قدس سرہ

الہی بجزمت راز و نیاز حضرت شیخ احمد بن شیخ محمد الحموی قدس سرہ

الہی بجزمت راز و نیاز حضرت شیخ محمد بن شیخ قاسم قدس سرہ

الہی بجزمت راز و نیاز حضرت شیخ قاسم بن شیخ عبد الباسط قدس سرہ

الہی بجزمت راز و نیاز حضرت شیخ عبد الباسط بن شیخ شہاب الدین ابی العباس احمد قدس سرہ

الہی بجزمت راز و نیاز حضرت شیخ شہاب الدین ابی العباس احمد بن شیخ بدیع الدین حسن قدس سرہ

الہی بجزمت راز و نیاز حضرت شیخ بدیع الدین بن شیخ علاء الدین علی قدس سرہ

الہی بجزمت راز و نیاز حضرت شیخ علاء الدین علی بن شیخ شمس الدین محمد قدس سرہ

الہی بجزمت راز و نیاز حضرت شیخ شمس الدین محمد بن شیخ شرف الدین یحییٰ قدس سرہ
 الہی بجزمت راز و نیاز حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ بن شیخ شہاب الدین احمد قدس سرہ
 الہی بجزمت راز و نیاز حضرت شیخ شہاب الدین احمد بن شیخ عماد الدین ابی صالح نصر قدس سرہ
 الہی بجزمت راز و نیاز حضرت شیخ عماد الدین ابی صالح نصر بن شیخ تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق قدس سرہ
 الہی بجزمت راز و نیاز حضرت شیخ تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق بن شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ
 الہی بجزمت راز و نیاز حضرت غوث الصمدانی محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ
 الہی بجزمت راز و نیاز حضرت شیخ ابوسعید المبارک المتحرکی قدس سرہ
 الہی بجزمت راز و نیاز حضرت شیخ ابوالحسن علی بن محمد بن یوسف القرشی الہنکاری قدس سرہ
 الہی بجزمت راز و نیاز حضرت شیخ ابوالفرح طرطوسی قدس سرہ
 الہی بجزمت راز و نیاز حضرت شیخ ابوالفضل عبدالواحد بن عبدالعزیز التیمی قدس سرہ
 الہی بجزمت راز و نیاز حضرت شیخ ابوبکر عبداللہ بنی قدس سرہ
 الہی بجزمت راز و نیاز حضرت سید الطائف حضرت شیخ ابوالقاسم جنید بغدادی قدس سرہ
 الہی بجزمت راز و نیاز حضرت شیخ عبداللہ سری سقطی قدس سرہ
 الہی بجزمت راز و نیاز حضرت شیخ معروف کرفی قدس سرہ
 الہی بجزمت راز و نیاز حضرت شیخ داؤد طائی قدس سرہ
 الہی بجزمت راز و نیاز حضرت شیخ حبیب عجمی قدس سرہ
 الہی بجزمت راز و نیاز حضرت شیخ اجل مرشد اکمل حضرت شیخ حسن بصری قدس سرہ
 الہی بجزمت راز و نیاز حضرت امیر المومنین امام المشرق والمغرب اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ
 الہی بجزمت راز و نیاز حضرت سید الاولین و الاخرین افضل الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین خفیع المذنبین حمید للعالمین
 محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین وسلم تسلیماً باریاکاً کثیراً کثیراً

بیعت و ارادت قادری

دریں سلسلہ قادریہ عالیہ مقبول و پذیر باد

الہی بجزمت جمیع حضرات قادریہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بر

قادری

رم فرما دعا قبتش بخیر گردان و از فیوض مرشدان حظ وافر و نصیب متکاثر

مع استقامت شریعت عطا فرماید آمین آمین برحمتک یا ارحم الراحمین

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نذر عقیدت

خدمتِ علی الاقطاب حضرت ابو البرکات خلیل اللہ شاہ نقشبندی مدظلہ العالی
فرزند اکبر خلیفہ و جانشین محدث دکن حضرت ابو الحسن سید عبد اللہ شاہ صاحب نقشبندی قادری

پابندی شرع میں بہت نامور ہیں آپ
اک نامور گھرانے کے چشم و چراغ ہیں
سب مانتے ہیں یہ عجب کشمکش کا دور
چھڑتی ہے جب بھی ذہد کی یا اتقا کی بات
ان کی دعا اور ان کے کرم کا یہ فیض ہے
تا دیر آپ کی یہ ضیا باریاں رہیں !
دریائے معرفت کے بھی اعلیٰ گہرائیاں آپ
جن پر پیر کو ناز ہو ایسے پسر ہیں آپ
حق جس طرف ہے تم نے یہ دیکھا اُدھر ہیں آپ
نظر میں تلاش کرتی ہیں سب کی کدھر ہیں آپ
گدی پہ جن کی خیر سے اب جلوہ گر ہیں آپ
اک آفتابِ علم کے نورِ نظیر ہیں آپ
مرزا ان ہی کے در کا اک ادنیٰ غلام ہے
وہ جن کی ذاتِ پاک کے تحت جگر ہیں آپ

احقر العباد خادم الخدام مرزا شکور بیگ نقشبندی قادری حمد منزل قون جید آباد کن

قطعہ تالیخ

از ڈاکٹر جناب یعقوب عمر صاحب پی۔ ایچ۔ ڈی (فارسی اردو) استاد فارسی نظم کا لکھنؤ
روشنی جس سے چار سو پھیلے
وہ شفق ہے موعظِ حسنہ
پوچھی تارِ سخن تو بہ دل نے کہا
علم حق ہے موعظِ حسنہ

حضرت مولف علامہ رحمۃ اللہ علیہ کے دیگر قابل دید تالیفات

۱۔ نکلزار اولیاء	۵ روپیہ
۲۔ علاج السالکین	۵ روپیہ
۳۔ کتاب المحبت	۱۰ روپیہ
۴۔ ذجائتہ المصائب (عربی) مجموعہ احادیث حیفہ مکمل پانچ جلد	۲۰ روپیہ
۵۔ یوسف نامہ تفسیر سورہ سیدنا یوسف علیہ السلام طبع چہارم	۲۵ روپیہ
۶۔ سواعظ حسنہ (حضرت ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات ملفوظات کا مجموعہ)	۲۵ روپیہ
۷۔ قیامت نامہ (طبع دوم)	۱۰ روپیہ
۸۔ نہد المصائب حصہ اول جلد اول (طبع دوم)	۱۸ روپیہ
۹۔ دوم جلد اول	۲۵ روپیہ
۱۰۔ سوم جلد اول	۲۵ روپیہ
۱۱۔ پنجم	۱۵ روپیہ
۱۲۔ ہفتم	۱۵ روپیہ
۱۳۔ معراج نامہ	۱۵ روپیہ
۱۴۔ میلاد نامہ	۱۵ روپیہ
۱۵۔ شہادت نامہ	۱۵ روپیہ
۱۶۔ فضائل نماز	۱۲ روپیہ
۱۷۔ فضائل رمضان	۲۵ روپیہ
۱۸۔ جام جم یعنی شجرۃ انساب عالم و نسب نامہ و خلاصہ بنی آدم ابابا اجداد آدم حضرت محمد مصطفیٰ	۲ روپیہ
۱۹۔ سوانح مبارک حضرت عبداللہ شاہ صاحب قبلہ نقشبندی القادری	۱۵ روپیہ

مینار یک ڈلو کے دیگر مطبوعات

تعلیم غوثیہ ۳ روپیہ - خطبات غوث اعظم ۲۴ روپیہ - صراط مستقیم ۱۸ روپیہ - نصاب اول خدمات شرعیہ ۱۵ روپیہ - نقشبند و کن ۱۵ روپیہ - رحمت عالم ۶ روپیہ - سیرت خلفائے راشدین مجلد ۱۵ روپیہ

ہلنے کا پتہ مینار یک ڈلو چار کمان حیدر آباد

نوٹ ۱۔ اخلاص پر کتابیں بذریعہ وی. پی. روانہ کی جاتی ہے۔